من و یزداں

(کُن سے کُن تک)

صوبیدار محمد بشیر

انتساب!

اگر کوئی اچھا کام ہوا ہے۔ تو یہ میرے والد کی دعا ہے۔ جن کو میں نے بیماری کی حالت میں دوسروں کا سہارا لے کر اُ لٹے گھڑے پر نماز میں سجدہ کرتے دیکھا۔ اُس وقت میری عمر تقریباً چھ سال ہوگی۔ ان کی عزیمت اور استقامت نے مجھ پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ اور مجھے اس قابل بنا دیا کہ میرا ذہن دین اسلام میں ذوق وشوق سے دلچسپی لینے لگا۔ اور میں یہ کتاب لکھنے میں کامیاب ہوا۔

رَبِّ زِدْنِي عِلْماً

میرے دیدۂ تر کی بیخوابیاں
میرے دل کی پوشیدہ بیتابیاں

میرے نالۂ نیم شب کا نیاز
میری خلوت و انجمن کا گداز

فہرست

مقصدِ کتاب

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے ہادی بھیجے۔جن کا پیغام ایک تھا۔لیکن ہم دیکھ رہے ہیں۔ایک مذہب دوسرے مذہب کا اُلٹ پیش کر رہا ہے۔یعنی ہم نے خدائی پیغام کو برابر سمجھا ہی نہیں ۔یا مادیّت نے ہمیں ایسا کرنے پر مجبور کیا ہوا ہے۔باقی ہمارے حصّے میں صرف افراتفری رہ جاتی ہے۔سب ہی معاشرے اس میں پیش پیش ہیں۔واردات کے طریقے اپنے اپنے ہیں۔

ازلی پیغام اپنے آپ کی پہچان ہے۔تا کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو جائے۔اور یہ علم الہامی کتابوں کے حوالے سے انسانی باڈی کے اندر موجود ہے۔جس کو ہم کتاب کا علم کہتے ہیں۔الہامی کتابیں اس کی تلاش میں بھرپور مدد کرتی ہیں۔اس علم کو حاصل نہ کرنا ہی سب سے بڑی غفلت ہے۔جب تک یہ علم Trace نہیں ہوتا۔ہم مادہ پرست ہی رہ جاتے ہیں۔پھر نا کوئی خدا نا رسول۔نماز روزہ اور عبادات جو ہم کرتے ہیں۔اُن کی حقیقت بھی اپنی پہچان سے منسلک ہے۔میں نے اپنی کتاب کے اندر اسی مسئلے کو زاویے بدل بدل کر Brief (مختصر) کر کے پے در پے مضمون لکھے ہیں۔ان کو سمجھا جائے۔ورنہ ہم ہیروں اور جواہرات کے مالک ہو کر ٹکوں کے سودے کرتے رہیں گے۔انجام چاہے دنیاوی ہو یا آخر Dangerous (خطرناک) ہو جائے گا۔

میرا یہ بھی مقصد ہے۔ کہ لوگ ظاہر سے ہٹ کر غیب پر Focus (نگاہ رکھنا) کریں۔ تا کہ مجاز کے پس پردہ دیکھ سکیں۔ یہی ہماری زندگی کا نچوڑ ہے۔

اظہار تشکر

میں کتاب کی تصنیف کے بارے میں اپنے اُن نوجوان احباب کا ذکر کرنا چاہونگا۔جنہوں نے مجھ سے اسرار کیا۔کہ آپ اپنے اندر موجود علوم کے اس سمندر کو الفاظ کا لبادہ پہنا کر کتاب کی صورت میں منظر عام پر لے کر آئیں۔تا کہ ہم لوگ اور عوام الناس اس سے استفادہ حاصل کریں۔

ان احباب میں بابر صدیق رومی۔اسجد حسین۔شہزاد شریف۔ڈاکٹر ایاز۔نفیس اللہ شامل ہیں۔جنہوں نے اس کتاب کی تصنیف میں ہر معاملے میں میرے ساتھ معاونت کی۔میں اپنے اِن نوجوان احباب کی بہتر تربیت میں کوشاں ہوں۔

حرفِ اوّل

اب جب کہ شعور کی اپروچ (رسائی) تقریباً عروج پر جا رہی ہے۔ تصوف کی بہتر انداز میں سوچ پیدا ہو چکی ہے۔ تو ہمیں تصوف کی تعلیم کو عام کرنا چاہیئے۔ تا کہ اِنسان مادیّت سے ہٹ کر روحانیت کی طرف بڑھے۔ اور کھویا ہوا مقام حاصل کر سکے۔ خیر اور شر سے ہر کسی کو آگاہی ہو۔

نئی قدروں کی بنیاد پڑے۔ اور تمام مکاتبِ فکر جن کی آوٹ پُٹ (کارکردگی) نفی در نفی جا رہی ہے۔ باز رہ سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم کیا۔ اب ایسے لوگ پیدا ہو چکے۔ جو تصوف کو اُس عروج پر لے گئے۔ منفی سوچ جو تصوف کے خلاف تھی۔ سب مِٹ چکی ہے۔

ہمیں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنا ہو گا۔ شرط یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو پہچانیں۔ جس کے لیے تصوف میں کئی ایک طریقے ہیں۔ چلو مِل کر کوشش کریں۔ آمین!

گزارشات

:Point1

قرآن و حدیث کے اندر مادیّت اور روحانیت کو ہماری زندگی کا مشن قرار دیا گیا ہے۔لیکن ہماری رغبت مادیّت کی طرف جا چکی ہے۔مادیّت ہمارا سکون برباد کرتی ہے۔ایک آدمی انجام سے غافل ہو کر ٹنوں کے حساب سے سونا، چاندی جمع تو کر لیتا ہے۔لیکن اُس کو یہ معلوم نہیں کہ یہ آگ ہے۔اِس دنیا کے علاوہ بھی دنیائیں ہیں۔جہاں اِس سونے اور چاندی کی Demand (طلب) نہیں۔اور یہ سونا اور چاندی جو جمع کیا ہوا ہے۔وہاں شدید عذاب میں مبتلا کر دے گا۔اگر قدیم زمانہ نظر نہیں آتا تو جدید زمانہ کے واقعات لیبیا، عراق اور مصر میں دیکھ لو۔نئی دنیا جو ہم نے ابھی دیکھنی ہے۔اِس سے شدید عذاب ہمارا منتظر رہے گا۔کیا اِس بات کو سمجھنا مشکل ہے۔قدیم زمانہ فرعون، ہامان اور شدّاد کو نہ بچا سکا۔نہ کوئی اس زمانے میں بچ سکے گا۔یہ اِس لئے ہو رہا ہے۔کہ ہم اپنی پہچان نہیں رکھتے۔میں نے پہچان کے لئے اِس کتاب کے اندر پے در پے مضمون نام بدل بدل کر لکھے ہیں۔تاکہ ہمیں آگاہی ہو۔

:Point2

باوجود اس کے کہ ہمارے پاس قرآنِ پاک اور حدیثِ پاک کا ریکارڈ موجود ہے۔ہم اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول ﷺ کو نہیں سمجھ رہے۔میں نے کتاب کے اندر صورتحال واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔Myth (باطل عقیدہ) کی جو صورتحال ہے۔اُسے Brief (مختصر) صورت میں واضح کیا ہے۔کتابیں بہت زیادہ ہیں۔لیکن یہ زیادہ تر اجارہ داروں

کی ہیں۔ جو حقیقت کو واضح نہیں کرنا چاہتے۔ یا پھر سمجھ ہی نہیں رہے۔

:Point3

اگر میں نے کہیں غلطی کی ہے۔ تو راہنمائی کرنے والے کا شکر گزار ہونگا۔

:Point4

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہ قیامت اُس وقت برپا ہوگی۔ جب دنیا میں ایک انسان بھی اُس کو یاد کرنے والا نہ ہوگا۔ لیکن کسی کے حوالے سے اگر یہ کہا جائے کہ قیامت کل برپا ہونے والی ہے۔ تو ایسے عالم کو پہلے خود اپنا نصابِ تعلیم درست کرنا ہوگا۔

:Point5

کتاب من ویزداں میں زیادہ تر تصوف پر Short note (مختصر پراگراف) ہیں۔ مضمون زیادہ لمبے نہیں کیے گئے۔ میں عالم اُس کو تسلیم کرتا ہوں۔ جس کا عالمِ نور سے ربط ہو۔ دِل دیکھنے والا ہو۔ جو ظاہر کے علاوہ باطن کو بھی دیکھے۔ اگر یہ خوبی نہیں تو جدید اور قدیم لوگوں میں بھی جو عالم بنے ہوئے ہیں۔ میں اُن کو مادہ پرست سمجھتا ہوں۔ اور اُس کا کوئی حوالہ وسند نہیں ہو سکتا۔

:Point6

پاکستان ہمارا ملک ہے۔ جو لوگ اِس کی بہتری کے لئے کام کر رہے ہیں۔ یا دفاعِ وطن پر معمور ہیں۔ وہ سب ہماری جان ہیں۔

:Point7

میں اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول ﷺ کے حضور گمراہی سے پناہ مانگتا ہوں۔

تصوّف کے رنگ

1۔ کائناتی نقطہ پر رسائی ایک نئی دنیا کو پالینا ہے۔جس کو روحانی دنیا کہتے ہیں۔

2۔ عبادت وہ ہے۔جو پارسائی کا جوہر پیدا کرے۔

3۔ اپنے آپ کو پہچاننا ایک نئی دنیا کو پالینا ہے(حقیقت میں وہی اصل دنیا ہے)

4۔ اپنے آپ کو نہ پہچاننا ہی شرک ہے۔

5۔ تیرے من میں کائنات ڈوبی ہوئی ہے۔

6۔ جب تو کائناتی مرکز کو جان لے گا۔تو سمجھ لے کہ تو نے علم کا راستہ پالیا۔

7۔ تصوّف وہ علم ہے۔جو انسان کے Inner میں چھپا ہوا ہے۔(قرآن اور حدیث کی روشنی میں اس کو Trace کیا جاتا ہے)

8۔ تمام علوم کا منبع تصوّف ہے۔جدید سائنس بھی اُس کا حصہ ہے۔

9۔ دنیا اور آخرت کا کوئی حادثہ روح کو فنا نہیں کرسکتا۔اس کا وجود ہر Camp میں مختلف صورت اختیار کرتا ہے۔

10۔ روح کا علم اپنی پہچان ہے۔

11۔ اولاد اپنے ماں باپ کے وجود کا حصہ ہوتی ہے۔جو اپنے ماں باپ کو رد کردیتے ہیں۔وہ اپنے وجود کو Disgrace (زیرزوال) کرتے ہیں۔نتیجہ وہ خود دیکھ لیتے ہیں(جو مایوسی اور بدعملی ہوگا)

12۔ ہم اللہ تعالیٰ اور سیدنا حضورﷺ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ یہ سرکٹ ہمارے Inner (باطن) میں Function (رواں دواں) ہو رہا ہے۔ اگر دِل معراج کی منزل پالیتا ہے۔ تو شعور لاشعور ہو جاتا ہے۔

13۔ کائنات ازل اور ابد میں تقسیم ہے۔

14۔ کائنات فنا اور بقا سے چل رہی ہے۔

15۔ روحانیت سے لاتعلقی وسوسوں میں ڈالتی ہے۔ جو مادہ پرستی ہے۔

16۔ کائنات غیر مرئی ریز پر قائم ہے۔ غیر مرئی ریز کو قرآن میں لفظ "مَآء" سے تدبیر کیا گیا ہے۔

17۔ شعور کو لاشعور سے بدلنا مذہبی فریضہ ہے۔ شعور کے اندر ہم مردہ ہیں۔ لاشعور زندگی ہے۔

18۔ صوفی وہ ہے۔ جس کا عالمِ نور سے ربط ہوتا ہے۔ اُس کی عبادت، فطرت، وقت، جذبات اور احساسات بدل جاتے ہیں۔ اُس کی ظاہریت یا مادیّت پردے کے پیچھے چلی جاتی ہے۔

19۔ اللہ تعالیٰ اور حضرت محمدﷺ ہر ذرہ اور جان میں اکٹھے رہتے ہیں۔

20۔ ہر خوشی کی آغوش میں غم اور غم کی آغوش میں خوشی چھپی ہوئی ہے۔ اگر تو ابدی زندگی چاہتا ہے۔ تو خوشی اور غم کے تصور کو محو کر دے۔

21۔ انسان ہیرے جواہر کا مالک ہو کر ٹکوں کی سوداگری کر رہا ہے۔

22۔ تمام برائیوں کا ایک ہی حل ہے۔ کہ ہم اپنی ذات کو پہچان لیں۔ اور ہماری ذات ہمارے ہی اندر چھپی ہوئی ہے۔ یہ چھ ستارے ہیں۔

23۔ ہر ظاہر کے درپردہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ فلسفی ظاہر میں اللہ تعالیٰ کو تلاش

کرتے ہیں۔ اِس لئے اُن کا فلسفہ زبانی، کلامی کی حد سے آگے نہیں جا سکتا۔

24۔ مومن کو مجاز اور حقیقت کی خبر ہونی چاہئے۔

25۔ ظاہری نظر دھوکا میں بھی ڈالتی سکتی ہے۔ سچ دیکھنا دِل کا دیکھنا ہے۔

26۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدت ہے۔ اور رسالت اللہ تعالیٰ کا تدّبر Secret plan (خفیہ منصوبہ بندی) کی صورت میں ہے۔ جو کائنات کے کل پُرزے ہیں۔ تو اِس طرح وحدت وحدت ہی رہتی ہے۔ عام زبان میں ہم اِس کو توحید اور رسالت کہتے ہیں۔

27۔ قلب کے اندر دوسرا قلب ہے۔ جس کا زیادہ لوگوں کو وہم و گمان تک نہیں۔ اِس لئے قلب ذکر سے Progressive (ترقی پذیر) نہیں ہوتا۔

28۔ اگر ہمارے جسم پر روحانی Check نہ ہو۔ تو وہ مادہ پرست ہوتا ہے۔

29۔ قرآنِ پاک ہر علم سے بھرپور ہے۔ سائنس کا علم بھی قرآنِ پاک میں پایا جاتا ہے۔ اِس کو Mind Science (دماغی سائنس) کہتے ہیں۔ جو مادی سائنس سے ہزاروں گنا Super ہے۔

30۔ دنیا کی ایجادات امیوں کا کارنامہ ہے۔

31۔ کائنات وسائل سے بنی ہوئی ہے۔ کُن کی تجلّی گوناگوں وسائل Carry (رکھتی ہے) کرتی ہے۔

1۔ کائنات، اللہ تعالیٰ اور حضور پاک ﷺ کی ذات اور صفات کا مظہر ہے:

اللہ تعالیٰ ایک ایسی لامحدود سپریم پاور ہے۔ جس کی حقیقت ہمارے ذہن میں Established (نقش) نہیں ہوسکتی۔ یہ انسانی سوچ سے بالاتر ہے۔

ہماری Approach (رسائی) صرف اللہ تعالیٰ کی تجلّی تک ممکن ہے۔ تجلّی کیا ہے۔ یہ کائنات کی Base ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدت کو ہم صرف تجلّی کی حد تک جان سکتے ہیں۔ تجلّی ایک ایٹم نما فورس ہے۔ اور یہ تجلّی یا ایٹم ایک میکنزم رکھتا ہے۔ اور یہ میکنزم ہی کائنات ہے۔ زمینی ایٹم یہ تجزیہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ بیک وقت Particle (ذرہ) بھی ہے۔ اور Wave (لہر) بھی ہے۔ Wave (لہر) ایک جوہر ہے۔ جو مادہ بنانے کی مشین ہے۔ اور ذرہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ تجلّی ایک ایسا فلیش ہے۔ جو کائنات کا خمیر اٹھائے ہوئے ہے۔ اور اس کی Steping Down (نزول کرنا) کائنات کا وجود ہے۔ اور اس ساری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی گرپ ہے۔ اِس ربط سے اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ عرشِ عظیم بندۂ مومن کا دل یا کوئی اور مقدس Point (مقام) ہے۔ یہ سب بیک وقت اللہ تعالیٰ کی گرپ میں ہیں۔

کسی بھی چیز کا اللہ تعالیٰ سے دوری کا سوال ہی نہیں رہتا۔ اور یہ میکنزم Time & Space سے جڑا ہوا ہے۔

سیدنا حضورِاکرم ﷺ Time & Space (زماں و مکان) کے میکنزم

سے اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہیں۔

حدیث پاک ہے۔"لِیْ مَعَ اللہِ وَقْتٌ"

ترجمہ: وقت میں میرا اور اللہ کا ساتھ ہے۔

اس لئے سیدنا حضورِاکرم ﷺ ہر جگہ موجود ہیں۔کیونکہ کائنات احد اور احمد کے مشترکہ میکنزم سے وابستہ ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کو تخلیق کرنا چاہا تو اپنے نور کے اندر ایسا جلال پیدا کیا جو ذات (احمد ﷺ) کہلایا۔

(اور احمد ﷺ بشریت کا خمیر بھی اپنے اندر رکھتے ہیں) اور کائنات کی تعمیر میں بشریت لازمی جزو ہے۔کائنات کے ہر ذرے کی جان سیدنا حضورِاکرم ﷺ ہیں۔اور سیدنا حضورِ اکرم ﷺ کے نور کی Force سے چارج ہو رہا ہے۔اور یہ چارج لفظ "محمد" ﷺ کی صورت میں ہر ذرہ پر نظر آتا ہے۔اس طرح سیدنا حضورِاکرم ﷺ کی ہر جگہ موجودگی ایک مشاہداتی عمل ہے۔روح کی نظر اس کو ممکن بناتی ہے۔ Prophet (پیغمبر) یا Accountable (چنیدہ ہستیاں) شخصیات بیک وقت کئی وجود رکھتی ہیں۔لیکن ذات اور صفات میں یکسانیت رہتی ہے۔تکوین کے نظام میں سیدنا حضورِاکرم ﷺ کی Supervision (زیرِنگرانی) ازل سے ابد تک جاری ہے۔کائنات کے اندر آپ کا مبعوث ہونا ایڈیشنل سیٹ اپ ہے۔آپ نے کائنات کے اندر مبعوث ہو کر حجابِ محمود تک رسائی بشری تقاضے پورے کرتے ہوئے کی۔حجابِ محمود پر آپ کا جسم مبارک According to that (ماحول کے مطابق) تھا۔جو وہاں کی فضا ہے۔جیسے کسی جنتی کا وجود جنت کی فضا جیسا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا Secret Plan (خفیہ منصوبہ) وہ ہے۔ جو کُن کے Action (عمل) سے نورِ محمد ﷺ کی صورت میں کائنات کی روحِ اعظم ہے۔ کائنات کی Force (قوت) سے آگاہی ہمارے دِل کے اندر ہے۔ جس پر مادیّت کا پردہ ہے۔ دِل اپنی اصل کونہیں دیکھ سکتا۔ اِس کو Remove (مٹادینا) کرنے کا طریقہ اللہ کا ذکر ہے۔ ذکر کیا ہے؟۔ یعنی لفظ اللہ کے اندر چُھپی ہوئی قوّت کا ادراک کرنا۔ جب یہ قوّت ذِکر سے دِل کے اندر جاتی ہے۔ تو ادراک کی قوّت ہزاروں گُنا بڑھ جاتی ہے۔ تو بندہ اپنی اصل کو دیکھ لیتا ہے۔ اور دِل بینا ہو جاتا ہے۔ علم ایک ہی نقطہ رہ جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ باقی کوئی علم نہیں۔ لیکن محض مادیّت جس کو ضرورت کی حد تک روا رکھنا ہوگا۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی حدیث ہے:۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ ”جس نے اپنے آپ کو پہچانا۔ اُس نے رب کو پہچانا“

اللہ تعالیٰ کی پہچان کرنے میں شرط یہ ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو پہچانے۔

پس اپنے آپ کو پہچاننے کے لیے یہ ضروری ہے۔ کہ انسان اپنی ساخت کو سمجھے۔ اور اس کے اندر جو روح کے Point (مقام) ہیں۔ اُن کا علم حاصل کرے۔ حاصل کردہ علم سے Practical پر آئے۔ اور مشاہدات سے یقین کے پیٹرن کو مضبوط کرے۔ اور قرآن اور حدیث کے وضع کردہ علوم کو اپنے اوپر حاوی کرے۔ خیر اور شر میں تمیز کرے۔ اور اپنا مقام یعنی جنت کا راستہ تلاش کرے۔ جہاں تک انسانی باڈی کے Strong Point (مضبوط مقام) کا تعلق ہے وہ تین ہیں۔

پوائنٹA:

یہ ایک روشن ستارہ ہے۔ یہ کئی واسطوں سے جانا جاتا ہے۔ یہ Base (بنیاد) ہے۔ ازل سے ابد تک تمام اسرارورموز اِس پوائنٹ میں پائے جاتے ہیں۔ ثابتہ، روحِ اعظم، تجلّی کا ایریا اور عالمِ لاحوت اِس کے مختلف نام ہیں۔ یہ پوائنٹ مزید دو حصوں میں منقسم ہے۔ اخفٰی اور خفی۔ اِس کا عارف اللہ تعالیٰ کی ذات کی آگاہی پا جاتا ہے۔ اِس کی Steping Dwon (نزول) پوائنٹ 'B' ہے۔

پوائنٹ:B:

یہ بھی ایک روشن نقطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی علوم کا مرکز ہے۔ یہ پوائنٹ عیان بھی کہلاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نور سے معمور ہے۔ انسانی ذات اِس میں مسکن بناتی ہے۔ یہی عالمِ جبروت بھی کہلاتا ہے۔ یہ مزید دو حصوں میں منقسم ہے۔ ''سِر اور روح'' اِس کی Steping Down (نزول) پوائنٹ ''C'' ہے۔ پوائنٹ B کا ایک سِرا پوائنٹ ''A'' سے ملتا ہے۔ اور دوسرا سِرا پوائنٹ ''C'' سے ملتا ہے۔

پوائنٹC:

یہ بھی ایک روشن نقطہ ہے۔ مادیّت کو بھی Deal (معاملہ طے کرنا) کرتا ہے۔ یہ ''جویہ'' بھی کہلاتا ہے۔ اور دو حصوں میں منقسم ہے۔ ''قلب اور نفس'' اِس کا Action (کارکردگی) ظاہر اور باطن دونوں میں پایا جاتا ہے۔ پوائنٹ A اور B کو حاصل کرنے کیلئے یہ اوّلیت رکھتا ہے۔ شر اور خیر ہر پوائنٹ کے خمیر میں موجود ہیں۔ کیونکہ شر اور خیر دونوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

سورہ الفلق: ترجمہ۔ ''تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں۔ جو صبح کا پیدا کرنے

والا ہے۔ اس کی سب مخلوق کے شر سے۔ اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔ اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کے شر سے۔ اور حسد والے کے شر سے جب وہ حسد کرے"

پوائنٹ C اور B حالتِ جنگ میں رہتے ہیں۔ ہم یہ جنگ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور قرآن اور حدیث کی روشنی کی مدد سے جیت سکتے ہیں۔ C پوائنٹ کا اپنا رنگ ہے۔ B پوائنٹ کا اپنا رنگ ہے۔ اگر B پوائنٹ نے C پوائنٹ کو Overtake (سرعت سے دوسرے سے آگے بڑھ جانا) کرلیا۔ تو ہم نے جنت کا راستہ اختیار کرلیا۔ اگر C پوائنٹ نے B پوائنٹ پر سبقت حاصل کر لی۔ تو دوزخ کا راستہ اختیار کرلیا۔ B پوائنٹ عالمِ نور ہے۔ جب تک عالمِ نور سے ربط قائم نہیں ہوتا۔ اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہونا Possible (ممکن) نہیں۔ B پوائنٹ C پوائنٹ کے ہر فعل کو جمع تفریق کرتا رہتا ہے۔ B پوائنٹ کے ذریعے ہم زہد اور عبادت اور خیر کے کام کر کے C پوائنٹ کو نیچا دِکھا سکتے ہیں۔ اگر ایسا کر لیا تو C پوائنٹ پر B پوائنٹ کا رنگ چڑھ جائے گا۔ اور پھر B پوائنٹ سے A پوائنٹ تک ربط قائم ہو گا۔ اِس کے بعد ہماری Approach (رسائی) قلب کے واسطے اپنے نقطۂ آغاز پر چلی جائے گی۔ اور یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ جب پوائنٹ C کا عالمِ نور سے رابطہ ہو گیا۔ تو اِلہام اور کشف ہو گا۔ یہ ہماری Victory (فتح و کامیابی) کی نشانیاں ہیں۔

3۔عظمتِ رسولِ مقبول ﷺ

جب صحابہ رسولِ مقبول ﷺ کی بصیرت سے بے حد متاثر ہوئے۔تو انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا۔کہ آپ ﷺ اپنی عظمت کی بابت کچھ اِرشاد فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے جواباً اِرشاد فرمایا۔کہ میری عظمت کی جو حقیقت ہے اُس کو میں خود بھی بیان کرنے سے قاصر ہوں۔اور فرمایا یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔کہ میں کیا ہوں۔

انسان کی ارتقاء شعور کے اندر ہے۔رسولِ مقبول ﷺ شعوروں کے بادشاہ ہیں۔ ہر شعور اپنے خدوخال رکھتا ہے۔تمام عروج شعور کی Power (توانائی) سے ہے۔

رسولِ مقبول ﷺ کا اعلیٰ شعور حجابِ محمود کا شعور ہے۔جس کی وسعتیں ہمارے حدِ حساب سے باہر ہیں۔

حجابِ محمود کا شعور اگر زمین میں لاگو کر دیا جائے۔تو یہ کائنات اُس کے عروج کو اپنے اندر Observe (قبول کرنا) نہیں کر سکتی۔ بعض خبریں آتی ہیں۔کہ رسولِ مقبول ﷺ کا پاؤں مبارک چاند میں لگا ہوا ہے۔فلاں مکان میں لگ گیا۔پھول کے اندر آ گیا ہے۔سب تو ہم پرستی ہے۔اِس سے باز رہنا ہوگا۔ہم رسولِ مقبول ﷺ سے خواب میں ملتے ہیں۔ویسے بھی مراقبے کی صورت میں ملتے ہیں۔یہ شعور اوّل یا لاشعور کی حد تک ہے۔جب کائنات آپ ﷺ کے نور سے تخلیق ہوتی ہے۔تو یہ نور کئی واسطوں سے گزرتا ہے۔اگر Abnormal Set up (عام صورت سے ہٹ کر) کی صورت کو سامنے لایا جائے۔تو نہ فرشتے، نہ جن اور نہ ہی اِنسان اِس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔

رسولِ مقبول ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری تو صرف ایک ایڈیشنل سیٹ اپ ہے۔کہ آپ ﷺ کے ہر شعور کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ عام لوگوں کے سامنے رسولِ مقبول ﷺ کی جو صورتِ حال ہے۔وہ شعور اوّل کا معاملہ ہے۔شعور اول کے اندر

ہم آپ ﷺ کی حقیقت بیان کر ہی نہیں سکتے ۔ باقی آپ ﷺ کا نور ہر ذرہ اور ہر جان کے اندر جاری و ساری ہے۔لیکن یہ ایک اندازے سے ہے۔بے شک سچی محبت ہی رسولِ مقبول ﷺ کے قریب تر کرتی ہے۔کیونکہ آپ ﷺ کے بے حد Setups (شعبہ جات) ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں۔ سیدنا یعنی ہمارے سردارتو وہ ہمارے ہی نہیں پوری کائنات کے سردار ہیں۔ کائنات کی وسعت یہ ہے کہ کوئی Super Computer بھی اس کی Accounting (حساب کتاب) نہیں کرسکتا۔اور نہ ہی کر سکے گا۔جس کے آپ ﷺ سردار ہیں۔

نہ ہی رسولِ مقبول ﷺ اور نہ اللہ تعالیٰ کی ہستی تک کوئی جا سکتا ہے۔لیکن جو ہماری ایک محدود حد ہے۔ یہ دنیا ابھی ابتدائی دور سے گزر رہی ہے۔اورانسان کی منزل بہت دور تک ہے۔ جو میں نے لکھا ہے۔وہ آج نہیں تو کل دنیاوالوں کے سامنے آئے گا۔

وہ لوگ جنہوں نے خواہش کی ہے کہ حقیقت میں مجاز کو دیکھیں۔ایسانہیں مجاز کے اندرحقیقت چھُپی ہوئی ہے۔

اب مجاز میں حقیقت کی تلاش کرو۔ورنہ جب سجدہ میں جاؤ گے ۔تو یہی آواز آئے گی کہ تمہارا دل تو ہے صنم آشنا تمہیں کیا ملے گا نماز میں۔نماز کی حقیقت مجاز کے اندر چھپی ہوئی ہے۔قرآنِ پاک کی کوئی آیت پڑھو۔تو حقیقت مجاز کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ تو وہی ہماری ضرورت ہے۔جس میں آپ اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول ﷺ کے رنگ دیکھیں گے۔

ظاہری شعور بدلتا رہتا ہے۔حقیقی شعور یعنی لاشعور جونہیں بدلتا اِس سے واقفیت نہیں۔قدیم تفاسیر وقت کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ہمیں قرآن پر زور دینا ہوگا۔جس کے

اندر تمام شعور ضم ہیں۔نہ کہ دوسری کُتب پر جیسے کہ ہو رہا ہے۔

4۔ چھپا ہوا خزانہ

تجلّی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا چُھپا ہوا خزانہ ظاہر ہوا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔تو اللہ تعالیٰ نے ایک شاہکار کی تخلیق کی۔جو یہ سارا مقصد پورا کرے۔یہ اللہ تعالیٰ کا امر یا روح تھی۔اس سے Super طاقت انسان کی جس طرح تخلیق ہوئی وہ کچھ اس طرح ہے۔انسانی Structure کی بنیاد پڑی۔اور اِس کے اندر روح اعظم کی Feeding (ڈال دینا) ہوئی۔جو کہ تجلّی ذات کا عکس تھا۔کیونکہ مقصد چھپے ہوئے خزانے کو ظاہر کرنا تھا۔اور اِس کو مادیّت تک لے جانا تھا۔ روح اعظم بھی دو حصوں میں تقسیم ہوئی ''اخفیٰ اور خفی''اور پھر روح اعظم کی Stepping Down مادے کی طرف لے جانے کیلئے ہوئی۔اور روح اِنسانی کی بنیاد قائم ہوئی۔یہ بھی تجلّی یعنی روحِ اعظم کا عکس تھا۔اور نور در نور فضا تھی۔اور پھر اس کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔''سِر اور روح''اور انسان کی ذات کا مسکن بنا دیا گیا۔ابھی مادیّت آگے تھی۔روح انسانی کی پھر Stepping Down ہوئی۔تو نفس اور قلب کی بنیاد پڑی۔اور مادیّت آگے آ گئی۔

ہم نفس اور قلب کی کاروائی مادیّت کے اندر دیکھ سکتے ہیں۔

یہاں پر ہم فرض کرتے ہیں۔کہ یہ تینوں مقام A,B,C, ہیں۔مقامA، Base ہے۔مقامB نور در نور مقام ہے۔مقامC بھی ایک روشن مقام ہے۔لیکن مقامC میں طرح طرح کی رنگینیاں بھی ہیں۔اِس کو مقام اسفل بھی کہا جاتا ہے۔یہ خرابی

کی طرف جاتا ہے۔ مقام B جو نور در نور ہے۔ وہ انسانی نقطہ ہے۔ وہ مقام C پر کنٹرول تو رکھتا ہے۔ لیکن مقام C کی رنگینیاں اِسے لے ڈوبتی ہیں۔ مقام C کا اَنت غبار مقام B پر منفی اثرات ڈالتا ہے۔ اِن کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہے۔ اِس لئے مقام C اپنی کثافت کے اثرات مقام B پر ڈالے گا۔ مقام C کو محفوظ بنانے کیلئے الہامی کتابیں آئیں، پیغمبر آئے اور بہت سے طور طریقوں کا بندوبست کیا گیا۔ اولیاء اللہ نے بھی کوششیں کیں۔ اور اب تک کر رہے ہیں۔ صورتحال ہم سب کے سامنے ہے۔ نیک لوگ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوئے۔ لیکن باقی جو حقیقت کو نہیں سمجھ رہے۔ اُن کا تو مسئلہ جاری ہے۔ اگر ایک دفعہ Chance (موقعہ) مِس کر دیا۔ تو خرابی ہی خرابی ہے۔ آگے دائرہ تنگ سے تنگ ہوتا چلا جائے گا۔

مقام A,B,C سے ہمارا ربط جاری رہنا چاہیے۔ مقام A,B,C کو پہچاننا ہے۔ بہر حال یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ روحِ اعظم، روحِ انسانی اور روحِ حیوانی میں سے ہر ایک کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا خفیہ خزانہ ظاہر ہو۔ تقسیم اس لئے ہے۔ کہ تقسیم کا ایک حصہ اسفل تک پہنچ جاتا ہے۔

انسان پھر نیچے سے اوپر کی طرف عالمِ امر کی طرف جاتا ہے۔ یعنی اسفل سے نکل کر عالمِ امر کی طرف انسان نے جانا ہے۔ یعنی ہمارا کھویا ہوا مقام ہم نے دوبارہ حاصل کرنا ہے۔ اور وہ ہے۔ ''جنت کا مقام''۔ رسولِ مقبول ﷺ کی Set up چھپے ہوئے خزانے کے ظاہر ہونے سے وابستہ ہے۔

5۔انسان

انسان کی معرفت ایک نقطہ کے گرد گھومتی ہے۔نقطہ اپنے اندر وسعت رکھتا ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے کُن کا حکم صادر فرمایا۔

تو انسان تجلّی ذات کے اندر موجود تھا۔اِس نے بھی اپنے Function کا آغاز کیا۔تجلّی ذات بھی ایک نقطہ ہے۔لیکن اُس کی وسعت لامحدود ہے۔انسان بھی ایک نقطہ ہی ہوا۔ جو کہ تجلّی کے نقطہ سے وابستہ رہتے ہوئے کام کرتا ہے۔تجلّی کا نقطہ بیشمار فورس رکھتا ہے۔اور Space wise (مکانی لحاظ سے) بے شمار نقطے ظاہر ہوتے ہیں۔ہر نوع کی علیحدہ Space ہے۔اور ہر ایک کا علیحدہ قانون بنا ہوا ہے۔انسانی نقطہ اپنی Space میں آ کر بہت سی ڈائیوں سے گزرتا ہے۔اور اپنا کام ختم کر کے بہت سے Camps میں Stay (ٹھہرتا ہوا) کرتا ہوا اپنی اصل تجلّی میں ہی جا کر ضم ہوگا۔

انسانی نقطہ روح ہے۔جو کہ تجلّی کا پرتو ہے۔روحِ اعظم ،روحِ انسانی بناتی ہے۔جو کہ برق کا جسم ہے۔اور یہ برقی جسم مادی جسم بناتا ہے۔جس کو ہم جسم کی صورت میں دیکھتے ہیں۔یعنی تین نقطے ہمارا جسم ہے۔اب یہ تینوں نقطے اپنی اپنی وسعت رکھتے ہیں۔ اِن کی کارکردگی کا حساب کتاب بہت لمبا چوڑا ہو جاتا ہے۔جب آدمی غور و فکر کرتا ہے۔تو اِس علم کی کوئی حدِ حساب نہیں۔ اِس کی فنکشن پیچیدہ بھی ہیں۔اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انسان کچھ نہ کچھ کر گزرتا ہے۔یہ سب ہمارے Inner اور Out Inner کا حساب کتاب ہے۔

قرآن پاک اور رسولِ مقبول ﷺ کے ارشادات کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے۔ جو ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ہمیں خیر اور شر کی قوت کو سمجھنا ہوگا۔یہ لازم و ملزوم ہیں۔

ہمارا عروج شر سے بھی وابستہ رہتا ہے۔ ہمارے ایک نقطہ سے تین نقطے ہو گئے۔ اِن نقطوں میں بیشمار میکنزم ہیں۔ وہ ہی ہماری زندگی ہیں۔ اور ہر نقطہ Separate (علیحدہ) شعور رکھتا ہے۔ جس کی بہت وسعتیں ہیں۔ یہ ہماری ہر زندگی کے پروگرام ہیں۔ ہمارا مادی شعور غلطی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ لاشعور پر اپنا رنگ مسلّط کرنے میں لگا رہتا ہے۔ جو ہمیں برباد کر دیتا ہے۔ ہمارا لاشعور اصل سے ہٹ کر اگر مادی شعور ہو جائے۔ تو ہمارے پاس گمراہی رہ جاتی ہے۔ جو اندھیرا ہے۔ جس میں انسان ڈوب جاتا ہے۔ پھر انسان حق کو ناحق اور ناحق کو حق تسلیم کر بیٹھتا ہے۔ صراطِ مُستقیم کے لئے راہنمائی موجود ہے۔ یہ راستہ ہمیں جنت کی طرف لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اُسی پر گامزن رہتے ہیں۔

ہمیں انسان کے لُب لباب یعنی نقطہ ذات کی معرفت حاصل کرنی ہوگی۔ تاکہ موجودہ زندگی اور بعد میں شروع ہونے والی زندگی کی گھاٹیوں کو سمجھ لیں۔ یعنی ہمیں پہلے اپنی معرفت حاصل کرنا ہوگی۔ تب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی۔ اور یہ ہو کر رہے گی۔ چاہے انسان سیدھے راستہ پر چلتا ہے۔ یا خرابی کے بعد سیدھے راستہ پر آتا ہے۔ خرابی کا راستہ دوزخ والا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہر کسی کو بُرے راستے سے دور رکھے۔ آمین

6۔ کتاب کا علم

حضرت سلیمانؑ کا دربار لگا ہوا تھا۔ تو سوال پیدا ہوا۔ کہ ھُد ھُد کہاں ہے۔ اور دربار سے غیر حاضر کیوں ہے۔ اگر اِس نے غیر حاضری کا جواز پیش نہ کیا تو اِسے ذبح کر دیا جائے گا۔ جو کہ اس کی غیر حاضری کی سزا ہو گی۔ اتنے میں ھُد ھُد آ گیا۔ جواب طلبی پر اس نے بتایا کہ وہ ملک یمن سے آیا ہے۔ اور ملکہ بلقیس کا سارا قصہ سنا ڈالا۔ حضرت سلیمانؑ کو تجسس ہوا۔ آپ نے ملکہ بلقیس کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اور اس کے آنے سے پہلے اِس کا تخت دربار میں لانے کا حکم دیا۔ ایک جن جو کہ بڑی طاقت کا دعوٰی دار تھا۔ کھڑا ہوا اور کہا کہ میں وہ تخت ملکہ بلقیس کے آنے سے پہلے لا سکتا ہوں۔ حضرت سلیمانؑ اتنے وقفہ پر مطمئن نہ ہوئے۔ اِسکے بعد فوراً آپ کے اُمتیوں میں سے ایک بندہ کھڑا ہوا۔ اور عرض کی کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے تک وہ تخت یہاں دربار میں لا سکتا ہوں۔ اُس نے ایسا کر بھی دیا۔

جب اُس آدمی جو کہ برخیا خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ سے سوال کیا گیا کہ یہ طاقت تم میں کیسے آئی۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں ''کتاب کا علم'' رکھتا ہوں۔ اب یہ بات تو صاف ظاہر ہے۔ کہ قرآنِ پاک تو اس وقت نازل ہی نہیں ہوا تھا۔ تو پھر یہ کونسی کتاب ہے۔ اور آج تک واضح الفاظ میں اس کا اظہار نہیں ہوا۔

بڑی بڑی درسگاہیں تو موجود ہیں۔ لیکن سطحی علم کے آگے کچھ بھی نہیں۔ کتاب کا علم ہر انسان کے اندر ہے۔ قرآنِ پاک اور احادیث بھی یہ علم اپنے Inner (جسم کے اندر) میں تلاش کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ علم عالمِ نور سے رابطہ قائم کر دیتا ہے۔ اور تصوف میں اس کے کئی ایک طریقے ہیں۔ یہ ہی علم لدّنی ہے۔ اور یہی کتاب کا علم ہے۔ ہمارے پاکستان اور ہندوستان کے علاقے میں کئی ایک ایسے لوگ

ہیں۔ جو کتاب کا علم رکھتے ہیں۔ میں نے اِسی کتاب کے اندر ذکر کیا ہوا ہے۔

7۔ روحِ حیوانی

قرآنِ پاک کی آیت ہے: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ. اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ہ

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا اور غرور کیا۔ اور کافر ہو گیا۔ (سورہ بقرہ 34)

آیتِ بالا کی تشریح جہاں کہیں دیکھی حقیقت سے مماثلت نہیں رکھتی۔ نہ سمجھنے کی وجہ سے کئی فرضی باتوں کو حقیقت کا رنگ دیا گیا ہے۔ لیکن بات آج تک نہیں بنی۔ حقیقت کا علم نہ ہوتے ہوئے بھی حقیقت کا رنگ دیا گیا۔ مزید رنگ پر رنگ چڑھایا جاتا رہا۔

فرشتوں کو حکم دیا گیا۔ کہ آدم کو سجدہ کرو۔ فرشتوں نے آدم کا Structure (جسم کی ساخت) دیکھ کر چند ضمنی سوالات کے بعد حکم کو Obey کیا۔ اور آخر کار تسلیم کر لیا۔ مگر ابلیس نے انکار کیا۔ جب ابلیس کے متعلق سوال پیدا ہوا کہ یہ کون ہے۔ تو کہا گیا کہ یہ جن ہے۔ اور اس کی Power کو یوں بیان کیا گیا۔ کہ وہ فرشتوں کا اُستاد رہ چکا ہے۔ اور بھی لمبی چوڑی روایات گھڑی گئیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ابلیس جو جنوں میں سے تھا۔ تو فرشتوں کا اُستاد کیسے بن گیا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے پاس وہ علوم نہ تھے۔ کہ فرشتوں پر ایک جن کو اُستاد مقرر کیا۔ یہ باتیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اللہ تعالیٰ حکم تو فرشتوں کو کر رہا ہے۔ لیکن ایک جن جس کو حکم نہیں دیا گیا خواہ مخواہ آ کر بغاوت کرتا ہے۔ جن کو حکم دیا گیا وہ فرشتے تھے۔ جواب آ کر جن دیتا ہے۔ اور بغاوت بھی کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو حکم دیا۔تو انسانی Structure فرشتوں کے سامنے تھا۔انہیں معلوم ہوا کہ اس میں شر کی قوت ہے۔یہ خرابی کریگی۔تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض بھی کر دیا۔کہ یہ ایسا ویسا کریگا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیابت عطا کرنا تھی ۔اور جب تک شر کی قوت کی تخلیق انسان کے اندر نہ ہو۔اِس کے اندر ارتقاء پیدا نہیں ہوتا۔اور جب انسان شر کی قوت پر قابو پالیتا ہے۔تو وہ انتہائی عروج پر جاتا ہے۔اور تب انسان نیابت کو اٹھانے کی سکت رکھتا ہے۔اور اسی لئے انسان کو خیر یعنی روحِ اعظم اور روحِ انسانی عطا کی اور ساتھ ہی شر سے منسلک ہوجانے والی قوت روحِ حیوانی بھی دے دی گئی۔جس سے ابلیس وابستہ ہوجاتا ہے۔

تو درحقیقت یہی قوتِ ابلیس تھی۔ جو کہ انسان کے اندر ہے۔ جب انسانی Structure فرشتوں کے سامنے تھا۔تو اسی قوت کا تذکرہ ہوا۔جن وغیرہ وہاں زیرِ بحث نہیں آسکتے۔فرشتوں کو جب حکم ہوا۔تو ان کے سوالات پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ اور کوئی نہیں جانتا۔

فرشتوں کے خمیر میں بغاوت موجود ہی نہیں۔

بے شک شر کی قوت اللہ تعالیٰ سے ہے۔اِس سے بچنا انسان کے اندر ارتقاء پیدا کرتا ہے۔اِسی وجہ سے انسان نے عروج کی منزل حاصل کی ہوئی ہے۔شیطان زوال پذیر ہوا۔شیطان اور اُس کی اولاد شر سے منسلک ہوگئے۔یعنی شیطان شر کی قوت کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہمارے Inner میں ایسا نظام موجود ہے۔جو شر کی قوت کو قبول کرتا ہے۔جس کو روحِ حیوانی کہا گیا ہے۔اگر ہم اِس کو خیر کے ساتھ منسلک کرتے ہیں۔تو روحانی ہوجاتے ہیں۔اگر شر کے ساتھ منسلک کرتے ہیں۔تو شیطان یا اُس کی اولاد سے ہوجاتے ہیں۔جب ہم نے بُرے کاموں کو زندگی کا منشاء بنالیا تو وہ شیطانیت ہے۔

قرآنِ پاک کے اندر اور حدیث پاک کے اندر شیطان کی جو Definition ہے۔ وہ اِس طرح ہے۔

سورۃ المریم آیت 83:

ترجمہ: ''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ ہم نے کافروں پر شیطان چھوڑ رکھے ہیں۔ جو انہیں خوب اچھالتے ہیں۔'' (یہاں شیطان ایک نہیں رہ جاتا)

سورۃ شعرا (222-221):

ترجمہ: ''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اُترتے ہیں۔ ہر جھوٹے گنہگار پر اُترتے ہیں۔''

(یہاں پر بھی ایک شیطان نہیں)

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر آدمی کے ساتھ شیطان ہے۔'' (یعنی روحِ حیوانی)

''شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔'' (یعنی روحِ حیوانی)

اگر ہم نے شَر کو قبول کر لیا۔ تو ہم بھی شیطان بن جاتے ہیں۔ قرآنِ پاک کے اندر بھی اِس قوت کو شیطان ظاہر کیا گیا ہے۔ کبھی شیطان واحد ہوتا ہے۔ کبھی شیطانوں کا گروہ ہوتا ہے۔ شیطان ہمارے اندر شَر Develop کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس سے ہم کو بچنا ہے۔ روحِ حیوانی کو روحانی بنانا ہوگا۔ کیونکہ قلب وہ ذہن ہے۔ جو عالمِ نور کی لامحدود روشنیوں سے جب مل جاتا ہے۔ تو بینا ہو جاتا ہے۔ اور شیطان کے شَر سے Out ہو جاتا ہے۔ پھر قلب روحانی ہو جاتا ہے۔ اور ذہن کو بھی روحانی بنا لیتا ہے۔ جب تک دونوں مادی ہیں۔ دونوں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے۔ مفروضوں سے کام لیتے ہیں۔ روحانی نہیں بنتے۔ اور شَر یا شیطان کے ہاتھ لگ جاتے ہیں۔ اوّل شَر کی

قوت سے منسلک ہونے والا یعنی ابلیس جنوں میں سے تھا۔سورہ الناس میں ارشاد ہے۔ شیطان جو لوگوں کے دِلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔وہ جن یا آدمی ہے۔دونوں کے اندر روحِ حیوانی ہے۔جن نے مخالفت اِس وجہ سے کی کہ وہ اِنسان سے اعلیٰ ہے۔اُس کو یہ معلوم نہ ہوسکا اِنسان انھی کی قوت رکھتا ہے۔اور وہ نہیں رکھتا۔شعور کے اندر ارتقاء سے انسان کی سوچ بدلتی ہے۔جو پہلے سے بہتر ہوتی ہے۔

8۔نفس

قرآن پاک کی آیت ہے۔:قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

ترجمہ:تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔(سورہ زمر 53)

نفس کی Wastefulness یا تباہی درکار نہیں۔جو شر سے منسلک ہے۔اُس کو بہتر انداز میں پیش کرنا مقصود ہے۔شر کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔یہ ازل سے ابد تک رہے گا۔لیکن ضبطِ نفس درکار ہے۔قرآنِ پاک ،حدیث اور راسخ العقل لوگوں کے قول و فعل ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ناامیدی یا مایوسی بہت بڑا گناہ ہے۔اِس عقیدے کو راسخ کرنا ہوگا۔اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بہت بڑا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ہمیں غافل نہیں رہنا چاہیے۔اُس پر توکل رکھنا چاہیے۔ہمارے گناہ اگر زمین و آسمان کی سرحدوں سے باہر بھی نِکل رہے ہوں۔تو وہ معاف کرنے والا ہے۔

آیت بالا میں یہ واضح ہو رہا ہے۔ کہ نفس کو تباہ نہیں کرنا۔ جب یہ روشن ہو جاتا ہے۔ یعنی ہم اسے سیدھے راستے پر رکھتے ہیں۔ تو پھر یہ ہمارا مددگار بن جاتا ہے۔ ہم کیوں کسی کی گردن کاٹتے ہیں۔ کیوں کسی کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔ ہر کسی نے مرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول ﷺ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔ رسولِ مقبول ﷺ نے کون سی تکلیف برداشت نہیں کی۔ تا کہ ہمیں سیدھا راستہ دِکھلا سکیں۔ ہمارا قلب سات سمندروں کی آماج گاہ ہے۔

9۔ نماز کی حقیقت اور ہم

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ہ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ہ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُ وْنَ۔ (سورہ الماعون)

''تو اُن نمازیوں کی خرابی ہے۔ جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے: لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ
ترجمہ: ''حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں۔''

نماز فریضہ ہے۔ جس کو اَحسن طریقہ پر قائم کر کے ہی ہم صحیح مسلمان بن سکتے ہیں۔ حضورِ قلب کی واضح تشریح کی جائے۔

قرآنِ پاک کا واضح اعلان ہے۔ ایسی نماز جس کی حقیقت سے ہم غافل ہیں۔ وہ ہماری ہلاکت کی صورت اختیار کرے گی۔ حدیثِ پاک کے مطابق حقیقی نماز کیلئے حضورِ قلب ضروری ہے۔ ورنہ حقیقت تک انسان نہیں پہنچ سکتا۔ قلب سلیم ہی حقیقت

تک پہنچ سکتا ہے۔قلبِ سلیم سے میری مراد ایسا قلب جو پردوں کے پیچھے دیکھ لیتا ہے۔ یعنی حقیقت تک رسائی رکھتا ہے۔نماز کے اندر الحمد شریف اور درودِ پاک کے اندر جو حقیقتیں چھپی ہوئی ہیں۔اُن کا ذکر میں اپنی رسائی کی حد تک بیان کروں گا۔

ہماری مذہبی درسگاہیں یا مساجد اور موجودہ صورتحال جس طرح ہم نماز بغیر حضورِ قلب کے ادا کر رہے ہیں۔وہ مندرجہ بالا آیات اور حدیثِ پاک سے مماثلت نہیں رکھتیں۔یعنی ہم نماز، حقیقت سے بے خبری کے ساتھ ادا کر رہے ہیں۔

یہ دنیا مقامِ اسفل ہے۔یہ سب نیچوں سے نیچا مقام ہے۔یہاں پر مادیّت نے پنجے گاڑ رکھے ہیں۔یہ سب مجاز کا حکم رکھتا ہے۔ہمیں مجاز یا مادیّت سے نکل کر حقیقت تک پہنچنا ہے۔اسفل سے عالمِ امر کی طرف رُخ کرنا ہے۔نماز کے اندر جو حقیقتیں چھپی ہیں۔وہی ہمارا رُخ موڑ سکتی ہیں۔

الحمد شریف اور درودِ پاک کی وضاحتیں جو میں نے کی ہیں۔اُن کی Study کی جائے۔

الحمد شریف اور درودِ پاک کی تشریح میں نے خود نہیں کی۔یہ تمام راز رسولِ پاک ﷺ مکہ اور مدینہ کی گلی کوچوں میں افشا کر چکے ہیں۔

حضورِ قلب سے مراد وہ دماغ حاصل کرنا ہے۔جسکو تصوّف میں لاشعوری دماغ کہا جاتا ہے۔یہ دماغ عالمِ بالا میں دیکھنے کی سکت رکھتا ہے۔ہمارا شعوری دماغ بھی لاشعور سے آتا ہے۔جب اُسکا واسطہ مادیّت سے پڑتا ہے۔تو وہ مادیّت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔جو لاشعوری دماغ کے آگے پردہ ہے۔

جب تک ہم شعوری دماغ کو Supersede (روک دینا) نہیں کرتے۔ ہم عالمِ امر کی طرف رُخ نہیں کر سکتے۔کیونکہ ہم عالمِ امر کی طرف رُخ کرنے سے

گریز کر چکے ہیں۔ ہمارا عقیدہ غلط روشیں اختیار کرتا جا رہا ہے۔ بھائی کو بھائی قتل کر رہا ہے۔ یعنی ہم ہوش و حواس کھو چکے ہیں۔ دُنیا والے ہم مسلمانوں کو جو کہہ رہے ہیں۔ وہ آپ مجھ سے شاید بہتر جانتے ہیں۔

ہمیں اُن ہستیوں کا شکرگزار ہونا چاہیے۔ جو اِس دور میں بھی اِسلام کی عظمت کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اور دن رات اسلام کی عظمت کیلئے کوشاں ہیں۔ اِس امید کے ساتھ کہ ایک دن اِسلام کی عظمت کو حاصل کر لیں گے۔

10۔ نماز اور معراج

قرآنِ پاک کے اندر ارشادات ہیں۔

1. ''تو اُن نمازیوں کی ہلاکت ہے۔ جو اپنی نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں''۔ (سورہ الماعون)

2. کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ اُسے دیکھ رہا ہے''

یث تریف کے ارشادات کچھ اسطرح ہیں۔

1. ''عبادت ایسے کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے۔ تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔''

2. ''حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی''

3. ''نماز مومن کی معراج ہے''

اس طرح قرآن و حدیث کے اندر بہت سے حوالہ جات ہیں۔ جس سے نماز کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ نماز کے تمام کلمات ایک مخصوص سیٹ اپ ہیں۔ نماز کے اندر

فاتحہ شریف کی تلاوت Must (ضروری) ہے۔ اس کے اندر ایسے فارمولے سیٹ ہیں۔ جن کے پڑھنے سے ایک نور یا روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اور گمان غالب ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ اور اِسی طرح درودِ پاک پڑھنے سے یہ گمان غالب ہوتا ہے۔ کہ میں رسولِ پاک ﷺ کا نور دیکھ رہا ہوں۔ لیکن اکثر بے خبری ہوتی ہے۔ اِن کو دیکھنے کا آسان طریقہ ہے کہ بندہ مراقبہ (ذکر و فکر) کے ذریعے اِن کا پیٹرن اپنے اندر پختہ کرے۔

انسان کے ظاہری بدن کے ساتھ جسمِ مثالی کی حقیقت کو بھی سمجھنا ہوگا۔ روح کی جسم یا جسمِ مثالی سے وابستگی ہوگی۔ تو پھر ہی حضورِ قلب کی منزل آئے گی۔ حضورِ قلب سے مراد وہ قلب ہے۔ جو لامحدود روشنیوں کے مرکز سے ربط رکھتا ہے۔

پھر نماز سے سرور حاصل ہوگا۔ دِل کو تسکین ملے گی۔ اور آپ کا رابطہ عالمِ نور سے ہوگا۔ مادیّت کو آپ سمجھنے لگیں گے۔ روحانی علوم سے وابستگی ہوگی۔ دین اور دنیا کا راستہ مل جائے گا۔ شَر کا وجود بے بس ہو چکا ہوگا۔ مسجد میں خالی ہاتھ جانے اور خالی ہاتھ لوٹ آنے میں پارسائی نہیں۔ نماز کی اصل حقیقت سمجھ لینے سے ہی بندہ فرعونی، ہامانی، اور شدّادی قوتوں سے بچارہ سکتا ہے۔ قبر اور یومِ حساب میں ہر جگہ خوف و حزن کی صورت ختم ہو جائے گی۔

ہمارے سفر کے اندر بے شمار Camps (رکنے کی جگہ) ہیں۔ کیا دوزخ اور جنت خالی پڑے ہوئے ہیں۔ ازل سے ابد تک Function (کاروائی) جاری ہے۔ ہر جہان میں ایک دورانیہ ہے۔ کسی جہان میں ایک دن بھی غیر ضروری آدمی نہیں رُک سکتا۔ ہم نے اپنی اصل یعنی تجلّی میں ضم ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قوت کو نہ جاننا ہی ہماری اُلجھنیں ہیں۔ ہم مادیّت میں پھنس چکے ہیں۔ دوزخ کی آگ ہمارے دِل پر مسلّط

ہے۔جو ہماری Depression (پریشان کن حالت) ہے۔آگ کی ماں تو دوزخ ہے۔جو ماں ہونے کے ناطے آگ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔اگر ایک آدمی ٹنوں کے حساب سے سونا اپنے لئے اکٹھا کرتا ہے۔لیکن اصل سونے کے مالک بھوکے ہیں۔مادیّت کو اگر روحانیت کے کنٹرول میں نہ رکھا جائے تو یہ آگ ہے۔جو اپنی ماں کی طرف بڑھ رہی ہے۔اور وہ ماں دوزخ ہے۔بندہ خود آگ کو اپنے لئے اکٹھا کر رہا ہے۔جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن پاک میں واضح کیا ہوا ہے۔کہ مجاز میں حقیقت کو تلاش کرو۔مادیّت کو روحانیت کے کنٹرول میں رکھنے سے میری مراد یہ ہے کہ بندے کے اندر چھ Powerful Generator (طاقت ور) لگے ہوئے ہیں۔یہ ہماری پہچان ہیں۔جن کا علم ہمارے لئے ضروری ہے۔

11۔کن فیکون کا ACTION

اللہ تعالیٰ کی سُنت یہ ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام وسائل سے ہی مظہر کی صورت اختیار کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ ایک لامحدود Superme Power ہے۔جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے لئے کُن کا Action لاگو کرتا ہے۔تو وسائل اتنی سُرعت سے کسی چیز کی تکمیل کرتے ہیں۔کہ انسان کا ذہن اُس تیزی کو Catch نہیں کرتا۔اور چیز موجود ہو جاتی ہے۔اور اگر کوئی انسان Supreme Power کی Space کی تلاش کا Fully (پورے کا پورا) نہیں تو جُزوی سراغ لگا لے۔تو وہ بھی کسی چیز کو حکم دے کر موجود کر سکتا ہے۔یہ سب قوت انسان کے Inner میں بستی ہے۔اور اس قوت کا سراغ لگانا ہی اصل علم ہے۔اور یہی کتاب کا علم ہے۔قرآنِ پاک کے اندر لکھا ہوا ہے۔کہ آصفؒ

بن برخیا نے بلقیس شاہزادی کا تخت آنِ واحد میں حاضر کر دکھلیا۔اور بہت سے خداشناس مردوں نے یہ دعوے کیے ہیں۔جن کی زبان کُن کے Level (حد) پر پہنچ گئی۔وہ اللہ تعالیٰ کی طاقت میں ضم ہو کر ایسا کر سکتے ہیں۔

انسان تو چھپے ہوئے خزانے کا ایک ذرہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے بے حد Spaces بنائی ہیں۔ ہر Space کے اندر علوم کے خزانے ہیں۔وسائل سے ہی ہر چیز ترتیب پاتی ہے۔یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں۔اِس کے وسائل Higher Spaces کے اندر موجود ہیں۔تصوّف کا علم رکھنے والے یہ بات بخوبی سمجھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا نور ہی بے پناہ وسائل لئے ہوئے ہے۔ یہ نور کے وسائل ہی تو ہیں۔کُن کے ایکشن سے سب کچھ ہوتا ہے۔اور ہو رہا ہے۔ ہر چیز بس وقتِ مقررہ پر ظاہر ہوتی ہے۔ جب کسی چیز کا دنیا سے وقت پورا ہو جاتا ہے۔تو وہ چیز اصل کی طرف لوٹ رہی ہو گی۔ یہاں سے عالمِ اعراف میں جانا ہو گا۔لیکن آگے اور جہان موجود ہیں۔اور اس کا آخری مقام اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے۔اِس طرح انسان کُن کے دوسرے Action کے لئے تیار ہو گا۔تمام کائنات رسولِ مقبول ﷺ کے نور سے تخلیق ہو رہی ہے۔لیکن در پردہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

انسان کو اِن تمام Spaces کا علم حاصل کرنا ہو گا۔انسان جسم رکھتا ہے۔ جو مادی جسم ہے۔انسان کا دوسرا وجود بجلی سے ملتا جلتا ہے۔تیسرا وجود روح ہے۔اِن کا علم حاصل کرنا عین فرض ہے۔اور یہ Line کُن فیکُون کی طرف جاتی ہے۔ہم انسان تمام مخلوقات سے افضل تب ہوتے ہیں۔جب ہم اپنے آپ کو پہچان لیتے ہیں۔ورنہ کچھ نہیں۔

کُن کے Action سے اللہ تعالیٰ کا نور ہی وسائل کی صورت اختیار کرتا ہے۔ جیسے کائنات کُن کے Action سے تخلیق ہوئی۔اور وسائل اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسماء کا علم انسان کو دیا۔یعنی یہ علم انسان کو ودیعت کیا ہوا ہے۔ اپنے نفس کی معرفت حاصل کرنا اصل روح کے میکنزم کو سمجھنا ہے۔جو کہ انسان کے Inner میں Time & Space کی صورت میں موجود ہے۔یہ بھی یاد رہے کہ مادی چیز مادی اصل کی طرف جاتی ہے۔ روحانی چیز اپنی روحانی اصل کی طرف جارہی ہے۔سمندر میں چونا،لوہا،سونا،چاندی اکٹھا ہورہا ہے۔کسی وقت وہ جگہ زمین ہوگی۔اور زمین سمندر ہوگا۔تو ہم اپنی نئی زمین پر آباد ہوں گے۔اور سونے کی کان کے مالک بن جائیں گے۔اور روحانی طور پر جنت کے مالک بن جائیں گے۔

12۔احد اور احمد کا میکنزم

کن کے Action سے احد کے اندر چھپے ہوئے خزانے کا احمد کی صورت میں ظہور ہوتا ہے۔ازل اور ابد کی ابتداء ہوتی ہے۔ہم احد اور احمد کے احاطہء قدرت میں زندگی بسر کررہے ہیں زمین اور آسمان کا نور اللہ تعالیٰ ہے۔جن ڈائیوں سے ہمارا خمیر اُلٹ پلٹ ہورہا ہے۔یہ اصل کی طرف لوٹنے کا Circuit ہے۔دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ لینا دھوکا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک میکنزم یا Time & Space کے ذریعے ہم سے منسلک ہے۔جس کو سمجھنا عین فرض ہے۔ورنہ انسان مجاز کے اندر ہی رہ جاتا ہے۔یعنی انسان اپنی حقیقت سے بےخبر رہ جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اندر بستا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز میں Visible (نظر آتا) ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے قریب ہے۔لیکن غفلت دوری پیدا کردیتی ہے۔نفس ہماری فزیکل باڈی کا

Base ہے۔دِل ایک عجوبہ ہے۔یعنی دِل ایک ایسانور ہے۔جو مجاز اور حقیقت کا احاطہ کرتا ہے۔یہ نفس کا ایک پرزہ ہے۔حقیقی دل اور ہے۔مجازی دل اور ہے۔مجازی دل خون کی حرکت میں مددگار ہے۔حقیقی دل نور کو حرکت دیتا ہے۔جو چھپی ہوئی چیز کو Trace کر لیتا ہے۔حقیقت کے سامنے مجاز پردہ ہے۔پردے کی اوٹ میں حقیقت چھپی ہوئی ہے۔مجاز اسفل ہے۔مومن حقیقت اور مجاز دونوں کی خبر رکھتا ہے۔

احد اور احمد کی Coordination (ربط) میں واضح کر چکا ہوں۔ساری کائنات احمد سے وابستہ ہے۔لیکن در پردہ احد کی ذات ہے۔

مشترکہ Base (ٹھکانہ)"لِیْ مَعَ اللہِ وَقْتٌ"(وقت میں میرا اور اللہ کا ساتھ ہے) ہے۔

13۔لوح وقلم

یہ ذات کی Display (مظاہرہ) ہے اور کائنات اِسی Display کا مظاہرہ ہے۔اِس تخلیق کے اندر بشری تقاضے بھی پیدا کر دیے گئے۔قرآنِ پاک میں اِس نور کو احمد کہا گیا۔تجلّی کی Display جو کہ لوحِ اوّل تھی لوحِ دوئم میں بدل گئی۔جس میں بشری تقاضے موجود تھے۔اور اِس میں انسانی ارادے کا مکمل مظاہرہ موجود ہے۔یعنی اب لوحِ دوئم کا مظاہرہ یہ کائنات ہے۔اِس کائنات کے اندر جو مظاہرہ ہو رہا ہے۔وہ فنا اور بقا کے فارمولے سے گزر کر اصل کی طرف جا رہا ہے۔اگر تجلّی کی Display کے اندر بشری تقاضے نہ ہوتے۔تو یہ کائنات زیرِ بحث نہیں آسکتی تھی۔اب چونکہ بشری تقاضے زیرِ بحث ہیں اور یہ اس صورت میں ممکن تھا جب بشری تقاضے اللہ تعالیٰ کے نور کے

اندر احمد کی صورت میں پیدا ہوئے۔ کیونکہ تمام کائنات اصل کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اگر بشری تقاضے احمد کی صورت میں تجلّی کے اندر تخلیق نہ ہوتے تو کائنات زیرِ بحث نہ آتی۔ اب جبکہ بشری تقاضے Base میں موجود ہیں۔ اِس لئے دنیا اصل کی طرف لوٹ رہی ہے اور بشری تقاضوں کی اصل عالمِ بالا میں ہے۔ لوح پوری کائنات ہے۔ قلم وہ علم ہے۔ جس میں کائنات کی Planning ہے۔ وہ چُھپا ہوا خزانہ ہے۔ جس کو تجلّی کی صورت دے کر ظاہر کر دیا گیا۔ یعنی یہ نور اللہ تعالیٰ سے ظاہر ہوا۔ جس کو ہم احمد کہتے ہیں۔ احمد کی Display کائنات ہے۔ یعنی کائنات رسولِ مقبول ﷺ کے نور سے تخلیق ہو رہی ہے۔

14۔ دنیا کی Base (ٹھکانہ)

دنیا کی ہر چیز 3 (تین) BASE رکھتی ہے۔ ہر Base کی اپنی Foundation ہے۔ مرکز ایک رہتا ہے۔ لیکن چیز کا وجود سامنے سے ہٹ کر گہرائی میں جاتا ہے۔ جب ہم ظاہر سے باطن کی طرف جاتے ہیں۔ تو صورتحال اِس طرح ہوگی۔

Base 1:

ہر چیز کا وجود ہے۔ جب ہمارے شعور کی نظر اُس کو دیکھتی ہے۔ تو صرف معنی اور مفہوم نظر آتا ہے۔ یہ مادیّت ہے۔ یہ معنی اور مفہوم کبھی ایک جیسا نہیں رہتا۔ یہاں پر سوچ بدلتی رہتی ہے۔ اس لئے اختلاف سے اختلاف کی وجہ بنا رہتا ہے۔ بحث اور مباحثہ ہوتا ہے۔ مذہبی لوگ، ادیب، فلسفی اپنی اپنی قابلیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اصول وضع ہو جاتے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد اُن کی ضد سامنے آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ پہلے اصول

ٹوٹ جاتے ہیں۔اور اُن کی جگہ دوسرے اصول وضع ہو جاتے ہیں۔یعنی کوئی اصول جو وضع ہو جاتا ہے۔کچھ عرصہ تک ہی رہتا ہے۔پھر اُسکی ضد آ ہی جاتی ہے۔

:Base2

اِس میں ظاہر کی حقیقت موجود ہوتی ہے۔ہمارا شعور اِس کو عام حالت میں Catch نہیں کرتا۔روح کی نظر اس پر کام کرتی ہے۔جبکہ روح کی نظر ہمارے پاس ہونے کے باوجود موجود نہیں ہوتی۔روح کی نظر کا حصول لاشعوری حواس حاصل کرنے سے ہوتا ہے۔

جس کیلئے کئی ایک طریقے ہیں۔یہ رنگ اور روشنیوں کا وجود ہے۔یعنی نور ہے۔جب تک اِس پر تصرّف حاصل نہیں ہوتا۔اس وقت تک تمام مادی اور بشری تقاضے ہمارے قیاس پر چلتے ہیں۔اور حقیقت ہم سے چھپی رہتی ہے۔مادیّت اور بشری تقاضے ہم سے کنٹرول نہیں ہوتے۔موجودہ دور میں ہر کسی کا اپنا اسلام ہے۔اور کام صرف دعووں کی حد تک رہ جاتا ہے۔

لاشعور کا حصول ہی کامیاب زندگی ہے۔عالمِ ناسوت کے علاوہ سب دنیائیں روحانی ہیں۔موت کے بعد ہم منزل کھو چکے ہوتے ہیں۔ہم اپاہج ہو جاتے ہیں۔ہماری روحانی دنیا ہمارے لئے مصیبت بن جاتی ہے۔انسان تباہی کے گڑھے میں پھسل جاتا ہے۔

:Base 3

یہ انسانی معراج کی حد ہے۔یہاں پر انسان اللہ تعالیٰ سے قربت پالیتا ہے۔اور اُسے ابدی سکون حاصل ہو جاتا ہے۔یہاں پر انسان کا کُن کا پہلا چکر ختم ہوتا ہے۔فنافی اللہ بھی یہی ہے۔

یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کے اندر انسان فنا ہوگا۔ درست عقیدہ نہیں۔ ہماری پہنچ صرف ایک ایٹم یعنی اللہ تعالیٰ کی ایک تجلّی کی حد تک ہے۔ وضاحت پہلے موجود ہے۔ ایٹم میں فنا ہونا ہے۔ جو کہ ہماری منزل ہے۔ اور یہی انسان کے عروج کی انتہا ہے۔ اگر انسان عالمِ ناسوت سے عالمِ اعراف تک فنا کی منزل حاصل نہیں کریگا۔ تو دوزخ کی آگ سے اُس کو واسطہ پڑ سکتا ہے۔

15۔ نورِ بصیرت

عالمِ امر میں ہماری ایک شناخت ہے اور جب یہ شناخت انسان کے اندر اپنی Base میں Enter ہوتی ہے۔ تو روحِ اعظم، روحِ انسانی اور روحِ حیوانی بن کر ظاہر ہوتی ہے۔ روحِ انسانی اپنی مسلسل Feeding روحِ حیوانی اور روحِ حیوانی اپنی Feeding روحِ انسانی پر جاری رکھتی ہے۔ اور اِسی طرح روحِ حیوانی اپنی مادی روشنیاں روحِ انسانی میں Enforce کرتی رہتی ہے۔ اور روحِ انسانی کے انوارات بصیرت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ اور روحِ حیوانی کی مادی روشنیاں شر سے بھرپور ہوتی ہیں۔ روحِ انسانی کے انوارات اور روحِ حیوانی کی مادی روشنیاں ایک دوسرے پر اپنا رنگ چڑھانے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں۔ اِن دونوں کے درمیان مقابلہ جاری رہتا ہے۔

روحِ حیوانی کا Structure اپنی رنگینوں سے مزاحمت کرتا ہے۔ اور جب کئی ایک واسطوں سے ہم اِس پر غلبہ پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ ہمیں ناکام کرتا ہے۔ اُس کو بھوکا رکھو، نماز پڑھو یا روزہ رکھو اِس پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن انسان کی سچی اور مخلصانہ کوشش کو بھی اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔

اگر روحِ انسانی اپنی کوشش میں کامیاب ہوجائے۔ تو پھر اِس کے انوارات کا

عکس روحِ حیوانی پر چڑھ جاتا ہے۔اور تمام کثافتوں کا راستہ Supersede (روکنا) ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے آدمی مشاہدات کی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ دِل نور در نور ہوتا جاتا ہے۔اور کشف اور الہام کا راستہ کُھل جاتا ہے۔

نماز ،روزہ ایک عظیم دولت ہے۔لیکن ہم اصل حقائق سے غافل ہیں۔اِس لئے جس عبادت نے ہمارے کام آنا تھا۔وہ اِس طرح نہیں ہو رہی۔ ہمارا عالمِ نور سے ربط نہیں ہوتا ہے۔کیونکہ نماز اور روزے کی حقیقت سے ہم غافل رہتے ہیں۔

لیکن اِس کے برعکس اگر روحِ حیوانی تمہارا راستہ روک لے۔اور روحِ حیوانی اپنا عکس روحِ انسانی پر چڑھا لے تو پھر نفس کیا کیا نہیں کرتا۔

انسان مراقبے کے ذریعے ہی اپنی روحِ انسانی کے انوارات کو روحِ حیوانی کے اوپر غلبہ دے سکتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔کہ نفس پر کنٹرول کیسے کیا جائے۔اِس کے لئے سچے دل کے ساتھ ذکر و فکر کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ خود مدد کرتا ہے۔ درودِ پاک پڑھو، تلاوت کرو اور سمجھنے کی کوشش کرو کہ جو کچھ ہم ورد یا تلاوت کر رہے ہیں۔اِس کی حقیقت کیا ہے۔ یہ بھی جاننا ضروری ہے۔کہ ہم کیا ہیں۔اور کہاں سے آئے ہیں۔اور تجلّی کے اندر ہمارا مقام کیا ہے۔جو کہ عالمِ امر ہے۔اِس کے اندر ہمارا ایک وجود ہے۔ اور اُس کی اپنی وسعتیں ہیں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے۔کہ جسمِ مثالی کیا ہے۔اور اِسکا فنکشن کیا ہے۔اِسکو دیکھنا اور سمجھنا اس لئے ضروری ہے۔کیونکہ یہ ایک مشین ہے۔اور یہ ہمارے مادی جسم کو کنٹرول کرتا ہے۔اور اِسی کی پاور سے ہم اپنے قلب کے اندر Travel کرتے ہیں۔اِس میں پاور فل جنریٹر لگے ہوئے ہیں جو اِس میں فنکشن کر رہے ہیں۔

جب تک ہم اپنی ساخت کو نہیں سمجھیں گے۔ اُس وقت تک ہم اپنے نفس پر کنٹرول نہیں کر سکیں گے۔ نفس کو تباہ تو کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک Powerful چیز ہے۔ اِسے صرف شر کی قوت سے بچانا پڑے گا۔ رنگینیوں سے بچانا پڑے گا۔ اور انسان کو اِس کے لئے اپنے چُھپے ہوئے حصے پر نظر رکھنی پڑے گی۔

16۔ خیر اور شر کا میکنزم

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ہ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ہ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ہ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ہ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ہ

ترجمہ: ''تم فرماؤ میں اسکی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی سب مخلوق کے شر سے۔ اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔ اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں۔ اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے''

خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ دنیا خیر اور شر کے خمیر سے تخلیق ہوئی ہے۔ اگر اِن دونوں Forces میں سے ایک Force ہو۔ تو دوسری نہیں چل سکتی۔ یعنی ارتقاء عمل میں نہیں آسکتا۔ خیر اور شر دونوں ہی اپنی اپنی جگہ Forces ہیں۔ لیکن یہ ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ ہم اِس کو مثبت اور منفی سوچ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہم خیر اور شر کو رحمانی اور استدراجی سوچ بھی کہہ سکتے ہیں۔ خیر اور شر ایک زمانے سے Develop ہو رہے ہیں۔ اور عرصے سے عروج پر ہیں۔ اِن کا اکثر آپس میں مقابلہ ہوتا ہے۔ مقابلے کی صورت میں دونوں کے اپنے اپنے Effects ہیں

ایک واقعہ جو قرآن پاک کے اندر محفوظ ہے۔ یہ خیر اور شر یا رحمانی علم اور استدراجی علم کا مقابلہ تھا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ اسلام اور فرعون کا مقابلہ۔ فرعون کی پارٹی میں جادوگر تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے ساتھ اُن کے بھائی تھے۔ میدان بھرا ہوا تھا۔ فرعون کی پارٹی کے جادوگر میدان میں آئے۔ انہوں نے رسیاں پھینکیں۔ جو سانپ اور اژدھے کی صورت اختیار کرتی ہیں۔ شر کی بھی ایک قوت ہے۔ کوئی بھی آدمی اپنے اندر Develop (پیدا کرنا) کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فرعون کے ہم نوا جادوگروں نے Develop کی ہوئی تھی۔ خیر ایک Super power ہے۔ اور شر پر حاوی ہے۔ اِس کی قوت سے حضرت موسیٰ کے اعصاء نے کام کیا۔ جس میں رحمانی قوت تھی۔ اُس نے اژدھے کی صورت اختیار کی اور جادوگروں کے سانپ اور اژدھوں کو نگل گیا۔ تو اِس طرح حضرت موسیٰ علیہ اسلام کو فتح ہو گئی۔ اور فرعون نے اپنی شکست بوجہ مجبوری تسلیم کر لی۔ لیکن اُس کی دوسری شکست یہ ہوئی کہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ اسلام اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے۔ کیونکہ رحمانی علم کے Effects (اثر) جادوگروں کے Inner میں داخل ہو گئے۔ اور انہوں نے حقیقت کو پالیا۔ فرعون نے اُن کو ایسا کرنے پر سخت Warning دی۔ یعنی وہ اُن کے بازو اور ٹانگیں بھی کاٹ دے گا۔ اگر وہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام پر ایمان لائے۔ لیکن انہوں نے کہا تو جو چاہے کر گزر ہم حضرت موسیٰ علیہ اسلام اور اللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان لا چکے ہیں۔

میرا خیر اور شر کے میکنزم میں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ رحمانی علم ظاہر اور باطن پر عمل کرتا ہے۔ استدراج صرف ظاہر کی حد تک اثر کرتا ہے۔ جادوگروں کی رسیوں کا سانپ اور اژدھا بننا اور حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے عصاء کا اژدھا بننا تو ایک جیسا فعل ہے۔ فرعون نے بھی تسلیم کر لیا۔ لیکن رحمانی علم کا Action جو فرعون کے لئے بالکل

قابلِ برداشت نہیں تھا۔ وہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ اسلام پر اوراللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان لے آئے۔ جو رحمانی علم کا باطنی Effect تھا۔

ایک اور واقعہ جس میں حضرت پیر مہر علی شاہؒ پر ایک انگریز افسر نے طنز کیا۔ کہ تمھارا تسبیح پر Countintg کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ انگریز شکار کر رہا تھا۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے فرمایا۔ کہ میں بھی تمہاری رائفل پر طنز کرتا ہوں۔ کہ وہ کیا کرتی ہے۔ تو اُس نے فائر کر کے فاختہ کو مار گرایا۔ آپؒ نے تسبیح سے اشارہ کر کے اُس کو زندہ کر دیا۔ اور وہ اُڑ گئی۔ مقابلہ میں ایک ظاہری فتح حضرت پیر مہر علی شاہؒ کو ہوئی۔ اور دوسری فتح باطنی جس سے وہ انگریز مسلمان ہو گیا۔ یعنی انگریز کا مسلمان ہونا باطنی Effect ہے۔ ہر کسی کو آگاہ ہونا چاہے۔ کہ استدراج Single Action (ایک کام) کرتا ہے۔ جبکہ رحمانی علم Double Action (دو کام) رکھتا ہے۔ اور یہی استدراجی اور رحمانی علم کا فرق ہے۔

17۔ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ(5 سورہ والتین)

ترجمہ "پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا"

روحِ حیوانی ایک روشن نقطہ ہے۔جو قلب اور نفس سے مل کر بنا ہے۔قلب کے اندر ہی تو ساری حقیقتیں ہیں۔اور نفس بھی دُور دُور کی خبریں رکھتا ہے۔لیکن جب اِسکا اسفل (مادیّت) سے واسطہ پڑتا ہے۔تو مادیّت اِسے ابتر کر دیتی ہے۔یہ انسان کی اپنی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے۔یا گمراہ لوگ اُسے گمراہ کر دیتے ہیں۔تو روحِ حیوانی میں کثافت جمع ہو جاتی ہے۔اور پھر اِس کا روحِ انسانی سے ربط گڑبڑ ہو جاتا ہے۔اور مادیّت کا زور ہو جاتا ہے۔

نفس تو پاک تھا۔مادیّت سے واسطہ پڑا تو ناپاک ہو گیا۔مادیّت سے نِکل کر کسی بھی وقت اصل حالت کو پا سکتا ہے۔تو نفس (پلید) گندہ نہیں۔اِس کو اسفل (مادیّت) سے نکالنا مقصود ہے۔اِسکو سیدھے راستے پر رکھنا ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے۔کہ نفس کو بھوکا پیاسا رکھ کر برائی سے روک سکتے ہیں۔یہ بالکل غلط خیال ہے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال نہ کرنا بھی حکم عدولی ہے۔اللہ کا فضل طلب کرو۔اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اپنا مستقبل تلاش کرو۔

18۔سیدنا حضورِ اکرم ﷺ کے اصحاب کون ہیں

سیدنا حضورِ اکرم ﷺ کے اصحاب وہ بزرگ ہستیاں ہیں۔ جنہوں نے براہِ راست سیدنا حضورِ اکرم ﷺ کی تجلّیات اور انوار کا مشاہدہ کیا۔اُن کی فضیلت کی کوئی حد نہیں۔یا یہ کہنا چاہیے کہ ہم اُن کی قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضورِ اکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ:''اور تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں۔اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا''۔

بلواسطہ دیکھنا محض مفروضہ ہے۔حضور ﷺ حاصلِ کائنات ہیں۔فخرِ موجودات ہیں۔وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں۔سیدنا حضورِ اکرم ﷺ کے انوار حجابِ محمود، حجابِ کبریا، حجابِ عظمت کی تین Layers ہیں۔

وہاں Approach درودِ پاک سے استفادہ کرتے ہوئے ہوتی ہے۔لیکن پہلے یہ بھی سمجھنا ہوگا۔کہ درودِ پاک کیا Force ہے۔

ہم خواب کے اندر یا مراقبے کے اندر جو رسولِ پاک ﷺ کی زیارت کرتے ہیں۔تو اُس میں بھی مفروضہ حقیقت بن چکا ہے۔کیونکہ آپ ﷺ کے انوار ظاہری وجود پر بھی عیاں ہیں۔مفروضہ اُن کے لئے ہے۔جو آپ کی عظمت سے بے خبر ہیں۔

جو سیدنا حضورِ اکرم ﷺ کے متعلق بغیر حقیقت سمجھے صفت، صفات کرتے ہیں۔
وہ ہمارے روح کے میکنزم میں Feed نہیں ہوتا ہے۔جس کا Result آپ خود دیکھ چکے ہونگے۔غفلت سے بچنا ہوگا۔

19۔ مرداور عورت کا تقابلی جائزہ

ہم مسلمان ہیں۔اور ہمارے پاس عظیم الشان کتاب قرآن پاک کی صورت میں موجود ہے۔اور ساتھ ہی حدیث پاک کا عظیم الشان ریکارڈ موجود ہے۔جن میں عورت اور مرد کا تقابلی جائزہ پیش کر دیا گیا ہے۔بعض صورتوں میں مرد کو Priority پر رکھا گیا۔اور بعض صورتوں میں عورت کو Priority پر رکھا گیا۔

رسولِ پاک ﷺ نے جو عورت کے متعلق بے معنی فلسفے عرب کے اندر تھے اُن کو ختم کیا۔اور عورت کو تحفظ دیا۔اپنی ازواج سے پیار اور محبت کا اعلیٰ معیار قائم کیا۔بیٹی کو آنکھوں کی ٹھنڈک کہا۔عظیم صحابہؓ نے عورتوں کو برابری کی سطح پر رکھا۔اور پوری طرح اُن سے مطابقت کی۔

قرآن نے مرد اور عورت کو اَحسن تقویم کے طور پر پیش کیا۔اَحسن تقویم کا مطلب جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔Best Structure اللہ تعالیٰ جس Structure کو اعلیٰ فرما دیتا ہے۔اُس کے اندر کوئی اپنا نصاب تعلیم ٹھونسنا غلط ہے۔لیکن ہم دیکھتے ہیں۔کہ اَحسن تقویم جس میں مرد اور عورت دونوں ہیں۔عورت ذات پر سخت تنقید کی گئی۔اور دفتر کے دفتر بھر کر رکھ دیئے گئے۔غیر مسلم اگر ایسا کر لیتے تو اور بات تھی۔اس میں ہمارے ادیب اور فلسفی بھی پیش پیش رہے۔مرد اور عورت مادی دنیا میں رہتے ہیں۔اِن کا شر اور خیر سے واسطہ رہتا ہے۔مرد بھی غلطی کرتا ہے اور عورت بھی۔فلسفیوں نے جو غلطی کی وہ یہ ہے۔کہ ایک عورت کی غلطی کا لیبل روئے زمین کی سب عورتوں پر لگا دیا۔ادیب اور فلسفیوں نے ایسا کیوں کیا۔جب کہ پہلے دور کے ادیب اور فلسفی لکھنے پڑھنے میں سارا وقت لگا دیتے تھے۔نہ تجارت کی نہ محنت کی اور نہ ہی پیسہ کمایا۔

سب کی سب Demand عورت پر رکھی۔ وہ بیچاری کہاں سے ایسے خاوند کی Demand پوری کرتی۔ فلسفی نے اُس کے تمام عیب گنوا دیئے۔

یہ ایسے ادیبوں اور فلسفیوں کا خود ساختہ نصابِ تعلیم تھا۔ ایسے فلسفیوں نے شاید فرعون، ہامان اور شداد کو بُرا نہیں کہا۔ لیکن عورت اِن سے نہ بچ سکی۔ اور اُن عورتوں کا بھی خیال نہ رکھا۔ جو اگر سورج اور چاند کے سامنے بھی آ جائیں۔ تو وہ ماند پڑ جائیں۔ اور انہوں نے قرآن اور حدیث کے علوم کو بھی Supersede کیا۔

روحانی طور پر ہر مرد اور عورت ایک جیسا Pattern (جسامت) رکھتے ہیں۔ Star Seven ہر مرد اور عورت کے Inner میں موجود ہیں۔ اِسی لئے لاتعداد مرد اور عورتیں اللہ کے دوست کہلاتے ہیں۔ صرف پاکستان کے اندر لاکھوں مرد اور عورت کے Pairs اپنے اپنے گھر کے اندر یک جان اور یک قالب ہیں۔ اُن کے بیٹے اور بیٹیاں اُن کے لیے اللہ کی رحمت ہیں۔ عورتیں ولی اللہ ہیں۔ اور خاتونِ جنت بھی۔ منفی پراپیگنڈا لاعلمی اور جہالت ہے۔ ایک عورت گناہ گار ہو سکتی ہے۔ ایک مرد گناہ گار ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک عورت گناہ گار ہونے سے سب عورتیں گناہگار نہیں ہو سکتیں۔

ہماری روحانی ماؤں جن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سرفہرست ہیں۔ جن سے بے پناہ احادیث روایت ہوئی ہیں۔ جو رسولِ پاک ﷺ کے بعد ہمارے لیے رہنمائی کا وسیلہ بنیں۔ عورت جب کئی بچوں کے اندر طاقتور جوہر دودھ انڈیل دیتی ہے۔ تو اُس کی فزیکل حالت کم تر ہو جاتی ہے۔ جب ایسی صورت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے عورت کو تحفظ دیا۔ اور شہادت کی صورت میں ایک دوسری عورت کے ساتھ مدد فرمائی۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورتوں کو تحفظ دیا گیا۔ یہ کم عقلی کی علامت نہیں۔ یہ سلسلہ زمانہ قدیم سے ہی شروع رہا۔ میں اُن کی تنقید کا جواب تحریر میں لانا چاہتا تھا۔ لیکن

یہ لسٹ بہت لمبی ہے۔میری تحریر سے صورتحال واضح ہے۔اور موجودہ دور کے ایسے ذہن رکھنے والوں کے لیے اشد ضروری ہے۔کہ وہ پہلے قرآن اور حدیث کو سمجھیں۔تا کہ اُن پر اصل صورتحال واضح ہو۔

20۔نیابت

قرآن پاک کی آیت ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْماً جَهُوْلاً ہ (سورہ احزاب 72)

ترجمہ:''بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی۔آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی۔بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔''

آیتِ بالا کی تشریح کا مفہوم جو میرے ذہن کے اندر ہے۔کافی مختلف ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔کہ انسان نیابت قبول کر کے ظالم اور جاہل کیوں بن گیا۔اور نیابت ہے کیا؟

اکثر یہ سمجھا جاتا ہے۔کہ نیابت کوئی اونچے درجے کی چیز ہے۔اور کسی مخصوص ہستی کو حاصل ہوتی ہے۔میرے خیال میں ایسا بالکل نہیں ہے۔قرآن کے بیان کے مطابق نیابت ہر انسان کو حاصل ہے۔ہر انسان کے اندر علمِ اسماء بھی ودیعت کیا گیا ہے۔ اسے عام فہم بنانے کے لیے ایک چیز کی ضرورت ہے۔

وہ ہے ارادے کی قوت۔تو یہ قوت ہی نیابت ہے۔جس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ گویا وہ قوت ہے تو جزوی لیکن وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔اس قوت نے بڑے بڑے فرعون، ہامان، شدّاد پیدا کئے ہیں۔ جو یقیناً جاہل اور ظالم کہلائے۔اور ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ارادے کی قوت پر کنٹرول رکھنا خاصا مشکل کام ہے۔اگر ہم ارادے کی قوت نہ رکھتے۔تو ظالم اور جاہل بھی نہ بنتے۔یعنی ارادے کی قوت ہم کو ظالم اور جاہل بناتی ہے۔ نیابت میں ہم کو یہ قوت دینا ضروری تھا۔ورنہ نیابت حاصل نہ ہوتی۔لیکن جو لوگ ارادے کی قوت کو احتیاط سے استعمال کرتے ہیں۔وہ ظالم اور جاہل نہیں۔ارادے کی قوت سب خرابیاں پیدا کرتی ہے۔یہ خدائی قوت ہے۔اِس قوت سے غلط کام ہم سے ہوتے ہیں۔لیکن ہمارے اسلاف نے ارادے کی قوت کو اپنی قوت نہیں بنایا۔اور ظالم اور جاہل لوگوں کی لپیٹ سے دور رہے۔صراطِ مستقیم بھی ہمارے لئے ہی ہے۔اُس کے لئے ارادے کی قوت کا استعمال درست رکھنا ہوگا۔

21۔وحدت الوجود اور وحدت الشہود

وحدت الوجود ہرگز اللہ تعالٰی کی ذات نہیں۔اللہ تعالٰی کی ذات ہماری سوچ و چار سے بالاتر ہے۔ ہم اللہ تعالٰی کو اپنے حساب کتاب اور تخمینوں میں نہیں لا سکتے۔ وہ ایک لامحدود Supreme پاور ہے۔جو انسان ،جن،اور فرشتوں کی سوچ سے بالاتر ہے۔وحدت الوجود وہ فورس یا تجلّی ہے۔جو کائنات کا Base ہے۔یعنی سب کچھ اِسی سے تخلیق ہو رہا ہے۔اور یہ ایک ہی نقطہ ہے۔اس نقطہ کے اندر ایک اور نقطے کی تشکیل ہوتی ہے۔جو حضرت محمد ﷺ ہیں۔اور باقی سب تخلیق اِس نقطہ سے ہو رہی ہے۔اب

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ سب کچھ پہلے نقطہ سے ہی تخلیق کیوں نہیں ہو رہا۔

اللہ تعالیٰ کے اندر بشریت کا جوہر ضم نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرے نقطہ میں بشریت ضم ہو سکتی ہے۔ پہلا نقطہ احد اور دوسرا نقطہ احمد ہے۔ کائنات جب صعود اور نزول سے گزرتی ہے۔ فنا اور بقا کا میکنزم جب Work کرتا ہے۔ یعنی کائنات جب اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ تو پھر احمد میں فنا ہوتی ہے۔ اور احمد سے احد یعنی مرکزی نقطہ میں ضم ہو جاتی ہے۔ اگر احد سے احمد کا میکنزم نہ چلے تو یہ کائنات زیر بحث نہیں آسکتی۔ یعنی کائنات کی تشکیل نہیں ہو سکتی۔ کائنات مادیّت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مادیّت سے بالاتر ہے۔ نقطہ احمد ﷺ اللہ تعالیٰ اور مادیّت دونوں سے ملا ہوا ہے ہم احد کو وحدت الوجود اور احمد کو وحدت الشہود کہتے ہیں۔ وحدت الشہود کے بے پناہ میکنزم ہیں۔ یہاں شے کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور یہ حقیقت محمدی ﷺ بھی ہے۔ یہاں پر میں ہر کسی پر اپنا مشاہدہ واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ دنیا میں رہتے ہوئے۔ ایٹم یا ایٹم سے بھی چھوٹی چیز موجود ہے۔ تو اُس پر لفظ "محمدؐ" ﷺ کی مہر سبط ہے۔

کتھے لبدئے پھر ودے احدنوں تے احمد نوں

دونویں اکٹھے رہندے نیں ہر ذرہ ہر جان اندر

22۔فرشتے، جنات اور انسان کی شناخت

روحانیت تین فورس فرشتے، جنات اور انسان کی صورت میں ہے۔

FORCE -1 فرشتے:

یہ چار نور کی مخلوق ہے۔اِس لئے اِن سے بننے والی مخلوق ذات اور صفات میں انسانوں اور جنات سے مختلف ہے اِن کی تقسیم اعلیٰ اور ادنیٰ ہوئی ہے۔یہ ایک مخصوص Set up میں رہتے ہوئے Time & Spac کی نفی کرتے ہیں۔خیر سے منسلک ہیں۔ایک تعداد میں ازل سے موجود ہیں۔اِس لئے اِن میں Sexual Production کا کوئی سوال نہیں۔ اِن کے اندر روحانی قوت موجود ہے۔جسکا حکم کے تحت مظاہرہ کرتے ہیں۔وہ اپنی خوراک خود ہیں۔اعلیٰ درجے کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی جزوی معرفت رکھتے ہیں۔اپنی زون میں رہتے ہیں۔لیکن زون کی تبدیلی ان کے لئے ممکن ہے۔

FORCE -2 جنات:

یہ پانچ نور کی تخلیق ہے۔اِس لئے ذات صفات میں انسانوں اور فرشتوں سے مختلف ہیں۔شر اور خیر کی قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔Sexual Production ہوتی ہے۔انسانوں کی طرح اولاد رکھتے ہیں۔ظاہری شکل بھی انسانوں سے ملتی جلتی ہے۔فزیکل قوت انسانوں سے بہت زیادہ ہے۔اِن کو Smokless Fire Force بھی کہتے ہیں۔یہ آگ نہیں فورس کی ایک قسم ہے۔انسانوں سے خدوخال قدرے مختلف بھی ہوجاتے ہیں۔اپنی زون میں رہتے ہیں۔لیکن دوسری زون میں جانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

3- FORCE انسان:

یہ چھ نور کی مخلوق ہے۔اِن کے اندر شر اور خیر کی قوت کا میکنزم موجود ہے اگر اصل کو جان لیں تو اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتے ہیں۔زمین اور آسمانوں کے تمام خزانے اِن کے پاؤں کے نیچے ہیں۔لیکن پہلے اپنے آپ کو پہچان کر اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی شرط پوری کرنی ہوگی۔انسان مادیت میں رہ رہا ہے۔جس نے اِس کو جکڑا ہوا ہے۔لیکن وہ سب زون کے اندر جانے کی اہلیت رکھتا ہے۔انسان کے اندر روحانی قوت فرشتوں اور جنات سے زیادہ ہے۔لیکن غبار بھی ہے جو سخت مزاحمت کرتا ہے۔

23۔شعور

انسانی شعور کی سوچ جس پر انسان بھروسہ کر کے بیٹھا ہوا ہے۔میرے خیال میں بہت ہی کمزور تر ہے۔بعض صورتوں میں یہ اتنا کمزور ہے۔کہ چیونٹی کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔شعور مجاز ہے۔جو سطحی علم سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔لاشعور ہی حقیقت کا علم رکھتا ہے۔میں مشروب پی رہا تھا۔ایک قطرہ زمین پر گر گیا۔میں گھر کے اندر تھا۔فرش بالکل پختہ تھا۔اِردگرد دور تک سب ہی پختہ تھا۔تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد میری نظر فرش پر پڑی۔میں نے دیکھا کہ چیونٹیوں کا ایک جھنڈ تقریباً پچاس (50) کے قریب مشروب کے قطروں پر جمع ہیں۔میرے ذہن میں بہت سے سوال پیدا ہوئے۔کہ چیونٹیاں اتنی جلدی سے کہاں سے وارد ہوئیں۔کیا دور فاصلے پر انہوں نے اس کو سُونگھ لیا۔جبکہ میں اسے سونگھ نہیں سکتا۔کیا یہ یہاں اُڑ کر آئی ہیں۔جبکہ اُن کے پَر بھی نہیں ہیں۔کیا اِن کے دماغ کے اندر کوئی ایسی چیز ہے۔کہ وہ دور تک دیکھ سکتی ہیں۔کیا کسی ایک چیونٹی کو پہلے خبر

ہوئی۔اور اُس نے سب کو آگاہ کردیا۔

اِس کے آگاہ کرنے کا کون سا طریقہ ہے۔وادی نمل کے واقعہ میں سردار چیونٹی نے باقی چیونٹیوں کو کس طرح حضرت سلیمانؑ کے لشکر سے آگاہ کیا۔

یہ سب کچھ ہمارے شعور کی حد سے Advance ہے۔کیا چیونٹیاں اتنا Advance سوچ رکھتی ہیں۔جب کہ انسان نہیں رکھتا۔کیا ہم چیونٹیوں سے بھی کم تر ہیں۔قرآن پاک کے اندر جس علم سے آگاہ کیا گیا ہے۔کیا ہم نے اِس پر سوچ وچار کی ہے۔اور وہ کون لوگ ہیں۔جو ہمیں اصل کے نزدیک نہیں آنے دیتے۔ ہمارے سکالر خاموش کیوں ہیں۔جب کہ سب کا دعویٰ ہے۔کہ وہ قرآنِ پاک کو صدیوں سے سمجھ چکے ہیں۔

24۔درودِ شریف کا پڑھنا

قران پاک کی آیت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً ہ۔

ترجمہ: بے شک اللہ اوراس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔اس غیب بتانے (نبی) والے پر۔اے ایمان والوان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔(سورہ الاحزاب 56)

اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی کریم ﷺ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔تو اے ایمان والو تم بھی نبی کریم ﷺ کو خراجِ تحسین پیش کیا کرو۔اِس طرح اور بھی بہت سی آیات ہیں۔جن میں حضور ﷺ کو Appreciate (تعریف کرنا) کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ درودِ پاک پڑھے عام Sence میں جیسا کہ ہم کہہ رہے ہوتے ہیں کوئی معتبر رائے نہیں ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک لامحدود سپریم پاور ہے۔جس کو ہم اِس سطح پر نہیں لا سکتے۔اللہ کو اللہ ہی سمجھنا ہوگا۔اِسطرح کہنے سے اس کی بے نیازی پر حرف آتا ہے۔دوسرا میں یہ کہنے پر بھی حق بجانب ہوں۔کہ ہمارا درودِ پاک پڑھنا آپ ﷺ کی ذات سے فیوض حاصل کرنا ہے۔نہ کہ ہم رسولِ پاک ﷺ کو کچھ دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک ﷺ ہم کو دینے کی پوزیشن میں ہیں۔نہ کہ لینے کی۔ہم اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک ﷺ کو محدود حد تک جانتے ہیں۔اُن کو پہچاننے کا حق ہم پورا نہیں کر سکتے۔درودِ پاک پڑھنے سے ہم اپنے اندر حجابِ محمود، حجابِ کبریا اور حجابِ عظمت کے نور کا کھوج لگا کر ہی بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔اور یہ بڑی عظمت ہے۔درودِ پاک کے فضائل کو تلاش کر لینا ہی ہمارے عروج کی حد ہے۔بعض لوگوں کا خیال ہے۔کہ درودِ پاک اللہ تعالیٰ کا وظیفہ ہے۔کیا اللہ تعالیٰ بھی وظیفے پڑھتا ہے؟ بہرحال میں رسولِ مقبول ﷺ کا اُمتی ہوں۔درودِ پاک کا وظیفہ پڑھتا ہوں۔

25۔دُعا کا مفہوم

کیا دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔بے شک دُعا اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔لیکن پھر ہماری دُعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں۔جب انسان دُعا کرتا ہے۔تو یہ دُعا روحانی Body میں Feed نہیں ہوتی۔کیونکہ ہم اپنی روحانی Body جو Steping up میں اللہ تعالیٰ سے جا ملتی ہے اِس میکنزم کو جانتے ہی نہیں۔اگر ہماری کوئی دُعا ایسی ہے کہ ہم Nature کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے اصولِ Nature کو بدلنا کسی کے بس کی بات نہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بنائی Nature (فطرت) بدلی نہیں ہوسکتی یہ ایک مضبوط دیوار ہے۔جس کو گرایا نہیں جا سکتا۔اگر میں دُعا کرتا ہوں۔کہ کل سورج طلوع نہ ہو۔تو یہ دُعا نہیں۔میں اللہ تعالیٰ کی Nature کو بدل رہا ہوں۔جو میں نے جرم کیا دُعا نہیں کی۔

ہم دُعا کرتے ہیں۔کہ کفار پر ہم کو فتح ہو۔لیکن مقابلے کے لئے تیاری نہیں کی۔یہ بھی Nature کے خلاف ہے۔دُعائیں تو مانگ رہے ہیں۔لیکن سوچ وچار نہیں کرتے۔اُس آدھ گھنٹہ سجدے میں دُعا کا کیا فائدہ؟ جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کی Nature کے اصول کو خود بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔کسی کا حق کھا جانے کے لئے۔دوسرے پر ظلم کرنے کے لئے دُعا۔دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے۔کسی کو برباد کرنے کے لئے دُعا۔

پھر یہ کیسی دُعائیں ہیں؟ خود ہی سوچو۔

ہمارے اندر کا روحانی میکنزم ایسی دُعاؤں کو رد کرتا ہے۔اِس لئے وقت برباد نہ کرو۔

دن کے وقت ہر بُرے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور پھر نماز کے بعد ایمان کی سلامتی کی دُعا۔سوچ وچار میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔

26۔استدراجی اور رحمانی علوم

فرعون کا دربار لگا ہوا تھا۔اُس وقت کے اونچے درجے کے جادوگر حاضر تھے۔ تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شکست دے سکیں۔

اُن کے خیال کے مطابق حضرت موسیٰؑ بھی ایک جادوگر تھے پھر مقابلہ جاری ہوا۔ جادوگروں نے رسیاں پھینکیں تو رسیوں نے سانپوں اور اژدھوں کی شکل اختیار کر لی۔

مقابلے میں حضرت موسیٰؑ اپنا عصاء زمین پر ڈالتے ہیں تو وہ اژدھا بن جاتا ہے۔اور جادوگروں کے سانپوں کو اژدھا بن کر کھا جاتا ہے۔اور حضرت موسیٰؑ کو فتح ہوتی ہے۔فتح کو فرعون نے تسلیم کیا۔اور حضرت موسیٰؑ کو اپنے جادوگروں سے زیادہ طاقت ور جادوگر تسلیم کر لیا۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کا علم رحمانی تھا۔اِس لیے وہ Super ہوا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رحمانی علم کیا ہے۔حضرت موسیٰؑ کا Super (اعلیٰ) ہونا تو فرعون نے قبول کر لیا۔اور اِس صورتِ حال میں حضرت موسیٰؑ کو اُس نے بڑا جادوگر سمجھا۔ بظاہر تو ایسا ہی تھا۔اور ہم حضرت موسیٰؑ کا علم رحمانی تسلیم تو کرتے ہیں۔لیکن اُس وضاحت کو گول مول کر دیتے ہیں۔کسی بھی تشریح کرنے والے نے اس کو Clear نہیں کیا۔

اِستدراجی اور رحمانی علم کا جب مقابلہ ہوتا ہے۔تو ایک ظاہری فتح ہوتی ہے۔ دوسرا اُس کا Effect مقابلے پر آئے ہوئے آدمیوں کے Inner میں چلا جاتا ہے۔وہ کیسے جب فرعون نے جادوگروں کو کہا کہ کہو حضرت موسیٰؑ ہم سے بڑا جادوگر ہے۔تو انہوں نے ایسا نہیں کیا۔انہوں نے کہا کہ ہم حضرت موسیٰؑ اور اس کے اللہ پر جو ہمارا بھی

اللہ پہ ایمان لاتے ہیں۔

جادوگر حضرت موسیٰ پر کیوں ایمان لائے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کی وساطت سے حضرت موسیٰ کا رحمانی علم اُن کے اندر(اِنر)Inner میں داخل ہو چکا تھا۔یعنی روح میں داخل ہوگیا۔ اب وہ اُس سے ہٹ نہیں سکتے تھے۔اور جب فرعون نے اُن کو سخت سزا ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کی سزا سے آگاہ کیا۔تو وہ خوف زدہ نہیں ہوئے۔اور انہوں نے کہا کہ اب تو جو کرنا چاہتا ہے کرگزر۔لیکن اب جو ہمارا ایمان حضرت موسیٰ اوراس کے اللہ پر ہے۔اُس سے پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

اِس معاملے میں ظاہری علم پر بہت بحث ہوئی۔لیکن روحانی علم کے پیچ وتاب نہ سمجھنا یہ مسئلہ الجھاؤ میں دکھائی دے رہا تھا۔

27۔کیا چیونٹی ایک کمزورترین مخلوق ہے

امر واقع یہ تھا۔کہ حضرت سلیمانؑ کی عظمت کا ہر جگہ چرچا تھا۔وہ دوسری کسی تہذیب کو ذہن میں نہیں لا رہے تھے۔

ہم جیسا کہ خیال کرتے ہیں۔کہ چیونٹی ایک کمزور ترین مخلوق ہے۔اب کمزورترین مخلوق کی حقیقت تلاش کی جائے۔تو وہ کچھ اِسطرح ہے۔

چیونٹیاں رہائش کے لئے زمین کے اندر کالونیاں بناتی ہیں۔جن لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے۔کہ اُن کی کالونیوں کی Set upاتنی اعلیٰ اور پیچیدہ ہے۔کہ اگر کوئی انجینئر درست طریقے سے بنانا چاہے تو بہت مشکل کام ہے۔ ہمارے خوراک کے ذخیرے خراب ہو جاتے ہیں۔لیکن چیونٹیوں کے ذخیرے محفوظ رہتے ہیں۔اور قانونی نظام ہم سے بہت بہتر ہے۔ڈیوٹیاں علٰیحدہ علٰیحدہ ہیں۔غفلت کسی Field میں نہیں ملتی۔

جبکہ انسان کے بنائے ہوئے نظام میں بے شمار Flaw (نقص میں) ہیں۔

ایک اور مثال حضرت سلیمانؑ کے دور میں ایک ملکہ چیونٹی نے حضرت سلیمانؑ اور اُن کے لشکر جن میں بے شمار چرند، پرند بھی تھے۔ سب کو کھانے پر دعوت دی۔ دعوت کے دوران حضرت سلیمانؑ نے چیونٹی کو ہاتھ پر اُٹھالیا۔ اور ملکہ چیونٹی سے سوال کیا۔ بتا کہ میری حکومت اعلیٰ ہے۔ یا تمھاری حکومت اعلیٰ ہے۔ چیونٹی نے جواب دیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کہ حکومت کس کی اعلیٰ ہے۔ میں تو یہ کہ سکتی ہوں کہ حضرت سلیمانؑ کا ہاتھ اِس وقت میرا تخت ہے۔ یعنی چیونٹی نے اِس طرح اپنی برتری ظاہر کردی۔ تو حضرت سلیمانؑ نے آگے جواب نہیں دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اتنے اعلیٰ کھانے کہاں سے آئے۔ انسانوں نے دعوٰی کیا کہ میرے کُن کہنے سے سب کچھ موجود ہو سکتا ہے۔ چیونٹی نے انسانوں سے برتری ثابت کی۔ کائنات کے اندر ایک چیز کو حاصل کرنے کا مطلب Direct System ہے۔ سیب ضروری نہیں درخت سے حاصل کیا جائے۔ Direct بھی ہاتھ پر آسکتا ہے۔ دعوت میں کھانا ریز کے واسطے سے ہر کسی کے سامنے موجود تھا۔ اور اس کی Variety اور ذائقہ بہر حال بہتر تھا۔ اور آگے وقت آئیگا۔ جب Direct System پر جانا پڑے گا۔ جیسے چیونٹی نے کر دِکھایا۔

ایک ملکہ چیونٹی نے صدیوں پہلے کر دکھایا۔ اور گنتی کے انسانوں کے علاوہ باقی سب محوِخواب ہیں۔ کائناتی فارمولوں پر ہم دھیان نہیں دیتے۔ پھر حقیقت کس طرح سامنے آئے۔ ہمارا خیال اُن باتوں پر ہوتا ہے۔ جو دنیاوی واسطوں سے ہمارے لیے سودمند ہوں۔

ایک گروپ کہتا ہے کہ رسول پاک ﷺ نور ہیں۔ دوسرا کہتا ہے ایسا ہرگز نہیں۔

یہ ایک دیرینہ مسئلہ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔کہ میں بندۂ مومن کے دل میں ہوں۔تو بندۂ مومن کا دل بھی تو نور ہی ہوگا۔تو ہر بندہ ہی نورعلیٰ نور اور روشنیوں کا بنا ہوا ہے۔یعنی ہر بندہ نور ہے۔اور فرشتوں سے اعلیٰ ہے۔جن کو سب مانتے ہیں۔فرشتے نور ہیں۔پھر جو اعلیٰ ہے۔وہ نور کیوں نہیں ہوگا۔پھر جھگڑا کس بات پر ہے۔سیدنا حضور پاک ﷺ تو ہر چیز کا بیس ہیں۔پھر یہ شک کس چیز کا۔

اپنے آپ کو نہ سمجھنا ہی اصل فتور ہے۔بندہ جو اپنے نور سے غفلت کی وجہ سے دور ہے۔اِسی غفلت کو دُور کرنا مقصود ہے۔

28۔کائناتی نقطہ

اللہ تعالیٰ کی ذات نے کائنات کا احاطہ کیا ہوا ہے۔جس کا ہم تجلّی ،نور اور روشنی کی شکل میں ادراک کرتے ہیں۔قرآن کے الفاظ بھی تجلّی کی Output ہیں۔اور یہ تجلّی Every where کا Base ہے۔الحمد شریف دوسری Out put ہے۔جو رسولِ پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے عطا ہوئی۔جس سے آپ ﷺ کی ذات منفرد بنتی ہے۔سیدنا رسولِ پاک ﷺ نے جب یہ الفاظ دہرائے تو کائناتی نقطے کی تشکیل ہوئی۔قرآن اور الحمد شریف احد اور احمد کی منزل ہے۔احمد پوری کائنات کا تخلیقی فارمولا ہے۔احد سے احمد یا Time & Space اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک ﷺ کا مشترکہ میکنزم ہے۔

حدیث پاک ہے:"لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ"وقت میں میرا اور اللہ کا ساتھ ہے۔

الحمد شریف کی Seven آیات کا نور رسولِ پاک ﷺ کو حاصل ہے۔باقی نور کی تقسیم ہر چیز کا علیٰحدہ فارمولا ہے۔رسولِ پاک ﷺ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

اِس طرح کائنات آپ ﷺ کے نور کی تشکیل ہے۔ ہر چیز کا وجود آپ ﷺ کے نور سے ظاہر ہو رہا ہے۔ الحمد شریف کے اندر پوری کائنات چھپی ہوئی ہے۔ قرآنِ پاک کا نور الحمد شریف میں Inspire (سرائت کرنا) ہو رہا ہے۔ قرآن پاک تجلّی ہے۔ اور الحمد شریف وہ کائناتی نقطہ ہے۔ جو کائنات کا Base ہے۔ اِس کائناتی نقطہ پر Approach لاشعور کے اندر چلا جاتا ہے۔ جو ہمارا مقصود ہے۔

29۔ وَفِیٓ اَنۡفُسِکُمۡ ط اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ہ۔ (سورہ ذاریات 21)

ترجمہ: ''اور خود تم میں۔ تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں۔''

اِس آیت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ انسان اللہ تعالیٰ سے منسلک ہے۔ اور ہمیں بھی اِس بات سے آگاہ ہو جانا چاہیے۔ انسان کے اندر تین Forces ہیں۔ پہلی فورس ثابتہ ہے۔ جو نورٌ علیٰ نور مقام ہے۔ دوسری فورس اعیان ہے۔ یہ بھی نور در نور مقام ہے۔ اور تیسری فورس جویّہ ہے۔ یہ بھی ایک اعلیٰ فورس ہے لیکن یہاں پر مادیّت بھی پائی جاتی ہے۔ انسان کی ڈیوٹی یہ ہے۔ کہ وہ اعیان کی فورس کو یہاں ضم کر دے۔ اور پھر جو کچھ حاصل ہو۔ اسے ثابتہ سے منسلک کر دے۔

انسان جویّہ کی چھوٹی یا بڑی خرابی کے علاوہ اعلیٰ نور سے Construct ہوا ہے۔ انسان کی عمارت نور کے اوپر قائم ہے۔ اور انسان عرفِ عام میں نور ہے۔

آیت بالا سے یہ ثابت ہو رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اندر ہے۔ اور وہ جگہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ پھر جو لوگ اِس کے علاوہ کچھ اور سمجھ رہے ہیں۔ اُن کی معلومات کیا ہیں یہاں تک کہ کچھ لوگ حضور ﷺ کو بھی نور سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔

اوپر جن فورسز کا ذکر کیا گیا۔انسانی جسم کے اندر اِن فورسز کا مظاہرہ 6 پوائنٹ کی صورت میں ہوتا ہے۔اور اِن کا عملی مظاہرہ ہمارے بزرگ کررہے ہیں۔اور غیر مسلم بھی کررہے ہیں۔ اِن انوار کا Practical Work (عمل کرنا) دیکھا جا سکتا ہے۔ اِن علوم کو سمجھنے میں غیر مسلموں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ اور مسلموں کی تعداد کم ہورہی ہے۔ جب تک اِن انوار پر کنٹرول نہیں ہوتا۔ ہم اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہیں۔تو پھر ہمارا مسلمان ہونے کا کیا مقصد؟۔

جس ذات کا ہمارے پاس کھوج ہی نہیں۔ اُس کی عبادت میں ہم کیسے مخلص ہونگے۔ انسان نور سے Construct ہوا ہے۔ اور سیدنا حضور ﷺ نورعلیٰ نور ہیں۔ جو ہر چیز کی Base ہے۔ لطائف ستہ نور ہیں۔ پھر اِنسان نور کیوں نہیں؟ بدھ اور ہندوٗ اپنے آپ کو نور ظاہر کرتے ہیں۔ مسلمان نور سے بھاگتے ہیں۔

30۔محمد ﷺ وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔بس یہ ہی آپ ﷺ کا اعجاز ہے۔اب اُن کے بتائے ہوئے قانون اور قاعدے موجود ہیں۔جن سے ہم وابستہ رہتے ہیں۔ رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کے نور سے تخلیق ہوا ہوں۔ اور باقی کائنات میرے نور سے تخلیق ہورہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔اُس کو میں نے ظاہر کر دیا۔ چھپا ہوا خزانہ احمد ہے۔جو اللہ تعالیٰ کی Planning ہے۔

امر واقع یہ ہے۔احد تو اللہ تعالیٰ ہے۔اور دنیا تخلیق ہورہی ہے احمد کے نور سے۔

تو مطلب صاف ظاہر ہے کہ احد اور احمد ہر ذرہ اور ہر جان کے اندر اکٹھے رہ رہے ہیں۔ جہاں احد ہے۔ وہاں احمد بھی ہے۔ لیکن ہمیں نہ احد نظر آتا ہے نہ احمد۔ کیوں کہ ہماری Approach مادہ کی حد تک ہے۔ گہرائی سے ہم دور ہیں۔ یعنی ہم ہر چیز کے Deep پہلو سے غافل ہیں۔ کسی بھی چیز کی جب گہرائی سامنے آتی ہے۔ تو وہ ہی حقیقت ہے۔

محمد (ﷺ) ''ہر گارڈ پارٹیکل'' پر لکھا ہوا ہے۔ اور ہر چیز پر رسول مقبول ﷺ کے چہرہ کا عکس نظر آتا ہے۔ جب تک بندہ یہ نہیں دیکھ سکتا۔ شاید اُس کی اُلجھن کا سبب بنے

لیکن وہ ہے۔ روحانی دنیا کے اندر نظامِ تکوین کا جال بچھا ہوا ہے۔ آپ ﷺ اُس کو اپنے Set up سے مل کر چلا رہے ہیں۔ یعنی آپ کا دنیا میں آنا اور چلا جانا۔ ایک Additional Set up (مزید) ہے۔ جب آپ ﷺ دنیا میں آئے تو بھی نظامِ تکوین چلا رہے تھے۔ یعنی آپ ﷺ کائنات کی Feeding بھی کر رہے تھے۔ اور کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ کا مقام حجابِ محمود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقام عرشِ عظیم ہے۔ عرشِ عظیم اور حجابِ محمود ہر ذرہ اور ہر جان کے اندر ہے۔ اِس ہی وجہ سے آپ ﷺ اور اللہ تعالیٰ جَلِ جَلالہٗ ہر جگہ موجود ہیں۔ احمد اللہ تعالیٰ کی Planning (منصوبہ ہے) ہے۔ بشریّت سے میری مراد مادیّت ہے۔ رسولِ مقبول ﷺ دنیا میں آئے۔ شادی کی کھانا کھایا۔ دودھ پیا۔ اپنے کام کئے اور لوگوں کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ کے اندر مادیّت نہیں سما سکتی۔

سورہ اخلاص واضح کر رہی ہے۔ اب جب کہ ہم واپس جنت کی طرف جا رہے ہیں ہماری کارکردگی رسولِ مقبول ﷺ کے پاس ہے۔ رسولِ پاک ﷺ میں ضم ہو کر احد میں جائے گی۔ رسول پاک ﷺ کی تخلیق خفیہ خزانے سے ہوئی ہے۔ جس کو روحِ اعظم کہا جاتا ہے۔ روحِ اعظم جو رسولِ مقبول ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے نور سے ہی سب کچھ تخلیق ہو رہا ہے۔

حدیثِ پاک ہے۔"لِیْ مَعَ اللهِ وَقْتٌ" (وقت میں میرا اور اللہ کا ساتھ ہے۔) Time & Space اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول ﷺ کی ایک Set up ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے رسولِ مقبول ﷺ کے واسطے سے مل رہے ہیں۔ اگر پھر بھی کسی کا سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ خود ہی کیوں نہیں کرتا۔ وہ سب کچھ تو کرسکتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے۔ لیکن اُس نے فرشتے بنائے۔ اُن سے کام لیتا ہے۔ وہ زمین آسمان کا مالک ہے۔ بندوں کے ہاتھ سے خدمت لیتا ہے۔

31۔تصوّرِ شیخ کی حقیقت

حضرت ابراہیمؑ (خلیل اللہ) اللہ تعالیٰ کی تلاش میں چاند تک کو خدا کہہ بیٹھے۔ مزید تفکر سے پتہ چلا کہ چاند کا فنکشن دیرپا نہیں۔ یہ خدا نہیں ہوسکتا یہ غروب ہو جاتا ہے۔ لگاتار Research (کھوج لگانا) کے بعد اللہ تعالیٰ کو پالیا۔ یعنی وہم، گمان اور تصوّر یہ سب انسانی ہتھیار ہیں۔ کیونکہ سوچ وچار انسان کو حقیقت تک لے جاتی ہے۔ تصوّف میں تصورِ شیخؒ گر اصل حقیقت نہیں۔ لیکن حقیقت تک رسائی میں معاون ہے۔ شیخ سے محبت شیخ کی صفات کو مرید کے Inner میں منتقل کرتی ہے۔ بلکہ اصول بھی یہی ہے۔ کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے۔ اُس کی صفات محبت کرنے والے کے اندر منتقل ہوتی ہیں۔ محبت کا اثر ہر کوئی قبول کرتا ہے۔

لفظ اللہ کا تصور یا اِس کا ذکر کرنا بھی حقیقت نہیں۔ لیکن حقیقت تک رسائی میں معاون ہے۔ حقیقت گہرائی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جو لامحدود Supreme Power ہے۔ اُس کو روح کی طاقت Establish کرسکتی ہے۔ جب روح کی طاقت انسان

کے اندر (Grip) گرِپ کرلیتی ہے۔ تو انسان کی نظر اپنے مقصود تک پہنچ جاتی ہے۔ یعنی انسان کی Approach تجلّی تک ہو جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی بھی صورت میں دیکھنا حجاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صورت رسولِ پاک ﷺ اور پیرِ کامل کی شکل میں نظر آتی ہے۔ لیکن مرید کا ذہن کہتا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ سارا Practical work ہے۔ سطحی سوچ اسے نہیں سمجھ سکتی۔

32۔ دو اِنسان

ہماری ساخت دو اِنسانوں کے خمیر سے تعمیر ہو رہی ہے۔ پہلا انسان جسمِ مثالی کی صورت رکھتا ہے۔ اِس کا Structure نور در نور ہے۔ یہ ٹائم اور سپیس سے بالا تر ہے۔ اِس کے اندر روشنیوں کا ایک Powerful میکنزم ہے۔ ایک طرف یہ اپنی اصل یعنی روحِ اعظم سے ملتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ روحِ حیوانی سے ملا ہوا ہے۔ جو مادیّت اور بشریت کا Structure ہے۔

جسمِ مثالی کے اندر ایسی فورس ہے۔ کہ وہ فزیکل باڈی کو سہارا دیئے رہتا ہے۔ اور روحِ حیوانی کے Function اِس سے واسطہ رہتے ہیں۔ جبکہ روحِ حیوانی دوسرا انسان تو مکمل طور پر مادیّت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ لیکن سب خرابیوں کے علاوہ یہ جسمِ مثالی یعنی اپنی اصل کو بھی خرابی کی طرف رغبت دیتا ہے۔ اور اپنا رنگ اُس پر چڑھانا چاہتا ہے۔ اور جسمِ مثالی کو بھی اپنی اصل یعنی روحِ اعظم سے بھی ہٹانا چاہتا ہے۔ اور اپنے لئے کوئی راستہ نہیں چھوڑتا۔ لیکن اگر روحِ حیوانی اپنے اندر روحِ انسانی کا رنگ قبول کرلیتی ہے۔ تو یہی صراطِ مستقیم ہے۔ پھر انسان اوّل اور انسان دوئم دونوں کا باہمی راستہ

ایک ہو جاتا ہے۔ جو خیر کا راستہ ہے۔

33۔روحانی علوم

روحانی علوم روح کے علوم ہیں۔اور یہ سب انسانی بدن کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔یا یہ سمجھو کہ اِن تمام علوم کا منبع انسان ہے۔قرآنِ پاک کو پڑھ کر اِن علوم کی کھوج لگائی جاسکتی ہے۔اور یہی تصوّف کا علم ہے۔قرآنِ پاک ایک بصیرت بھری کتاب ہے۔ جوانسان کا Manual (نصابی کتاب) ہے۔

اب جبکہ انسان کا شعور بھی جوان ہو چکا ہے۔تو اسے بھی ہوش میں آنا چاہیے۔ کیونکہ اِس دنیا کے علاوہ باقی سب روحانی دنیائیں ہیں۔اور وہاں کے لئے یہ ضروری ہے۔کہ انسان روحانی علوم حاصل کرے۔ورنہ باقی سب دھوکا ہے۔مرنے کے بعد صرف پچھتاوے کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔سطحی علم کسی کام نہیں آئے گا۔یہ آگے چلنے والا نہیں۔Next دنیا کے لئے اِس میں کوئی Pattern (نمونہ) نہیں۔اور اِس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ ۔ اورخودتم میں۔تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں۔(سورہ ذاریات 21)

خدا کی قدرت کے دلائل انسان کے اندر رچ بسے ہوئے ہیں۔اِن کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

34۔سیدنا حضور ﷺ کا وصال

سیدنا حضور ﷺ نے دنیا سے اپنے مشن کو احسن طریقے سے مکمل کرلیا۔تو دنیا سے رخصت کا وقت آ گیا۔جب سیدنا حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔تو حضرت عزرائیلؑ بھی حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے سیدنا حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں آپ ﷺ کے امتی سے اِتنا پیار کرتا ہوں جتنا پیار اُس کی ماں بھی نہیں رکھتی۔تو سیدنا حضور ﷺ نے خوشی کا اظہار کیا۔لیکن جب سیدنا حضور ﷺ کا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو جاہل لوگوں نے یہ مشہور کردیا۔کہ نعوذباللہ آپ ﷺ کی جان تکلیف سے نکلی ۔یادرکھنے کی بات یہ ہے۔کہ کائنات کا سارا نظام آپ ﷺ کی جان سے ہی قائم اور دائم ہے۔محض سیدنا حضور ﷺ کو نہ سمجھنے والے ہی ایسا گمان کرسکتے ہیں۔

"لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ" اِس سے بڑی سند کہاں سے لائی جائے۔یہ کہنا کہ فلاں کتاب اور فلاں کتاب تو ہم اُمتیوں کے لئے کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی۔

35۔وحی اور الہام

رسول پاک ﷺ امی تھے۔اُن کے خمیر کے اندر علوم کا تمام خزانہ پیدا ہونے سے پہلے ہی موجود تھا۔قرآنی علوم رسول پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سکھائے۔انسانی شعور Gradually Increase (آہستہ آہستہ بڑھتا ہے) ہوتا رہا ہے۔اِس لحاظ سے قرآنی علوم رسول پاک ﷺ کی طرف سے ظاہر ہوتے رہے۔

حضرت جبرائیلؑ کا واسطہ بھی رسول پاک ﷺ سے اپنے علوم سمجھنے کے حوالے سے تھا۔وہ گاہِ بگاہِ رسول پاک ﷺ سے علوم کی کمی بیشی پوری کرتے رہے۔ایک ولی اللہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام خوب سمجھتا ہے۔اور ولیوں نے اپنے الہام ہم تک پہنچائے۔وحی رسول مقبول ﷺ بڑے احسن طریقے سے پہنچاتے رہے۔

اب شعور جوان ہو چکا ہے۔اپنے نصابِ تعلیم کو درست کرنا ہوگا۔ساری کائنات کی تخلیق کا سبب رسول پاک ﷺ ہیں۔اور وہ حاکمِ اعلیٰ ہیں۔اور پوری کائنات چلا رہے ہیں۔رسول پاک ﷺ فرشتوں اور ولیوں سے احسن طریقے سے کام لے رہے ہیں۔رسول پاک ﷺ کے اندر تمام علوم بحیثیت امی ودیعت ہوئے تھے۔اپنے اندر جھانکنے کا علم حاصل کرو۔

36۔ عشق مجازی اور عشق حقیقی

ہر نوع اپنی نوع سے قریبی کشش رکھتی ہے۔اور یہ ایک فطری عمل ہے۔انسان جب اپنی نوع میں کسی خوبصورتی کو دیکھتا ہے۔تو متاثر ہوتا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی خوبصورت چیز کو دیکھے تو اُس کو Appreciate نہ کرے۔لیکن Appreciate کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اُس کا مالک بن گیا۔اگر اُس نے مالک بننے کی کوشش کی تو ہزاروں ردِعمل ہونگے۔یعنی راستے میں مشکلات کھڑی ہو جائیں گی۔کیونکہ ہر چیز پہلے سے ایک میکنزم میں سفر پر ہے۔اور معاشرہ ضروری نہیں کہ کسی کی Choice کو Preference دے۔کیونکہ ہر کسی کا اپنا ڈھنگ ہے۔اس کے اندر تبدیلی سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ظاہری رنگ میں آکر جن لوگوں نے یہ مجازی طریقہ اپنایا۔اُن کے نام ہماری لوک داستانوں میں ملتے ہیں۔مطلب یہ ہے۔کہ حقیقت کا رنگ لینے سے پہلے مجازی رنگ سامنے آتا ہے۔اور یہ مجازی رنگ پھلتا پھولتا رہتا ہے۔کہ وہ دو قالب یک قالب کا رنگ اختیار کر جائیں۔پھر مجاز کا عمل دخل ختم ہو جاتا ہے۔یہ وہ مقام ہے۔جہاں آدمی اللہ کو پالیتا ہے۔

جو عشق عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔وہ نہ مجازی ہے نہ حقیقی ہے۔وہ مادیت کا غبار ہوتا ہے۔جو کہ ناپاک فعل ہے۔جو لوگ Direct حقیقت کا رنگ تلاش کرتے ہیں۔وہ تزکیہ نفس سے اپنی ذات کو فنا کرتے ہیں۔اور کامیاب ہو جاتے ہیں۔اور پیرو مرشد کی کشش سے استفادہ کرتے ہیں۔دنیا کی ہر لذت مجازی ہے۔اِن کی حقیقت جنت میں ہے۔

Thinking-37 پاور

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد ﷺ شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

اِس شعر کے اندر حضرتِ امیر خسروؒ نے اپنی قوتِ پرواز کا ذکر کیا ہے۔

Thinking (سوچ) یا سوچ وچار کی قوت جب یقین کا Pattern حاصل کر لیتی ہے۔ تو گہرائی اور پنہائی کا ایک ہی لیول بن جاتا ہے۔

Thinking لامکان کے اندر گہرائی کی انتہا تک پہنچ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچے کا سراغ بھی مل جاتا ہے۔ ایسی ہی Thinking کا جناب خسروؒ نے بھی ذکر کیا ہے۔ جو رسولِ پاک ﷺ کی وساطت سے ہوئی۔ انسان کسی بھی جگہ پر ہو لیکن اُس کی سوچ پرواز کر جاتی ہے۔ انسانی سوچ بھی ایک جسم رکھتی ہے۔ اور سارے نظام دیکھتی ہے۔ آدمی کا لامکاں میں چلنا پھرنا سوچ مجسم کا چلنا پھرنا ہوتا ہے۔

گہرائی کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ سطحی سوچ صرف مادیت کی طرف لے کر جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہمارے وہم وگمان سے بالاتر ہے۔ اور اُس کا تصور بننا بھی حجاب ہے۔ لاشعور اللہ تعالیٰ کا عرش دیکھتا ہے۔ یہ سب احساس کی حد تک ہے۔ اللہ تعالیٰ حجاب میں نظر آتا ہے۔ اور یہ حجاب پیر ومرشد کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک لامحدود سپریم پاور ہے۔ جو دیکھنے اور سوچنے کی حد سے بالاتر ہے۔ ہماری سوچنے کی حد تجلی تک ہے۔ تجلی لامحدود علم ہے۔ اُس کی حد کو ہم کراس نہیں کر سکتے۔ کائنات مختلف Spaces رکھتی ہے۔ اُس کے اندر Forces ہیں۔ اور کائناتی System عروج اور زوال پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ اور کائنات کے کاروبار چلتے دکھائی دیتے ہیں۔

38۔قرآن پاک اور ہم

تمام علوم کا منبع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔یہ علوم ہم تک روحِ اعظم ،روحِ انسانی اور روحِ حیوانی کی صورت میں Stepping Down ہو کر آتے ہیں۔قرآن پاک کی ظاہری صورت تو ظاہری علوم کو دکھاتی ہے۔لیکن Stepping Down کی صورت میں یہ روحِ انسانی اور روحِ اعظم کے اندر روحانی علوم ظاہر کرتا ہے۔تمام بصیرتیں قرآن کے اندر چھپی ہیں۔ہم صرف ظاہر کی حد تک ہی رہتے ہیں۔اور روحانی علوم سے بے خبری کی وجہ سے اختلافی صورتیں ہمارے سامنے آتیں ہیں۔جسکی وجہ سے ہم فرقوں میں بٹ جاتے ہیں۔

ایک مثال ہے کہ اندھوں کا ایک گروپ ہاتھی دیکھنے گیا۔ہاتھی کو وہ دیکھ تو نہیں سکتے تھے۔اور ہاتھی کو چھو کر اُسکا اندازہ لگانا چاہا۔اور جس کے ہاتھ میں جسم آیا۔اُس نے کہا میں نے ہاتھی کو سمجھ لیا۔یہ ایک کمبل ہے۔پھر جس کے ہاتھ میں ٹانگ آئی اُس نے کہا یہ ایک ستون ہے۔جس کے ہاتھ میں دم آئی اُس نے کہا کہ یہ رسی ہے خوشی خوشی واپس آئے تو کسی نے پوچھا کیا ہاتھی دیکھ آئے ہو۔تو ایک نے کہا ہاں دیکھا ہے۔وہ تو ایک کمبل جیسا ہے۔دوسرے نے کہا نہیں یہ تو بالکل غلط کہتا ہے۔وہ تو ایک ستون جیسا ہے ۔تیسرے نے کہا یہ دونوں غلط کہتے ہیں۔ہاتھی تو رسی جیسا ہے۔وہ سب اپنی اپنی بات کو سچ ثابت کرنے کے لئے لڑنے لگے۔

بہرحال قرآن کی تفاسیر بھی اپنے اپنے رنگ میں موجود ہیں۔وہ صرف ظاہر کی حد تک ہیں۔اصل حقیقت تو آگے ہے۔اِس کے Stepping up رنگ اور ہیں۔ جن سے بے خبری کی وجہ سے سب جھگڑے اور اختلافات ہیں۔ہم کو حقیقت تلاش کرنا ہوگی۔ورنہ اللہ اور رسولِ پاک ﷺ جو ہمارے بالکل قریب ہیں۔وہ ہم سے دور ہی

رہیں گے۔

قرآنِ پاک تمام جہانوں یعنی عالمِ ارواح، عالمِ ناسوت، عالمِ اعراف، عالمِ جنت و دوزخ سب کا امین ہے۔ اِس کے اندر تمام علوم کا خزانہ ہے۔ اِس میں ہر زمانے کی Guidance (رہنمائی) موجود ہے۔ اِس کے اصول ازل سے ابد تک ہر دور پر حاوی ہیں۔ یہ نہ out of date ہیں اور نہ کبھی ہوں گے۔

39۔ مراقبہ

اِنسان روحانی اور مادی وجود کا مشترکہ میکنزم ہے۔ روحانی وجود لاشعوری حواس رکھتا ہے۔ جب کہ مادی وجود شعوری حواس رکھتا ہے۔ یہ حواس ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اور ایک دوسرے کے خلاف مزاحمت یا حالتِ جنگ میں رہتے ہیں۔ تمام الہامی کُتب اور پیغمبروں کے قول و فعل لاشعوری حواس کو Support کرتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی ان پر Over come (قابو پانا) مشکل ہو رہا ہے۔ معاشرے میں تمام برائیاں شعوری حواس سے پیدا ہو کر پھیل رہی ہیں۔ شعوری حواس کو کنٹرول کرنے کے لئے لاشعوری حواس کو سامنے لانا ہوگا۔ روحانی لوگوں نے قانون اور قاعدے بنائے ہیں۔ اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مراقبہ ضروری عمل ہے۔ مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری سوچ سے نکل کر باطنی سوچ اپنے اندر پیدا کرنا۔ اِسطرح یقین کا پیٹرن انسان کے اندر پیدا ہو جاتا ہے۔ اِنسان روح کے Function سمجھ جاتا ہے۔ اِنسان باطنی سوچ میں داخل ہو جاتا ہے۔ جو ہماری ضرورت ہے۔

40۔ذکرو فکر

سوچ کی تبدیلی کے لئے ذکرو فکر ضروری ہے۔کسی چیز کی Repetation (دہرائی) کرنے سے سوچ میں تبدیلی آتی ہے۔ہمارا مجاز سے واسطہ ہے۔حقیقت اِس کے اندر ہے۔ جب ہم کسی چیز کو Target (نشانہ کی جگہ) کرتے ہیں۔تو مجاز کے اندر حقیقت کو تلاش کرتے ہیں۔حقیقت گہرائی در گہرائی میں چُھپی ہوئی ہے۔ جب ہم خوبصورتی یا دوسری صفت سے متاثر ہو کر تن من کھو بیٹھتے ہیں۔اپنی ہستی کی نفی کر لیتے ہیں۔تو حقیقت پھر سامنے آتی ہے۔ جو اصل خوبصورتی ہے۔ یہ عارضی خوبصورتی اپنی نفی کرنے پر محو ہو جاتی ہے۔اصل حقیقت اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔اِسطرح آپ نے ایک قرآن پاک یا ایک آیت سے وابستگی کرلی۔گہرائی میں آپ کا ایک روشنی سے واسطہ پڑے گا۔جو اللہ تعالٰی سے ملاتی ہے۔

41۔ایک اسلام

اِس وقت دنیا مختلف مذاہب کے اندر بٹی ہوئی ہے۔ ہر مذہب اپنی سوچ و چار کو لازوال سمجھتا ہے۔اور ہر دوسرے مذہب پر تنقید کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ظاہر نہیں تو در پردہ دوسری قوموں سے لڑنے کا مقصد بھی مذہبی اختلاف ہے۔

تمام مذہبی گروپ الہامی کتابیں رکھتے ہیں۔اگر بغور اِن کا مطالعہ کیا جائے تو سب کا لب لِباب ایک ہی نظر آتا ہے۔اِن سب سے ایک اسلام کی بنیاد پڑتی ہے۔لیکن مذہبی گروپ اِس بات کو کبھی بھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔مسلمان دوسرے مذاہب کے سخت خلاف ہیں۔اور Compromise (تعاون) کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیتے

ہیں۔اور اِس طرح دوسرے مذاہب کے لوگ بھی مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔اِس طرح کارِ خیر میں ایک رمک بھی باقی نہیں رہتی۔

وید کے اندر جو رسولِ پاک ﷺ کی عظمت بیان فرمائی گئی ہے۔بدقسمتی سے ہمارے مسلمانوں کو وہ معلوم ہی نہیں۔وید جس کو ہم الہامی کتاب تسلیم نہیں کرتے۔آپ یہ اقتباس پڑھیں۔

''جس اگنی (تخلیقِ اوّل) کا تمام وسیع ولامتناہی روپ کبھی ختم نہیں ہوتا۔اُسے بغیر جسم والی روح کہتے ہیں۔(یہ مقامِ احمدی کا ذکر ہے) جب وہ پیکر جسمانی میں ہوتے ہیں۔تو تب آئر (سب سے بعد میں آنے والا) اور نراشنس (جو قابلِ تعریف ہو یعنی محمد ﷺ) کہلاتے ہیں۔اور جب کائنات کو منور کرتے ہیں۔تو ماتریشوا ہوتے ہیں۔اور اُس وقت وہ ہوا کی طرح (روحانی) ہوتے ہیں''

اوپر والے منتر میں ماتریشوا رسولِ پاک ﷺ کی تیسری حیثیت کا ذکر آیا ہے۔اور ظاہر ہے یہ مقامِ محمود ہے۔ویدوں کے انگریزی مترجم گرفتھ نے لکھا ہے۔کہ یہ سب سے پُراسرار لفظ ہے۔

ایک،دوسری جگہ بھی ایک ہی منتر میں اِن تینوں حیثیتوں کا بیان دیکھئے۔

''اگنی کا پہلا ظہور سواگ لوک (جنت کی دنیا) میں بجلی (نور) کی شکل میں ہوا۔ان کا دوسرا ظہور ہم انسانوں کے درمیان ہوا۔تب وہ جات وید (یعنی پیدا ہوتے ہی علم رکھنے والا، اُمّی) کہلائے۔اُن کا تیسرا ظہور جل (ویدوں میں جل روحانیت کی علامت ہے) میں ہوا انسانوں کی فلاح کرنے والا ہمیشہ ضوفشاں رہتے ہیں۔

ان کی نعت کرنے والے ہی اُن کی اطاعت کرتے ہیں۔''

لیکن ہندو لوگ رسولِ مقبول ﷺ کو دور دور تک بھی نہیں مانتے۔یہ سب

تعصب ہے۔

42۔درودِ پاک کی وسعتیں

درودِ پاک کی افادیت اور وسعتوں کی حد تک پہنچنا بہت ضروری ہے۔آپ کو بہت سی کتابوں میں درودِ پاک کی افادیتیں درج ملیں گی۔لیکن میں اپنی سوچ کا ذکر اِس طرح کرنا چاہوں گا۔

ضلع چکوال کی ایک عظیم الشان ہستی پروفیسر فقیر باغ حسین کمالؒ روحانی سلسلہ اویسیہ کمالیہ کے بانی نے درودِ پاک (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ)

سب سے زیادہ پڑھ کر پوری دنیا کا Record Beat (ریکارڈ توڑنا) کر دیا۔اور اِس سے بھر پور استفادہ کیا۔اور اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک ﷺ کے حضور وہ مقام حاصل کیا۔جس پر صرف اور صرف رشک ہی کیا جا سکتا ہے۔

رسولِ پاک ﷺ کا مقام جو کہ حجابِ محمود ہے۔یہ وہ سیٹ اپ ہے جہاں سے رسولِ پاک ﷺ پورے نظامِ کائنات کو کنٹرول کر رہے ہیں۔تین حجابات جو کہ حجابِ محمود۔حجابِ کبریا اور حجابِ عظمت ہیں۔

انسان اِن تین سے ثابتہ (خفی ،اخفیٰ)اعیان (روح اور سر) اور جویہّ (قلب اور نفس) کے ذریعے جُڑا ہوا ہے۔تینوں حجابات سے انوارات انسان کے اندر کے روحانی میکنزم کو فیڈ (Feed) ہو رہے ہیں۔جو ہمارے دِل و دماغ کو روشن کرتے ہیں۔اور پھر عالمِ نور پر ہماری گرِپ مضبوط ہو جاتی ہے۔درودِ پاک پڑھنے سے اِس کے اندر چُھپے ہوئے انوارات کا روحانی میکنزم سامنے آتا ہے۔ہم یہاں عالمِ ناسوت میں

Established کیے گئے ہیں۔تصرف ہمیں پارسائی عطا کرتا ہے۔ہم عالمِ ناسوت میں Established ہونے کا مقصد حاصل کر لیتے ہیں۔

43۔معراج

معراج جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔کہ آپ ﷺ کی ذاتِ پاک نے زمین کے اندر بھی سفر کیا اور آسمانوں کے اندر بھی سفر کیا۔اِس سیر ہی کو معراج کا مرتبہ حاصل ہے۔اور یہ بھی ہے۔کہ حضرت جبرائیلؑ بمعہ بُراق کے حاضر ہوئے۔اور حضور ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ (جلّ جلالہٗ) نے طلب فرمایا ہے۔ آپ ﷺ بُراق پر سوار ہوئے۔پرواز کی لیکن سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرائیلؑ نے رُک کر عرض کی۔کہ میں اِس سے آگے نہیں جا سکتا۔کیونکہ آگے میرے پَر جلتے ہیں۔اِس کے بعد حضرت جبرائیلؑ خالی ہاتھ واپس ہوئے۔اور حضورِ پاک ﷺ میدانِ کارزار میں اکیلے رہ گئے۔بہرحال آپ ﷺ نے پھر اکیلے ہی سفر کیا۔آپ ﷺ پیغمبروں سے ملے۔بہت سے Institutions (ادارے) کا دورہ کیا۔

جنت اور دوزخ کے نشیب وفراز بھی دیکھے۔لیکن سفر ابھی نا تمام تھا۔آپ ﷺ نے اگلے سفر پر اتنی قربت حاصل کی۔کہ 2 کمان کے درمیان جتنا فاصلہ رہ گیا۔جب کہ مندرجہ ذیل آیات ظاہر کرتی ہیں۔کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پہلے سے قربت موجود ہے۔جو دو کمان سے بھی کم ہے۔

مثال کے طور پر:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ٥ ''تم جہاں کہیں بھی ہو۔اللہ تمہارے ساتھ ہے۔''

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ''اور ہم دل کی رگ سے بھی اس

سے زیادہ نزدیک ہیں"۔(سورہ ق 16)

لیکن معراج کے لمحوں میں فاصلہ 2 کمان یا اِس سے بھی کم ہے۔لیکن فاصلہ تو ہے۔تو اِس کا مطلب ہے۔کہ فاصلہ تو کم ہونا تھا۔لیکن زیادہ کیوں ہوگیا۔بات دراصل سمجھنے کی ہے۔ جب دوکمانیں ملتی ہیں۔تو گول دائرہ کی شکل بنتی ہے۔اور سنٹرل لائن Zero فاصلہ ظاہر کرتی ہے۔یعنی مکمل قربت میں ملاقات ہوئی۔

آپ ﷺ جب واپس دنیا میں تشریف لائے۔تو آپ ﷺ نے اپنی ملاقاتوں کا ذکرِ عام کیا۔ لیکن نہ ماننے والوں نے نہ مانا۔ جو باتیں Higher Institutions کی ہیں۔وہ آپ ﷺ نے View and Review (منظر اور پس منظر) تو کیا لیکن اُن کا ذکر نہیں ملتا۔اور میرے خیال میں اُن کا ذکر اتنا Top پر ہے۔کہ کسی کے بھی سمجھنے سے بالاتر ہے۔اب جب دیکھا جاتا ہے۔کہ مسلمانوں کے اندر بھی ایسے گروہ موجود ہیں۔جن میں مطابقت نہیں۔اُس کی کیا وجہ ہے۔یہ بات اِسطرح ہے۔ ایک حدیثِ پاک ہے حضور پاک ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے تخلیق ہوئے۔باقی کائنات آپ ﷺ کے نور سے تخلیق ہوئی ہے۔اِس پر وضاحتیں مبہم صورت اختیار کرچکی ہیں۔ حقیقت کو واضح نہیں کیا جاتا۔حدیث پاک کی روشنی میں، میں یہ کہونگا کہ اللہ تعالیٰ ایک خفیہ خزانہ تھا۔جس کو اُس نے ظاہر کیا۔تاکہ اُس کی پہچان ہو۔اِس میں اللہ تعالیٰ نے جو Plan دیا۔اور خفیہ خزانے کو ظاہر کردیا۔وہ ذات ہے۔وہ خفیہ خزانہ حضور ﷺ ہیں۔جس سے آپ ﷺ کا وجود ظاہر ہوا۔اور آپ ﷺ کے وجود سے کائنات بھی تشکیل ہوئی اور ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کُن کے Action سے حرکت دے دی۔اور یہ Action اِس طرح مکمل ہو رہا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کا نور رسولِ مقبول ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوا۔اِسے ہم احد اور احمد کا میکنزم کہتے ہیں۔

''لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ '' بھی یہی چیز ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ سے ملا ہوا ہے۔ یعنی Time and Space قائم ہے۔ اور حضور پاک ﷺ Middle man (رابطے میں رہنا) ہیں۔ جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو یہ آسمانی دنیا کے علاوہ آپ ﷺ کی Additional set up ہے۔ اِس Additional set up سے ''لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ '' کا View and Review ہوا۔ جس کو ہم معراج کہتے ہیں۔

حضور پاک ﷺ روحِ اعظم ہیں اور اِس سے کائنات تشکیل ہو رہی ہے۔ کس طرح تشکیل ہوئی۔ میں نے کتاب (من ویزداں) کے کئی مضامین میں واضح کیا ہے۔ رسولِ مقبول ﷺ کو جو کچھ ہم نے دیکھا وہ مجاز کی صورت میں دیکھا۔ وہ ویسے دیکھنا یا خواب میں دیکھنا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور حضور مقبول ﷺ کو اصل حالت میں دیکھنا محال ہے۔ ہم قرآن پاک کو روزانہ ہی پڑھتے ہیں۔ لیکن جو روحانی علوم قرآن کے اندر مجاز میں چھپے ہوئے ہیں۔ اُس کو دیکھنے والے بہت کم ہیں۔

44۔ایٹم سے ایٹم تک

اللہ تعالیٰ کی تجلّی ایک تخلیقی ایٹم ہے۔یہ کائنات کی تخلیق کا سارا Material carry (رسائل بردار) کیئے ہوئے ہے۔اور زمینی ایٹم تک اِس کا Flow ہے۔اِن دونوں ایٹموں میں بہت ہی زیادہ قوتیں ہیں۔ایک طرف تو پہلے ایٹم سے کائنات کی تخلیق ہو رہی ہے۔زمینی ایٹم فنا اور بقا کے میکنزم سے چل رہا ہے۔دونوں ایٹموں کی رازداری اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔رسولِ پاک ﷺ اِس پُر اسرار حقیقت کے امین ہیں۔اوپر والا ایٹم جس سے کائنات تخلیق ہو رہی ہے۔روحانی لوگ اُسکی معلومات رکھتے ہیں۔اور نیچے والے ایٹم کی معلومات سائنسدانوں کے پاس ہیں۔دونوں ایٹموں میں اتنی معلومات چُھپی ہوئی ہیں۔کہ اِن کے لئے ہزاروں کتابیں درکار ہیں۔قیامت جب قائم ہوگی تو بعد کی معلومات سے پتہ چلتا ہے۔کہ وہ بھی فنا اور بقا کے فارمولے سے مشروط ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تدبّری اَمر کو کُلی فنا نہیں ہوسکتی۔فنا سے بقا مشروط ہے۔

اور دوسری طرف زمینی ایٹم ہے۔اِس کے اندر بھی بہت سی معلومات ہیں۔سائنسدانوں کے مطابق ڈی۔این۔اے جو چند ایٹموں پر مشتمل ہے۔اُس کی وہ معلومات ہیں۔جو دنیا کے سب سے بڑے اِنسائیکلوپیڈیا سے کئی گُنا زیادہ ہیں۔جو کسی انسائیکلوپیڈیا کی کئی جلدوں میں سما سکتے ہیں۔جس میں متعدد معلومات کی بلین تک قسمیں یا جزئیات محفوظ ہیں۔اگر ہر جزد کو پڑھنے کی کوشش کی جائے تو کئی سو سال درکار ہونگے۔اور اِن جلدوں کو اگر ایک دوسرے کے اوپر رکھا جائے۔تو بلند کتابوں کا مینار بن جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے یہ ساری معلومات اور اِس سے کہیں زیادہ جو انسان نہیں سمجھ سکتا۔صرف ایک ذرے میں رکھ دی ہیں۔جو آنکھ سے نظر بھی نہیں آتا۔اور جو پروٹین، چربی اور پانی کے

چند مالیکیول سے مرکب ہے۔

45۔کائنات کی تشکیل

کائنات کی تشکیل صرف ایٹم سے ہو رہی ہے۔سیدنا حضور ﷺ کا وجود ایٹم میں اللہ تعالیٰ کا جلال ہے۔چونکہ ایٹم کُن کے Action سے لہروں کی صورت میں پھیلتا ہے۔ اِن لہروں کے دائرے فضا کے اندر گول دائروں کی صورت میں اپنی موجودگی کا تعارف کراتے ہیں۔اور ساری کائنات میں فنا اور بقا کا سلسلہ جاری وساری ہے۔بلندی اور پھر پستی میں بہت سے پڑاؤ یعنی مسکن ہیں۔ساری کائنات اِسی قانون کے تحت چل رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ لامحدود Supreme Power ہے۔وہ کسی پیغمبر یا نبی کے Touch سے باہر ہے۔ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی وحدت کو صرف ایٹم یعنی تجلّی کی حد تک سمجھ سکتا ہے۔اِس کے آگے محض گمان ہے۔

46۔دنیا کی عمر

دنیا کی عمر کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ہمارے پاس ذات کے علوم قرآن پاک کی صورت میں موجود ہیں۔ہم قرآن پاک پڑھ کر قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔رسول مقبول ﷺ نے ہمارے شعور کی حد تک سب کچھ بتا دیا ہوا ہے۔علم میں عروج حاصل کرنے والوں کو بلندی کی حد تک علم دیا۔شعور ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ہم قرآن پاک کو بہتر صورت میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔جب قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔تو ہم قیاس آرائیاں کرنے والے کون ہیں۔

کائنات اللہ تعالیٰ کا تدبر ہے۔وہی اِس کی بابت جانتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ دنیا 6دفعہ تباہ ہو چکی ہے۔لیکن ہم دیکھتے ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ کا تدبر فنا اور بقا میں سے گزر کر پھر Fresh (تازہ) Fresh کا ہے۔

پُراسرار حقیقتوں کا غلط قیاس کیا ہوا ہے۔فنا اور بقا تو ازل سے چل رہی ہے۔ اگر دنیا یا کائنات کو فنا ہو جانا ہے۔جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے۔تو یہ اللہ تعالیٰ کو پتا ہوگا۔ ابھی کائنات کا بالکل ابتدائی دور ہے۔ہر صدی میں نئے نئے راز افشا ہونگے۔روح ایک ایسا شاہکار ہے۔جو ایک جگہ نہیں رُک سکتی۔اِس کے پڑاؤ بے حد ہیں۔یہ اپنا سفر ہمیشہ جاری رکھے گی۔ہم جو یہ سمجھ رہے ہیں۔کہ یہ زندگی ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رُک جائے گی۔ہمیشہ کا مطلب For ever نہ سمجھو۔ہمیشہ ہمیشہ کوئی چیز نہیں۔کُن کی تھیوری اللہ تعالیٰ کا اَمر ہے۔اِس کو حادثات تباہ نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ جو نفس یا شہ رگ سے قریب ہے۔سائنسدان یا کوئی اور گروپ اِس قربت کو دیکھ نہیں سکے۔تو اُس کے اَمر کو جو وہ ذات تدبر سے نازل کر رہی ہے۔اُس کو کیسے دیکھ لیا ہے۔کہ دنیا کا صرف تھوڑا سا عرصہ رہ گیا ہے۔یہ تباہ ہو جائے گی۔کئی لوگوں نے تو سال اور دنوں تک کا بھی اندازہ لگا لیا۔یہ سب غلط ہے۔قرآن پاک کی تعلیمات کو نہ سمجھنے کے مترادف ہے۔کُن کی تھیوری قرآنِ پاک سے واضح ہے۔اُس کی تکمیل کے بعد ہی قیامت برپا ہوگی۔جیسا کہ ہم خیال کر سکتے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا۔

47۔ کیا اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ، کو دیکھنا ممکن ہے؟

قرآن پاک کی آیت ہے: وَفِیٓ اَنۡفُسِکُمۡ ط اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ (سورہ ذاریات 21)

ترجمہ: ''اور خود تم میں۔ تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں''

اِس کا جواب قرآنِ پاک کے اندر اِس سے واضح کیا ہو سکتا ہے۔ اِس سے ہٹ کر ہمارے فلسفی، ادیب وغیرہ لمبی لمبی باتیں کر کے تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت کا اِدراک ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا تجلّی کے علم کا حصول ہے۔ جس کیلئے انسان کو اپنے آپ کو پہچاننا ہوگا۔ جو آدمی اپنے آپ کا ادراک نہیں کرتا۔ اُسے اللہ تعالیٰ کا ادراک بھی نہیں ہوتا۔ انسان اللہ تعالیٰ سے ایک Mechanism سے مِلا ہوا ہے۔ جب تک انسان اُس میکنزم سے واقف نہیں ہوتا۔ اُس وقت تک اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں۔ اِنسان کے اندر شعور سے ہٹ کر ایک لاشعوری قوت ہے۔ پہلے اُس کا اِدراک ضروری ہے۔ اور یہ انسان کے جسمِ مثالی کے اِدارک کی قوت ہے۔ جو کہ ذات سے ہی پیدا ہو رہی ہے۔ اور ذات کی طرف صعود بھی کرتی ہے۔

عام طور پر ہم اُس کو روحِ اعظم، روحِ انسانی اور روحِ حیوانی کہتے ہیں۔ یہ اُس میکنزم کے واسطے ہیں۔ اِن کا درست اِدراک اللہ تعالیٰ کو پہچان لینے کا سبب بنتا ہے۔ اِن کا درست استعمال ہی پریکٹیکل ورک ہے۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک چینل ہے۔

جب انسان کی نیت سچی اور پختہ ہوتی ہے۔ تو انسان مقصد حاصل کر لیتا ہے۔ گیان اور دھیان سے ہر چیز حاصل ہو جاتی ہے۔ بیداری کر رہے ہو تو کیوں کر رہے ہو ٹارگٹ کیا ہے۔ اپنے اندر تجسس کی قوت کو معیاری بناؤ۔ پارسا لوگوں سے استفادہ کرو۔ اصل میں تجسس جو اِن راہوں میں کیا جاتا ہے۔ اُس کا نام عبادت ہے۔ تجلّی تک Approach

ہی اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہے۔ بے دھیان عبادت اللہ تعالیٰ تک نہیں لے جاسکتی۔

عبادت اُس کو سمجھو جو حقیقت تک لے جائے۔ نماز وہ جو معراج پیدا کرے۔ روزہ وہ جو لاشعور کو زندہ کرے۔ محض رسمی طور پر کلمہ پڑھنے والے مومن نہیں۔ ایمان سے بے خبر ہیں۔ ایمان سے بے خبر ہونا تو درکنار منافقت سے قریب ہیں۔ اِس لئے کہ زبانِ ظاہری سے تو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کہتے ہیں۔ لیکن حقیقت سے بے بہرہ اور بہت دور ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ کلمہ کیا ہے۔ اور اِس کے معنی اور مقصد کیا ہیں۔ شک میں ہوتے ہیں جو کفر ہے۔ رسمی کلمہ گوئی کے سوا اور بجز زبانی جمع خرچ کے کچھ نہیں جانتے۔ کہ کس کی نفی کر رہے ہیں۔ اور کس کا اثبات۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں۔ اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہیں۔ اِس لئے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کی نفی کی جائے۔ اور ذاتِ احدیت کو ہر چیز اور ہر جگہ میں ثابت قرار دیا جائے۔ جو بندہ اپنی نفی اور اللہ تعالیٰ کا اثبات کرے۔ وہی بلند ترین مقام حاصل کر سکتا ہے۔ دوئی شرک اور کفر ہے۔

قرآن ہمارا آئین ہے۔ اپنے آئین سے غافل نہ رہو۔ مسلمان وہ جو قرآن پر عمل کرے۔ شعائر جو اسلام نے مقرر کئے ہیں۔ اُن کے نور سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرے۔ اپنے آئین سے ہٹ کر سنی سنائی باتوں پر عمل کرنا ضروری نہیں۔ اختلافات تب ختم ہونگے جب آپ نے اپنی باڈی کا میکنزم سمجھ لیا۔

48۔پیغمبروں کی Setup

تمام پیغمبر سیدنا رسولِ پاک ﷺ کی Setup ہیں۔اوراُن کو سیدنا رسولِ پاک ﷺ کی Supervision میں مبعوث کیا گیا۔سیدنا رسولِ پاک ﷺ نے موقع کی نزاکت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے۔اُن کے ذریعے سے مختلف علوم کا تعارف کرایا۔جن کی Background سیدنا رسولِ پاک ﷺ بذاتِ خود تھے۔مُردوں کو زندہ کرنا۔اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا۔جانوروں سے باتیں کرنا،صبراور شُکر کا انتہائی مظاہرہ کرنا یا اِن کے علاوہ اور بہت سے علوم۔سب پیغمبروں نے اپنی اپنی فرض شناسی کا انتہائی مظاہرہ کیا۔

سیدنا رسولِ پاک ﷺ کو بحیثیت اُمی ازل سے یہ تمام علوم عطا ہو چکے تھے۔اور آگے آپ کی Distribution تھی۔اورسیدنا رسولِ پاک ﷺ نے جو علوم پیغمبروں کی وساطت سے ظاہر کئے۔اُن سب کا منبع آپ ﷺ خود ہیں۔اور جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے۔تو ضرورت پڑنے پر آپ ﷺ نے اِن علوم کا مظاہرہ بھی کیا۔دوسری نہایت اہم بات جو سیدنا رسولِ پاک ﷺ کی وہ یہ ہے کہ Almost تمام سیرت بیان کرنے والوں نے سیدنا رسولِ پاک ﷺ کو سمجھنے کے لئے اُن کی ظاہری زندگی کو موضوع بنایا۔اوراُن کے اعلیٰ کردار کو بیان کیا۔جس سے بات ختم نہیں ہوتی۔آپ ﷺ کے روحانی وجود کے اندر کون سی Forces ہیں۔جن سے کائنات کی تشکیل ہوئی۔اوروہ کس طرح عمل کر رہی ہیں۔اِنہیں نہ سمجھنے کی وجہ سے زیرِ بحث نہیں لایا گیا۔یا بہت کم لایا گیا ہے۔آپ ﷺ کے مادیّت کے اندر رہنے بسنے کو زیرِ بحث لایا گیا جو ناکافی ہے۔اِسی وجہ سے مسلم قوم کئی فرقوں میں بَٹ گئی۔

آپ ﷺ کے روحانی پہلو سے مکمل استفادہ نہیں کیا گیا۔آپ ﷺ کے روحانی وجود سے تین نور جو کائنات کی جان ہیں۔یہ تینوں نورانی اپنی علیحدہ فوقیت رکھتے

ہیں۔اِن کا اپنے اندر ضم ہونا ہی فنا فی الرسول ہے۔انسان جب اپنے روحانی پہلوؤں کو سمجھ جاتا ہے۔تو وہ فنا فی العبد ہوتا ہے۔

49۔Time & Space زمان ومکان

میں زمان ومکان کی وضاحت سادہ ترین طریقہ سے کرنا چاہوں گا۔تا کہ بات مشکل معلوم نہ ہو۔ہمارا جسم امرِ ربی یا روح سے Construct کیا گیا ہے۔ہماری Body ظاہر اور باطن سے بنی ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی تجلّی ہی ہے جو Step down ہو کر ہمارے ظاہر اور باطن کو Feed کر رہی ہے۔جو حِصہ نظر نہیں آتا اُسے Time زمان کہا جاتا ہے۔جو روشنیوں کا Structure ہے۔

جسمِ مثالی سب کچھ ہونے کے بعد مادہ بنانے کی مشین بھی ہے۔جسمِ مثالی کا عکس فزیکل باڈی ہے۔اور اِن کا ایک دوسرے پر اثر بھی ہے۔اگر ہمارے جسمِ مثالی میں خرابی آتی ہے۔تو ہمارے مادی جسم پر بھی اِس کا اثر پڑتا ہے۔

جو کچھ ہمیں ظاہری آنکھ سے نظر آتا ہے۔اِسے Space،مکان یا فزیکل باڈی کہتے ہیں۔روح ہی اصل چیز ہے۔فزیکل باڈی مادیّت کا ثمر ہے۔روحانی دنیا اِس کو قبول نہیں کرتی۔دوسرے مادے کی طرح یہ بھی اپنی اصل میں بدل جائے گی۔روح کا مخصوص بدن Next دنیا میں ظاہر ہوگا۔اور وہ دنیا کی زندگی کا ثمر پائے گا۔جو کچھ ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔وہی ہماری اصل ہے۔اگر ہم نے Time & Spae کو نہ سمجھا تو مادیّت ہی رہ جائے گی۔جس کا ماحاصل آگ ہے۔

50۔جبر کی کسک کمال پیدا کرتی ہے

اللہ تعالیٰ کے کُن کہنے سے ازل کی ابتداء ہوئی۔انسانی نقطۂ ذات کے اندر خیر اور شر کی قوت بھی موجود تھی۔شر میں انسان کیوں پڑتا ہے۔کیونکہ اِس کے اندر دنیا کی خواہشات اور رنگینیاں موجود ہیں۔انسان کی ڈور اُن کے پیچھے ہوتی ہے۔اور اگر انسان جبر کر کے اِنہیں چھوڑ دیتا ہے۔تو یہ اُس کا کمال ہے۔جبر کی قوت اُس کو پس ماندہ تو کر دیتی ہے۔لیکن اُسکا کمال فوری طور پر اُس کے سامنے نہیں آتا۔بہر حال سامنے ضرور آتا ہے۔ خیر اور شر لازم و ملزوم ہیں شَر پر کنٹرول گو مشکل ہے۔لیکن کنٹرول کرنا ہے۔

سورۃ فلق اپنے باطن میں ایسے نور رکھتی ہے۔جو شر کو مفلوج کر دیتے ہیں۔اُس نور کی تلاش کرنا ہوگی۔روحانی لوگ اُس کا ظاہری اور باطنی ورد کر کے اُس سے استفادہ کرتے ہیں۔ جب انسان جبر کر کے دنیا کی رنگینیوں اور خواہشات کو چھوڑ دیتا ہے۔تو اُسے تکلیف میں سے گزرنا پڑتا ہے۔جس سے اُسکے اندر ایک کسک پیدا ہوتی ہے۔ جو اُس کو دوبارہ خواہشات کی طرف کھینچتی ہے۔لیکن وہ اپنے اوپر جبر کر کے اُن سے دور بھاگتا ہے۔یہی جبر کی قوت انسان کو درجہ کمال تک پہنچا دیتی ہے۔

51۔ماضی ،حال اور مستقبل سے آگاہی ممکن ہے

بندہ کی نظر سے ایک روایت گزری۔ جو کہ جناب (بُدھا) بدھ مت مذہب کے بانی سے وابستہ ہے۔گو آپکا جنم وقت کے اونچے درجے کے لوگوں میں ہوا۔لیکن آپ نے شہزادوں والی زندگی کو خیر باد کہہ دیا۔اور دنیا کی تمام سہولتوں سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی تلاش کی ۔اور جنابِ بدھا نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔اور اپنی خواہشات کو خیر باد کہہ دیا۔
جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا کہ کوئی خواہش ہے تو عرض کرو۔ جنابِ

بدھا نے عرض کیا۔ کہ اگر میں کوئی دوسری خواہش رکھتا تو پھر اللہ تعالیٰ کو کیسے پالیتا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر کسی خواہش کی طلب کے لئے کہا۔ تو جنابِ بدھا نے عرض کیا۔ کہ اگر خواہشات کا دروازہ ابھی میرے لئے کُھلا ہے۔ تو میری خواہش یہ ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ کا دنیا میں ظہور ہو تو مجھے دوبارہ جنم ملے تا کہ میں اُن کا اُمتی بن سکوں۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جنابِ بدھا کا یہ سوال کرنا ظاہر کرتا ہے۔ کہ آپ نے حضرت محمد ﷺ کا ماضی یعنی آسمانی بادشاہت کو دیکھ لیا تھا۔ اور آپ ﷺ کا مستقبل بھی دیکھ لیا تھا۔ یعنی کائنات کے اندر ظہور ہونا۔ اور رسولِ پاک ﷺ کی عظمت جو آسمانی تھی۔ اور ازل سے ابد تک جاری تھی۔ اور یہاں تک کہ مستقبل پر بھی رشک کیا۔

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ رسولِ پاک ﷺ کی آسمانی بادشاہت اور عظمت پر ہمارے مسلمانوں نے بات تو کی۔ لیکن بہت تھوڑی تعداد ہے۔ یاد رہے کہ رسولِ پاک ﷺ کی بادشاہت ازل سے جاری ہے اور آپ ﷺ کا دنیا میں مبعوث ہونا ایک دوسرا اٹاسک تھا۔ جس کسی کی جتنی لاشعوری قوت مضبوط ہوتی ہے۔ وہ اس کے مطابق ماضی اور مستقبل پر بات کر سکتا ہے۔ یہ غیب نہیں۔ یہ ایک انسانی قوت ہے جس کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے غیب رکھا۔ وہ غیب ہی ہے۔ ماضی اور مستقبل کے حالات کو جان لینا غیب میں شامل نہیں۔ غیب کی صورتحال کو پہلے واضح کیا گیا ہے۔

52۔ دِل کی حقیقت

انسانی جسم میں دِل خون کی سرکولیشن پر مامور ہے۔ یہ مادیّت کو Deal کرتا ہے۔ اور دُنیا کی رنگینیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ انسان کے اندر ایسے غبار پیدا کرتا ہے۔ جن سے روحانی جسم پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔ اور یہ اپنے اثرات سے روحانی دل پر غالب ہونا چاہتا ہے۔ اور روحانی دِل کو اپنی چال سے وابستہ رکھنا اِس کی سب سے بڑی منشا ہے۔ حقیقی دِل معرفت سے سرشار ہوتا ہے۔ مجازی دِل اُس کو اپنی کثافت سے بند رکھنا چاہتا ہے۔ جب ہم مادیت یعنی کثافت کو Remove کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ اِس میں مزاحمت کرتا ہے۔ اور حقیقت کو سامنے آنے سے روکتا ہے۔ ہم ذِکر اذکار سے اِسکی مزاحمت کو روک سکتے ہیں۔ اور جب ہم اِس حقیقت کو پالیتے ہیں۔ تو Inner کا ردِعمل اِس کے منفی اثرات کو Cut off کر دیتا ہے۔

مراقبہ میں ہماری شعوری قوت لاشعوری قوت میں بدل جاتی ہے۔ تو جسمِ مثالی کا دل ہمارے لئے معرفتِ ذات کا راستہ کھول دیتا ہے۔ اور ہمارا لاشعور عالمِ امر کی سیر کو نکل پڑتا ہے۔ جو ہمیں حقیقت کے نزدیک پہنچا دیتا ہے۔ اور وہی ہماری منزل ہوتی ہے۔

ہمیں جسمِ مثالی کا دھیان پختہ کرنا ہوگا۔ جس سے یہ دِل ایک روشن Space بن جاتا ہے۔ دور اور نزدیک کی سب خبریں اِس کے اندر ہیں۔ کوئی بھی چیز اِس سے بچ کر نہیں رہ سکتی۔

ظاہری دِل ایک اندھیرا ہے۔ اور باطنی دِل ایک نور ہے جو عالمِ امر نور سے ربط کا ذریعہ ہے۔ اِسمِ ذات ''اللہ'' کا ذکر اِسکو صاف کر دیتا ہے۔ اِسمِ ذات کے اندر ایک Force ہے۔ وہی Force اندھیرے یعنی گمراہی کو دور کرتی ہے۔ تب Time & Space کی نظر ایک لائن میں ہو جاتی ہے۔ روشنیوں کے علم سے آگاہ ہونا ہی روحانیت

ہے۔یہی یقین کا Pattern ہے۔ اور یہی انسانی بصیرت ہے۔تمام علوم کا خزانہ ہمارے مادی دِل کی جگہ ہے۔لیکن مجازی دِل پہلے حقیقت میں تبدیل ہوتا ہے۔

53۔مراقبہ

جس لاشعور کی میں نے اُوپر بات کی ہے۔اُسے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان مراقبہ یا وضع کردہ طریقے سے سوچ و چار کرے۔کیونکہ یہ ہمارے نبی پاک ﷺ کی سُنت بھی ہے۔جیسا آپ ﷺ غارِحرا میں کیا کرتے تھے۔قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر ذِکر آیا ہے۔کہ سوچ وچاراور غوروفکر کرو۔سب ہی پیغمبر سوچ و چار کرتے رہے ہیں۔اوراپنی اپنی اُمتوں کوآگاہی دیتے رہے ہیں۔

مراقبہ کرنے کے طریقوں پر مراقبہ کی لاتعداد کتابیں ہیں۔اِس لئے یہاں زیادہ لکھنا مقصود نہیں۔مراقبہ کرنے والوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔کیونکہ اس سے روحانی اور جسمانی دونوں فائدے حاصل ہوتے ہیں۔لیکن اصل مقصد یہ ہوتا ہے۔کہ انسان اِس مادی دنیا سے نکل کر روحانی دنیا میں داخل ہو جائے۔اوروہاں کی حقیقت کو سمجھے۔تا کہ جنت اور دوزخ کو اپنی باطنی آنکھ سے خود دیکھے۔تا کہ یقین کا Pattern مضبوط ہو۔

مراقبہ میں جب آنکھیں بند کی جاتی ہیں تواگلی دنیا نظر آتی ہے۔یہ ایک بار کا کام نہیں یہ Practical work ہے۔جو لگاتارکوشش سے حاصل ہوتا ہے۔جن لوگوں نے آج تک مراقبہ نہیں کیا۔اُن کے لئے بندہ اپنے ایک ذاتی مراقبہ کا ذکر کرتا ہے۔اوراس کی واردات لکھے گا۔اوراس کےفوائد بھی عرض کرے گا۔اور ہر بات اتنے سہل طریقے سے کرتا رہے گا کہ ایک معمولی پڑھالکھاانسان بھی سمجھ جائے۔

مراقبہ کچھ دنوں تک مشکل ہوتا ہے۔لیکن پھر اس سے بہت سکون حاصل ہوتا ہے۔ مراقبہ سے بہت سی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔خلقِ خدا سے محبت پیدا ہوتی ہے۔دِل سخت نہیں رہتا۔خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ہمارے اندرایک میکنزم ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ تک لے جاتا ہے۔اِس میکنزم کو Trace کیا جاتا ہے۔ہمارے Inner میں بڑی مشینیں لگی ہوئی ہیں۔اُن کو Trace کیا جاتا ہےاور پڑھا جاتا ہے۔ انسان ایک سمندر ہے۔اوراس سمندر میں سب کچھ ہے۔انسان کے روحانی اور جسمانی بدن پر بات ہوگی۔اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک ﷺ ہمارے بہت قریب ہیں۔

54۔مراقبہ کی واردات

تھوڑی سی پڑھائی کرنے کے بعد رات کے وقت مراقبہ شروع کیا۔نظر اپنے دِل کے اوپر گئی۔یعنی میں کچھ تصور کرنے ہی والا تھا کہ نظر دِل کے اوپر چلی گئی۔اور دِل بھیPhysical Bodyوالا طبیعت مسرور تھی۔میں نے دیکھا کہ میرے دِل کے قریب چُھری جیسی چیز نظر آئی۔لیکن یہ چُھری دھاتی نہیں تھی۔پلاسٹک سے تھوڑی مطابقت نظر آئی۔میرے دِل کو چیر دیا گیا۔میرے دِل سے کیچڑ کی مانند لاوا باہر نکلا۔میں نے محسوس کیا کہ پہاڑ جیسی اونچائی پر ہوں ایک چھوٹا نالہ بن گیا اور نالہ چلتا رہا جو مادہ بہہ رہا تھا۔مجھے بھی اُس سے گھن آرہی تھی۔پھر دِل کو دھو دیا گیا۔سکون چھا گیا۔اِس دورانیے میں کسی درد کا احساس نہ ہوا۔میں نے اپنے آپ کوLight محسوس کیا۔مراقبہ ختم کر دیا۔

دوسرے دن میں نے صرف دس منٹ تک مراقبہ کیا۔تصور کچھ اور ہی تھا۔ تیسرے دن جب مراقبہ شروع کیا تو دھیان گیا کہ جس جگہ سے دِل چیر دیا گیا تھا۔اُس

جگہ کو دیکھوں ۔اب پھر دِل پھٹ گیا۔اور گندا مادہ بہنے لگا۔لیکن بالکل تھوڑی دیر بعد بند ہو گیا۔پھر صاف شفاف پانی سے دِل کو دھو دیا گیا۔اِس مراقبہ سے میری ذات،صحت اور باقی زندگی پر جو اثرات ظاہر ہوئے۔اُن کا ذکر میں نے اپنے پیرومرشد سے کیا۔اور اپنے کسی رازدار سے کیا۔میرا یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہر لمحہ چارسو جاری و ساری ہے۔

55۔نسمہ Aura

قرآن پاک کی آیت ہے:سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا (سورہ یٰسؔ36)

ترجمہ"اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جوڑے میں پیدا فرمایا"

ہر چیز کے جوڑے سے مراد ایک حصہ مادیّت اور دوسرا حصّہ انرجی فیلڈ کا ہے۔ جو نظر نہیں آتا اور دنیا کی کوئی بھی چیز اُس سے مستثنٰی نہیں ہے۔یہ انرجی فیلڈ ہر چیز کے اوپر محیط ہے۔انگریزی زبان میں اِسے Aura بھی کہتے ہیں۔

Aura نظر نہیں آتا نہ ہی اِس کی فوٹوگرافی ہو سکتی ہے۔اور جن لوگوں کا جسم Aura کی State میں داخل ہو جاتا ہے۔اُن کی فوٹوگرافی بھی نہیں ہو سکتی جس کی کئی ایک مثالیں ہیں۔کیمرہ مادیّت کو Deal کرتا ہے۔جبکہ Aura ایک روحانی امر ہے۔

روحانی کیمرہ روح ہے۔اور شاید کبھی روحانی کیمرہ کی فوٹوگرافی کو مادیّت میں Convert کیا جا سکے ایسا ممکن ہے۔اِس دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔

بات ہو رہی ہے۔Aura کی تو یہ قدم بقدم تجلّی ذات تک روحانی چین (chain) کا ایک حصّہ ہے۔اس کو کسی Long and Hard ٹریننگ کے بغیر دیکھا جا سکتا ہے۔مسلم اور غیر مسلم سب ہی دیکھ رہے ہیں۔نئے نئے Experiment

ہو رہے ہیں اِس کو ظاہری آنکھ سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

Aura ہر چیز کا Pair ہے۔

56۔فنا اور بقا کا اصل مفہوم

ازل اور ابد صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کے اِرادے کی حرکت ہے۔اللہ تعالیٰ کے ارادے میں لاتعداد میکنزم کام کر رہے ہیں یہ مختلف ڈائیاں ہیں جو نظر آتی ہیں اور نظر نہیں بھی آتیں۔فنا اور بقا کے مظاہرے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ Conversion (تبدیلی) کے فارمولے فنا اور بقا کو ظاہر کرتے ہیں۔لیکن حقیقی فنا کسی چیز کو نہیں۔ جب ہر چیز اصل کی طرف لوٹ رہی ہوتی ہے۔تو ہم اِسے فنا اور بقا تصور کر بیٹھتے ہیں۔اصل اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ہر چیز کو اپنی طرف کشش کر رہی ہے۔باقی سب اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مختلف رُوپ ہیں۔

اِنَّـا لِـلّٰـهِ وَاِنَّـآ اِلَيْـهِ رٰجِـعُـوْنَ. ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔سورہ بقرہ 156

اِسی کے اندر (”لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ“ وقت میں میرا اور اللہ کا ساتھ ہے) بھی ایک عجیب وغریب Set up کا مظاہرہ موجود ہے۔اور مکمل Set up کی ایک مضبوط کڑی ہے۔

یہ سب حقیقتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔یہی ایٹم کائنات کا ازل اور ابد ہے۔ انسان کو روح کا علم اسماء کی صورت میں ودیعت کیا گیا ہے۔جب تک ہم روح کا علم حاصل نہیں کرتے اُس وقت تک ہم اپاہج ہیں اِس جہان یعنی عالمِ ناسوت کے اندر بھی

اور باقی روحانی دنیاؤں کے اندر بھی۔

روح کا علم ہی ہماری اپنی پہچان ہے۔اور یہی اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے۔روح کا روپ ہر روحانی دنیا میں مختلف ہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔اس لئے اِس کی فنا ممکن نہیں۔لیکن اِس کے اندر حرکت ہے۔اصل کی کشش اِس کے اندر موجود ہے۔تصوّف کا علم جو رسولِ پاک ﷺ کے روحانی فرزند ہر جگہ لئے پھرتے ہیں۔ہمیں اُن سے بھرپور استفادہ کرنا ہوگا۔تاکہ ہم حقیقت کو پالیں۔

57۔سانس کی اہمیت

سانس شعوری اور لاشعوری حقیقتوں کو واضح کرتا ہے۔یہ شعور اور لاشعور کو مسکن بناتا ہے۔جب سانس اندر لیا جاتا ہے تو یہ عالمِ روحانیت میں اپنا سرکٹ پورا کرتا ہے۔ اور جب سانس باہر آتا ہے۔تو (Physical Body) (ظاہری جسم) میں اپنا سرکٹ پورا کرتا ہے۔ اِس میں فنا اور بقا کا فارمولا Adjust ہے۔جو مادّی اور روحانی ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔اور یہی موت اور حیات کا سبب ہے۔شعور اور لاشعور پر اس کے ذریعے کنٹرول ممکن ہے۔ اِس کے معمول کو بدل کر بے پناہ روحانی ترقی حاصل کی جاسکتی ہے۔اِس کے ذریعے جسمانی بیماریوں پر کنٹرول ممکن ہے۔یہ ظاہر اور باطن کے درمیان رابطہ ہے۔ انسان کے ظاہری اور باطنی دماغ کو مضبوط بناتا ہے۔جو کہ روحانی اور مادّی دنیا کی ضرورت ہے۔

سانس ایک وقتِ مقرّرہ پر فزیکل باڈی کو چھوڑ دیتا ہے۔وہ ہماری موت ہے۔ ہماری یہ موت نئی دنیاؤں کو پالینا ہے۔نئی دنیا عالمِ اعراف ہے۔جو کہ لاشعور کے اندر ہے۔اِس دنیا میں ہمیں لاشعور حاصل کرنا ہوگا۔ورنہ اپاہج ہو کر رہ جائیں گے

اگر سانس کو (Inner) اِنر میں روک کر تھرو کیا جائے۔ تو یہ دماغی سیلز کو چارج کرتا ہے۔ جو Time میں چھپی ہوئی حقیقتوں کو شعور کے سامنے لاکر مشاہدہ کی صورت پیدا کرتا ہے۔ اور مشاہدہ کے بغیر یقین کا Pattern نہیں بنتا۔ سانس ایک کارگر ہتھیار ہے۔ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک رازداری ہے۔ اِس کو Inner میں روکو تو یہ فزیکل باڈی کو روح کے قریب کرے گا۔ اور اندر سے باہر تھرو کرو لیکن سپیڈ بہت کم ہو۔ تو فزیکل باڈی کو مضبوط کریگا۔

58۔ قرآنِ پاک

شعور کسی بھی چیز کو محدودیت کے دائرے میں دیکھتا ہے۔ ہر چیز کے اوپر نسمہ کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اِسطرح ہم ہر چیز کے حقائق سے بے خبر ہیں۔ ہمارے شعور پر حقائق ظاہر نہیں ہوتے۔ کیونکہ نسمہ کے اندر جو اصل حقیقت ہے۔ وہ ہم نسمہ کے پردے کی وجہ سے نہیں دیکھ پاتے۔ اور شعور حقیقت کا ادراک ہی نہیں کرسکتا۔

قرآنِ پاک کے الفاظ کے اندر جو حقائق ہیں۔ اِن الفاظ کے اوپر بھی نسمہ کا پردہ ہے۔ اور حقائق اُس پردے کے پیچھے ہیں۔ ہم الفاظ کی حد سے آگے نہیں جاتے۔ اور قرآن کی حقیقت سے ہماری دُوری موجود رہتی ہے۔ اور گمراہی کی دلدل سے ہم نہیں نکل پاتے۔

اسرار حروف کے اندر ہیں۔ جو ہم سے چھپے رہتے ہیں۔ اگر الفاظ کے حقائق سامنے آجائیں تو آدمی محدودیّت سے نکل سکتا ہے۔ اور یقین کا Pattern مضبوط ہو گا۔ آدمی صراطِ مستقیم پر گامزن ہوسکتا ہے۔ اور یہ سب اُس وقت ہوگا جب قرآن کی اصل

تک پہنچ جائیں گے۔قرآنِ پاک ہماراایک عظیم ورثہ ہے۔ قرآن بندے کا Manual(نصابی کتاب) ہے۔

مثال کے طور پر جب آدمی سورہ اخلاص کی تلاوت کرتا ہے۔اورلاشعور کا علم رکھتا ہے۔تو ایک روشنی پیدا ہو گی۔ یہ روشنی بندے کے بدن میں جاتی ہے۔آپ کا مادیّت میں ضرورت سے زیادہ دخل ختم ہوجائے گا۔آپ اللہ تعالیٰ سے دوری ختم کرر ہے ہونگے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مادیّت سے دوری رکھتی ہے۔

59۔کلمہ،نماز،روزہ،حج اورزکوٰۃ

اسلام کے پانچ ستون ہیں۔جن پر ہمارے ایمان کی عمارت قائم ہے۔ہمارے اندرروح کی Enforcement ہے۔جو تین جزو رکھتی ہے۔ہر پہلو کے اندرسوچ بھی درجہ بدرجہ گہرائی میں جاتی رہتی ہے۔پہلی سطحی سوچ ہے۔جو مادیّت کو Deal کرتی ہے۔دوسری لاشعور کی سوچ ہے۔پھر تحت الشعور کی سوچ ہے۔

حضرت بُھلے شاہ کے کلام کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

میں کیوں کرجانواں کعبے نوں

دِل لوچے تخت ہزارے نوں

لوکی تے سجدہ کعبے نوں کردے

میرا سجدہ یار پیارے نوں

تیرا ثانی کوئی نہ ملیا

میں ڈھونڈ لیا جگ سارے نوں

حضرت بُھلے شاہ فرماتے ہیں۔ہماری سوچ سطحی سوچ سے آگے جانی

چاہیے۔ ورنہ یہ مادیّت کے زمرے میں آتی ہے۔ ہمیں اپنی سوچ کو Promote کرنا ہوگا۔ تا کہ لاشعور کے اندر داخل ہو جائیں۔ اور حقیقت ہمارے بالمقابل آجائے۔

یہ دنیا مادی ہے۔ باقی دنیائیں روحانی ہیں۔ ہم نے اُن کے اندر رچنا بسنا ہے۔ اِس لئے ہمیں نماز، روزہ کی حقیقت بھی حاصل کرنی ہوگی۔ تا کہ خدائی نظام کے اندر داخل ہو جائیں۔ جنوں اور فرشتوں سے اعلیٰ ہو جائیں۔ فرشتوں کی تخلیق نور سے ہے۔ ہم نور میں تب ہی داخل ہونگے۔ جب اصل حقیقت کو پالیں گے۔

60۔ عذابِ قبر اور روزِ قیامت

قرآن وحدیث اور مذہبی سکالروں کے بہت سے حوالے موجود ہیں۔ یعنی یہ کارخانہء قدرت ایک دن تباہ ہو جانا ہے۔ باقی کوئی چیز نہیں بچے گی۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دی جائے گی۔ حساب کتاب ہوگا۔ اچھے اور بُرے اعمال پر فیصلے ہونگے۔ جزا جنت اور سزا دوزخ کی صورت میں مل جائے گی۔

مندرجہ ذیل حوالہ جات بھی ملتے ہیں۔

1۔ قیامت برپا ہونے کا وقت مقرر نہیں۔ یہ اللہ ہی جانتا ہے۔

2۔ جب تک کائنات کے اندر ایک بندہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا ہوگا۔ قیامت برپا نہیں ہوگی۔

3۔ اللہ تعالیٰ ہماری ماں سے ستر گنا زیادہ شفقت رکھتا ہے۔

4۔ دوزخ کی آگ کے متعلق یہ بھی ہے۔ کہ دوزخ کی آگ وہ آگ ہے۔ جو انسان کے دِل پر مسلّط ہے۔

5۔ رسولِ مقبول ﷺ نے معراج کے دوران دوزخ اور جنت کا بھی Visit کیا۔

حضرت جبرائیلؑ بھی ہمراہ تھے۔آپ ﷺ نے دوزخ کے اندر مرد اور عورتوں کو دیکھا جن پر عذاب مسلّط تھا۔تو پھر وہ کون لوگ تھے۔جو بغیر یومِ حساب منعقد ہوئے اور سزا بھگت رہے تھے۔جس سے ظاہر ہوا کہ دوزخ اور جنت کی Function جاری ہے۔کشف میں انسان دوزخ اور جنت کا مشاہدہ کرتا ہے۔

6۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔کہ یومِ حساب کے دن جب قبروں سے انسان باہر آئے گا۔تو اُس کے خیال میں اُس کا قبر کے اندر Stay چند روز ہی تھا۔

عذابِ قبر جو کہ بہت ہی شدید ہے۔جب آدمی کتابوں کو پڑھتا ہے۔تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔تو شاید ہی کوئی قسمت والا اُس سے بچ جائے۔جب Logic کے ساتھ بات کی جائے۔تو عذابِ قبر یومِ حساب سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے۔مجرم تو آدمی یومِ حساب کے دن ہوگا۔تو پھر قبر کا عذاب پہلے کیوں۔لیکن بے شمار احادیث مبارکہ موجود ہیں۔جن سے عذابِ قبر لازم ہے۔اگر کوئی لفظ رسولِ مقبول ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہے۔تو اُس کی پیروی کرنا ہی ہمارا ایمان ہے۔لیکن بے شمار احادیث اب سامنے آچکی ہیں۔جو متنازعہ صورت اختیار کرتی ہیں۔ مثلاً ہمارے کئی فرقے ہیں۔ہر فرقہ حدیث کو آگے لا کر اپنے آپ کو سپورٹ کرتا ہے۔جو آدمی کسی فرقے سے تعلق نہیں رکھتا وہ مسلمان ہے۔تو پھر وہ کیا کرے۔

حضورِ پُر نور ﷺ کی یہ بھی حدیث ہے۔کہ مرنے سے آدمی زندہ ہوتا ہے۔یعنی ہماری موجودہ صورت حال مردے جیسی ہے۔شعوری زندگی یہی نمونہ پیش کرتی ہے۔ حضرت بُھلے شاہؒ ایک عظیم روحانی سکالر فرماتے ہیں۔(بُھلے شاہ اساں مرنا ناہیں۔گور پیا کوئی ہور) یعنی ہمارا Next ٹھکانہ عالمِ اعراف ہے۔عالمِ اعرف کے متعلق روحانی لوگ کافی پیش رفت رکھتے ہیں۔دنیا دار العمل ہے۔عالمِ اعراف کا Stay بھی دار العمل کا

عملی مظاہرہ ہے۔ لاشعور کے عملی مظاہرے کے لیے روحِ اعظم کا شعور حاصل کرنا ہوگا۔
یہی جنت ہے۔ ورنہ دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس سے دور رکھے۔

61۔ کائنات کی زندگی

اکثر سُننے میں آتا ہے۔ کہ کائنات میں یہ ہونے والا ہے۔ یا وہ ہونے والا ہے۔ کائنات میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔ جو اس کو تندرست رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ ہمارے عالم لوگوں کی سوچ ہے کہ قیامت برپا ہونے والی ہے۔ اور زمین کی عمر اتنی رہ گئی ہے۔ بعض اندازے تو گزر بھی گئے ہیں۔ لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔

زمین کے ہزاروں ادوار یا زمانے ہیں۔ لیکن ابھی تک تو چند ہی گزرے ہیں۔ پھر ہمیں جلدی کیا ہے۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔ کہ قیامت اُس وقت تک برپا نہیں ہوگی۔ جب تک ایک انسان بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا موجود ہوگا۔ ابھی تو لاکھوں لوگ اللہ تعالیٰ کے ذِکر میں مصروف رہتے ہیں۔

قرآن پاک کی بہت سی آیات ہیں۔ جن کے بارے میں ہم ابھی اندازہ ہی لگا سکتے ہیں۔ آئندہ آنے والے ہزاروں زمانوں میں اُن کا علم بھی معلوم ہو جائے گا۔

عام لوگوں کا خیال ہے کہ زمین سورج کا حصّہ ہے۔ سورج پر تو ایٹموں کی بارش ہو رہی ہے تو پھر وہاں پانی کہاں سے آ گیا۔ اگر زمین سورج کا حصہ ہوتی تو زمین پر پانی ہرگز نہ ہوتا۔ لیکن زمین پر تو 3/4 حصہ پانی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راز ابھی پوشیدہ ہیں۔ اور پوشیدہ راز افشاء ہوتے رہیں گے۔ لیکن ہر دور میں کھوج لگ رہے ہیں تمثیلی ذکر اذکار کا ہم غلط اندازہ لگا رہے ہیں۔ کائنات اللہ تعالیٰ کا تدبری اَمر ہے۔ یہ فنا اور بقا کے فارمولے پر چل رہی ہے۔ جب فنا ہوتی ہے۔ ساتھ ہی بقا ہو جاتی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ پروگرام اُس کے پاس ہے دوسروں کواس کا کوئی علم نہیں۔تو ہمارا اِس بات پر غور وفکر بھی کام نہیں آسکتا۔لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ یہ تباہ ہونے والی ہے۔یا اِس کی عمر اتنی رہ گئی ہے۔جب بندے کو اپنی موت کا پتہ نہیں تو کرۂ عرض کی تباہی کا علم اُسے کیسے ہوگا۔

ہماری روح کا سفر یہ ہے۔کہ وہ ذات سے چلی ہوئی ہے۔اور اِس کی واپسی ذات تک ہے۔تو کیا یہ سب مکمل ہو چکا ہے۔ابھی تو روحیں لگا تار عالمِ ناسوت میں داخل ہو رہی ہیں۔اُن کا سفر جاری ہے۔باقی جدید اور قدیم لوگوں کی قیاس آرائیاں ہیں۔اِن پر کیوں دھیان دیا جائے۔ یہ صرف قیاس آرائیاں ہیں۔قرآن پاک میں سب کچھ درج ہے۔اگر ہم نے دوسری کتابوں پر زیادہ وقت دیا۔تو پھر قرآنِ پاک سے رجوع کم ہو جائے گا۔اور ہمارا Research کا کام ادھورارہ جائے گا۔اِس لئے سب سے زیادہ Research قرآنِ پاک پر ہونی چاہیئے۔ حدیثِ پاک قرآن پر Research ہے۔جب کوئی کُرہ تباہی سے دو چار ہوگا۔ متبادل کُرہ بھی بقا کی صورت میں ملے گا۔ہماری دنیا ایک کُرہ ہے۔کائنات تو حساب کتاب سے باہر ہے۔

62۔روزہ

ہمارے تین جسم ہیں۔تینوں روشنیوں سے بنے ہوئے ہیں۔ظاہری جسم میں زیادہ خوراک غبار پیدا کرتی ہے۔اگر ایک مہینے تک خوراک کم کی جائے۔تو روحانی علم کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔لیکن ہم روزے کے مہینے میں زیادہ کھاتے ہیں۔یعنی غبار پیدا کرنے والی روشنیوں کو زیادہ کرتے ہیں۔پھر بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ نہیں رہ جاتا۔ جیسا کہ رسولِ مقبول ﷺ نے بتا دیا ہوا ہے۔شعور کی طاقت کم کرو۔لاشعور کو بڑھاؤ۔

روحانی قوت بڑھے گی۔

63۔شعور

ہر انسان (3) تین وجود رکھتا ہے۔اور ہر وجود یا جسم اپنا Separate شعور رکھتا ہے۔ روحِ حیوانی کا شعور یہ دنیا ہے۔روحِ انسانی کا شعور جسمِ مثالی ہے جسے لاشعور Deal کرتا ہے اور روحِ اعظم کا شعور، لاشعور سے برتر ہے۔ ہمارا پہلا واسطہ شعور سے اور بعد میں لاشعور سے پڑتا ہے۔

یہ شعور روشنی ہے۔اور روشنیوں کی درجہ بندی شعور کی Value یا Weightage ہے۔روحِ حیوانی کا شعور مادیّت کو Deal (واسطہ ہونا) کرتا ہے۔ ہر قسم کی کثافت اس کے اندر بھر جاتی ہے۔ یہ مجاز ہے۔نادان لوگ اِس کی پیروی کرتے ہیں جس کے نتیجے میں یہ دنیا ظلم کدہ بن رہی ہے۔ اِس کی غلط روش کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر مبعوث کیے جنہوں نے ہمارے لئے اِلہامی کتابیں چھوڑیں۔اور اپنے قول وفعل چھوڑے۔لیکن انسان صرف اپنی خواہشات کی تکمیل میں ہی لگا رہا۔ ہامان، شدآد اور فرعونی قوتیں شیطانی فعل سے باز نہ آئیں۔

ہر دور میں نیک لوگ شیطان صفت لوگوں کو نیچا دکھاتے رہے ہیں۔لیکن شَر کی قوت سر اٹھاتی رہتی ہے۔ہمیں شَر کی قوت کو سمجھنا ہے۔اور اُس سے بچنا ہے۔قرآنِ پاک اور حدیث سے مکمل راہنمائی ملتی ہے۔

لاشعور کیا ہے؟

شعور کی حقیقت لاشعور کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ لیکن ہم اِن سے بے خبر

ہیں۔کیونکہ یہ پسِ پردہ ہے۔اِس لئے انسان اِن کی طرف دھیان نہیں دیتا جسکا نتیجہ یہ نکل رہا ہے۔کہ شعور کے حواس لاشعوری حواس پر اپنے رنگ بھر کر اِن کو اپنی گرِپ میں لے لیتے ہیں۔لاشعوری حواس اپنی اصل سے ہٹ کر شعور سے تعاون کرنا سیکھ لیتے ہیں اور انسان کھلی گمراہی میں ڈوب جاتا ہے۔جبکہ لاشعور کے حواس ہمارے پاس وہ Power ہے۔جو ہمیں عالمِ نور سے جوڑتی ہے اور ہمارے اندر کشف اور الہام کی قوت بھر دیتی ہے یہ اُس صورت میں ہوتا ہے جب ہم لاشعوری حواس پر گرفت حاصل کر لیتے ہیں۔شعور کے حواس پر لاشعور کے حواس کا رنگ بھر دیتے ہیں۔اِسطرح روحِ حیوانی سے شَر کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔روحِ اعظم ،روحِ انسانی اور روحِ حیوانی ایک ہی رنگ میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔قلب ہمارے مشاہدے کا مین سورس بن جاتا ہے۔اور ہم اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کرنے کے سیدھے راستے کو اختیار کر لیتے ہیں۔ جو ہمارا مقصود ہے اور عالمِ امر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

64۔کائناتی نقطہ

جو لوگ کائناتی نقطہ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔اِن میں مسلمان یہاں تک کہ غیر مذہب بھی شامل ہیں۔یہ کائناتی نقطہ حقیقت کا رنگ ہے۔یہ سیدنا رسولِ پاک ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے مشترکہ میکنزم سے وابستہ ہے جو کوئی اِس میکنزم میں داخل ہو جاتا ہے وہ نجات حاصل کر لیتا ہے۔

اور وہ رسولِ پاک ﷺ کے دین میں ضم ہو چکا ہوتا ہے۔ظاہری لیبل میں وہ چاہے کچھ اور نظر آرہا ہو وہ مسلمان ہو چکا ہوتا ہے۔یعنی حقیقت کے رنگ کو اُس نے قبول کر لیا ہوتا ہے۔ جو حقیقت کی تلاش کرتا ہے وہ حقیقت کو پا لیتا ہے۔ سچا دین سیدنا

حضورﷺ کا ہے اور اِس ہی میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔

حدیث پاک ہے۔"لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ"(وقت میں میرا اور اللہ کا ساتھ ہے)

یہ مشترکہ میکنزم جو اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول ﷺ کا ہے۔ یہ ازل سے شروع ہے اور ابد تک جائے گا۔رسولِ پاک ﷺ کا دنیا میں مبعوث ہونا Additional Setup ہے۔ آپ ﷺ کی عالمِ بالا کی بادشاہت اپنی جگہ جاری وساری تھی۔جبکہ آپ ﷺ کائنات کے اندر مبعوث ہو چکے تھے۔

65۔حجابِ محمود(رسولِ پاک ﷺ کا مسکن)

رسولِ پاک ﷺ کا مسکن حجابِ محمود ہے۔(Stay کا مقام)جبکہ دنیا کے Stay کے دوران آپ ﷺ پر بشری تقاضے بھی مسلّط تھے۔ اور دنیا میں رہ کر بھی آپ ﷺ نے اپنے وطن یا مسکن تک بخوبی Approach حاصل کی۔اور دنیا سے رحلت کے بعد بھی آپ ﷺ کا حجابِ محمود میں Stay ہے۔اور پہلے بھی حجابِ محمود ہی تھا۔ اِس حقیقت کو سمجھنا ہوگا۔

66۔گارڈ پارٹیکل:

قرآن پاک میں ارشاد ہے

ترجمہ:ذرہ بھر چیز بھی اُس سے پوشیدہ نہیں۔نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔اورکوئی چیز ذرے سے چھوٹی یا بڑی نہیں۔مگرکتاب روشن (لکھی ہوئی) ہے۔(سورہ صبا)

(ا)ذرہ کا انگریزی ترجمہ Atom ہے۔

(ب)ذرہ سے چھوٹا گارڈ پارٹیکل کہلائے گا۔گارڈ پارٹیکل ایک چمک ہے۔اور لفظ محمد (ﷺ)اس پر سبط ہے۔

(ج)روشن کتاب یا تجلّی ایک ہی چیز ہے۔یہ ایک نقطہ ہے۔سب کچھ اس کے اندر ہے۔

(د)نفس واحدہ کا ترجمہ سائنس دان اورروحانی اورغیر روحانی عالم Cell کررہے ہیں۔ Cell کو Base کرکے تخلیقی سوچ کو ہم بہتر Promote کر سکتے ہیں۔ہمارے جدیداورقدیم مذہبی سکالرز مٹی سے آدم کا جو Structure تعمیر کرتے رہے ہیں۔اُن کے مطابق حضرت جبرائیلؑ بار بار زمین پر آئے اوراُنہیں مٹی کو گوندھنا پڑا۔یہ سب باتیں سطحی علم کی وجہ سے ہیں۔درحقیقت کھنکھناتی ہوئی مٹی Cell کی ساخت ہی کو ظاہر کررہی ہے۔Cell تجلّی کے خمیر سے نسمہ کے واسطے سے گارڈ پارٹیکل بن جاتا ہے۔جومٹی کی صورت ہے۔نسمہ کی ترتیب یہ ہے۔جیسے برتن بنانے والا مٹی سے برتن تیار کرتا ہے۔

اس لئے یہ دعویٰ کہ ہم صدیوں سے قرآن سمجھ رہے ہیں۔مناسب معلوم نہیں ہوتا۔مغربی ممالک بڑی بڑی تجربہ گاہیں بنا کر گارڈ پارٹیکل کی تلاش میں ہیں۔لیکن ہم صرف روایات کی حد تک عالم ہیں۔ہمیں خدائی علوم کا عالم بننا ہوگا۔جو ہمارے Inner میں ہیں۔

67۔توہم پرستی:

توہم پرستی کی Definition اس طرح ہے۔

ایسا ہے۔تو ایسا ہی ہو جاتا ہے۔

یہ دنیا جس میں ہم لوگ رہ رہے ہیں۔ ہر جگہ ہمارے قرب و جوار میں آسیب زدہ مقام مشہور ہوتے ہیں۔بعض جگہ تو عالم گیر حیثیت رکھتے ہیں۔بدروح کے کئی خیالی وجود ہم لوگوں نے قائم کیے ہوئے ہیں۔جب کہ روح امرِ ربی ہے۔اس کے اندر کوئی آمیزش نہیں ہو سکتی۔اس کی اصل کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی۔یہ ہمارے اثر سے بالا تر ہے۔روح کی Stepping down روحِ انسانی ہے۔اور روحِ انسانی روحِ حیوانی کی Stepping down ہے۔یہ دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ہمارے ارادے کی قوت روحِ انسانی اور روحِ حیوانی پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے۔کہ جب رات کی تاریکی میں آدمی اکیلا ہو۔تو دِل اور خیال کے اندر پیدا شدہ خوف کی وجہ سے جیسا وہ خیال کرتا ہے۔ویسا ہی Scene اُس کے سامنے آجاتا ہے۔جس سے وہ خوف زدہ ہو جاتا ہے۔اُس کا خوف مجسم صورت اختیار کرتا ہے۔اور وہ اپنے خیال کے مطابق جنوں کا گروہ بدروحوں کا گروہ یا بھوتوں کا ٹولہ دیکھتا ہے۔اور ان کے خوف سے آدمی مر بھی سکتا ہے۔

روحانیت سارا کھیل ہی گہرائی میں ڈوبنے کا ہے۔اس میں آدمی بڑی مشکل سے گہرائی میں ڈوبتا ہے۔لیکن سنسان جگہ پرخوف کی لہر فوراً گہرائی میں لے جاتی ہے۔خیال گہرائی کے اندر مجسم صورت میں ہوتا ہے۔آدمی تصوراتی بھوت دیکھتا ہے۔جو اسے مارتا بھی ہے۔زخمی کرتا ہے۔اور جان سے بھی مار دیتا ہے۔

قرآنِ پاک کے اندر فرشتے جن اور انسان ہیں۔باقی اِن سے ملتی جلتی مخلوق فرضی

ہے۔ جن اور انسان Training کر کے ایک دوسرے کی Layer میں جا سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کو ڑک کر سکتے ہیں۔ ان کے آلہء کار کمزور ذہن کے لوگ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے پہلے ہی ذہن میں جن بٹھایا ہوتا ہے۔ دنیا کی تمام کتابوں اور سوچوں کا لبّ لباب یہ چھوٹا سا تبصرہ ہے۔ یعنی ہمارا خود ساختہ خوف جب ذہن کی گہرائی میں جاتا ہے۔ تو مجسم صورت اختیار کرتا ہے۔ وہی جن اور بھوت ہوتا ہے۔ جب شعور مضبوط ہو جائے گا۔ تو یہ قصّے کہانیاں کم سے کم رہ جائیں گی۔

68۔ شعور (ظاہری حواس) اور لاشعور (باطنی حواس)

شعور مادیّت کو Deal کرتا ہے۔ اور لاشعور انسان کے روحانی پہلو سے وابستہ ہے۔ اور دونوں کا اِمتزاج یقین کا پیٹرن ہے۔ اور یہ پیٹرن مشاہدہ کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ شعور اور لاشعور دو قوتوں کا مظاہرہ ہے۔ اور لاشعور کی وسعتیں انتہائی قدم ہیں۔ لیکن دنیا میں رہتے ہوئے شعور سے بھی کنارہ کشی ممکن نہیں۔

شعور کے اندر ارتقاء لاشعور میں سے حاصل ہوتا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ سے نزدیکی پیدا ہوتی ہے۔ شعور اور لاشعور ایک ترازو کی طرح ہیں۔ کبھی شعوری حواس Up اور کبھی لاشعوری حواس Up ہوتے ہیں۔ اِن کا وقفہ برابر ہوتا ہے اور اگر کسی ایک کو زیادہ وقت دیا جائے تو دوسرا اپنا وقت Avail (حاصل کرنا) کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اِس طرح اگر زیادہ بیداری کی حالت میں رہا جائے۔ تو لاشعوری حواس انسانی شعور پر گرِپ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسان کا دنیا میں امتحان یہ ہے۔ کہ شعور سے نکل کر لاشعور حاصل کرے۔ تا کہ اصل مقام کو پالے جس کا وہ مستحق ہے۔ اصل دنیا وہ ہے۔ جسکو شعوری حواس گرِپ نہیں کرتے۔

69۔رنگ و روشنی

یہ کائنات رنگ و روشنی سے بنی ہوئی ہے۔رنگ و روشنی کی مقدار سے ہی سب کچھ تخلیق ہو رہا ہے۔رنگ و روشنی کی کھوج لگانا ہی روحانیت ہے۔انسان روشنی کے اندر تصرّف کرسکتا ہے۔اگر انسان کسی قرآنی آیت کا ورد کرتا ہے۔تو اُس کے اندر ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے۔قوت کیا ہے روشنی کی پاور ہے۔جو ورد، وظائف سے حاصل ہوتی ہے۔اگر کوئی اِس روشنی کے علم کو نہیں جانتا تو وہ اِس پیدا ہونے والی پاور کو صحیح طریقے سے Adjust نہیں کرسکتا۔لیکن ورد سے پاور ذخیرہ ہو جاتی ہے۔اور اگر استعمال کا پیمانہ ہو تو وہ روشنی فضا میں منفی اثرات بھی ڈالتی ہے پڑھنے والوں کو اِس کے استعمال کا طریقہ نہیں۔جس کی وجہ سے گھر کے اندر منفی قوتیں جو نظروں سے اوجھل ہیں کام کرنا شروع کر دیتی ہیں۔پھر فائدہ نہیں نقصان ہوگا۔

70۔اسمِ اعظم

تجلّی کے اندر ہر لفظ کا ایک مقام ہے۔اللہ تعالیٰ جلّ جَلالہٗ کا ہر اسم ایک Power یا ایک گہری بصیرت کا حامل ہے۔ہر اسم تین Stages (حالتیں) رکھتا ہے۔کسی اِسم کی صفت تک اگر رسائی حاصل کرلی جائے۔تو وہ عجیب و غریب قوت پیدا کرتا ہے۔اور پڑھنے والا یا بصیرت رکھنے والا اِس قوت سے اپنی مرضی کے مطابق استفادہ کرسکتا ہے۔باقی تمام اسماء پر لفظ اللہ کی طاقت محیط ہے۔اور یہی اسمِ اعظم ہے۔ لیکن باقی اسماء بھی Super power رکھتے ہیں۔اور اُن سے بھی ہر قسم کی مشکل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔لیکن طاقت یا قوت انسان اپنے اندر خود پیدا کرتا ہے۔یعنی

اصل حقائق تک Approach ہی طاقت ہے۔اور استفادہ بھی وہی کر سکتا ہے جو اصل حقائق تک پہنچ جاتا ہے۔ ہر اِسم کی طاقت Rays (روشنیاں) کی صورت پیدا کرتی ہے۔جس کی دوسری صورت نور یا روشنی ہے۔لیکن یہ وہ روشنی نہیں جس کو ہم سورج کی روشنی کہتے ہیں۔ ہر اِسم مختلف روشنی رکھتا ہے۔لیکن اِس کی پَرکھ کرنا مشکل ضرور ہے۔ مگر نا ممکن نہیں۔

اسمِ اعظم کی تعریف یہ ہے۔اسمِ اعظم وہ نور ہے۔جو انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ وہ نور ہر مشکل کی Key ہے۔یہ نور حاصل کرنے کے لئے سخت محنت درکار ہے۔ جب انسانی دِل کائناتی لامحدود Power کو پالیتا ہے۔تو ہر مشکل کی Key اُس کے ہاتھ لگ جاتی ہے۔

71۔کائناتی انرجی سے شفا

یہ میرے ذاتی تجربہ میں آیا کہ میں مراقبہ کر رہا تھا۔میں نے دیکھا کہ سفید یا دودھیہ روشنی ایک انرجی میری طرف آرہی ہے۔اور یہ میرے بدن میں جذب ہو رہی ہے۔مجھے کافی زیادہ سکون حاصل ہوا۔ساتھ ہی میرے دِل میں یہ بات واضح ہوگئی۔کہ یہ توانائی کسی بھی بیمار کو ٹھیک کر سکتی ہے۔میں نے پے در پے اِس پر تجربات کیے۔ Initial Stage (ابتدا) پر ایک تجربہ ناکام ہوا۔باقی سب کے سب کامیاب ہوئے۔یہ Source میرے لئے وجہ اطمینان رہا میں زیادہ نہیں لیکن کم وبیش یہ شفایابی کا طریقہ اختیار کرتا رہتا ہوں۔عام حالت میں بھی یہ تجربہ کامیاب رہتا ہے۔لیکن اگر میں مراقبہ کی حالت میں ہوں۔تو یہ طاقت کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔اور تقریباً تقریباً شفایابی اُسی وقت ممکن ہو جاتی ہے۔

میں یہ ریز اپنے اندر جذب نہیں کرتا بلکہ بیمار کے اندر Enforce (ڈال دینا) کرتا ہوں۔ لیکن بعض دفعہ یہ شعائیں میرے اندر سے گزر کر جاتی ہیں۔ تو ایسی صورت میں میرے بدن کے اندر بھی Energy (قوت) آتی ہے جو مجھے صحت مند بناتی ہے۔ اِس Energy میں دور یا نزدیک کا کوئی سوال نہیں۔ اگر میں نے بندہ دیکھا ہو تو بہت خوب یا تصویر سے بھی کام چل جاتا ہے۔ تصوراتی حلیہ سے بھی بعض دفعہ کام چل جاتا ہے۔ اس انرجی سے لوگ (Reiki) ریکی کی صورت میں استفادہ کر رہے ہیں۔ لیکن میں اِس کو عالمِ نور کی Force سمجھتا ہوں۔

72۔ دوزخ اور کیوں

اللہ کے فرمان کے مطابق یعنی آیت: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ہ

ترجمہ "ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے" سورہ بقرہ 156

ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ رہی ہے۔ انسان کی اصل وحدت کے اندر ایک نقطہ ہے۔ اِس کا مکمل اِدراک کرنا ہوگا۔ دنیا دارالعمل ہے۔ اِس کے بعد انسان عالمِ اعراف میں جائے گا۔ اور اپنی اصل کی طرف سفر جاری رہیگا۔ اور پھر اصل کی طرف لوٹنے کے لئے اُس کا پاک صاف ہونا ضروری ہے۔ اصل تک پہنچنا ایک ضروری عمل ہے۔ اگر انسان غفلت نہ چھوڑے تو اُس کا آخری حل دوزخ کی آگ ہے۔ دوزخ کی آگ کثافت کو ختم کرتی ہے۔ اِس طرح انسان کثافت سے پاک ہو کر یعنی اصل کی طرح ہو کر اپنی اصل میں لوٹ جائے گا۔ اِس کے بعد اللہ کے حکم سے دوبارہ کُن کا چکر شروع ہو جائے گا۔ جو روحیں ایک بار تخلیق ہو گئیں۔ وہ ہمیشہ رہیں گی۔ عالمِ ناسوت سے اِنسان

عالمِ اعراف میں بہتر شعور میں داخل ہوگا۔اور کارروائی جاری رہے گی۔اللہ تعالیٰ کی رحمت حساب وکتاب سے باہر ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔اُس کی رحمت شاملِ حال رہے گی۔تجلّی کی Stepping Down نوراور پھر نور کی Stepping Down ہو کر مظہر بن جاتی ہے۔ اِس طرح پھر دوبارہ مظہر نے نور میں سے Stepping Up ہوکرتجلّی میں ہی فنا ہونا ہے۔

73۔لوحِ محفوظ،نشریاتی اسٹیشن

کائنات کے اندر کروڑہا لوحِ محفوظ ہیں۔یہ عام زبان میں نشریاتی اسٹیشن ہیں۔اللہ تعالیٰ کے احکام کئی واسطوں سے زمین میں Relay ہورہے ہیں۔اورانسان کا ارادہ بھی اِس میں کام کرتا ہے۔

لوحِ محفوظ کا نور خیر سے بھرپور ہے۔اور Demand کرتا ہے۔کہ انسان کا ہرکام اللہ تعالیٰ کی رضا پر ہو۔لیکن انسان اپنے ارادے کو Misuse (غلط استعمال کرنا) کرتا ہے۔اوراپنی مرضی کا رزلٹ چاہتا ہے۔جو اجتماعی خیر کا پروگرام ہے۔اُسے اپنے مفاد میں لے جانا چاہتا ہے۔یعنی دوسروں کی توانائیاں اپنے اندر سمیٹنا چاہتا ہے۔اوراجارہ دار بن بیٹھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لوحِ محفوظ کا پروگرام چھوڑ کر ہر کسی کی اپنی اپنی کوشش جاری رہتی ہے۔اورکش مکش بڑھتی رہتی ہے۔جنگ و جدل ہوتے ہیں۔سب اعلیٰ اورادنیٰ اِس کی مثالیں ہیں۔غلط کا انجام سب کے لئے غلط ہوتا ہے۔ہمارے پاس الہامی کتابیں موجود ہیں۔لیکن سب نے اپنی اپنی تشریح کی ہوئی ہے۔پیغمبروں کے فرمودات کو توڑ موڑ کر پیش کرتے ہیں۔اِس وجہ سے ہم پیغمبروںؑ کے روحانی نظام کو بھول چکے ہیں۔اِس کی تجدید کی

جانی چاہیے۔سکول اور یونیورسٹیوں میں یہ تعلیم عام ہونی چاہیے۔اور ہمیں نئی Values (قیمت) کا اجراء کرنا ہوگا۔امن پیدا کرنے کا واحد حل یہی ہے۔

74۔زندگی

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔کہ ہماری فزیکل باڈی کو ہم خوراک دیتے ہیں۔جس سے ہماری زندگی چل رہی ہے۔ہم اپنے روحانی جسم سے ناواقف ہوتے ہیں۔یعنی ہم اپنی اصل کو بھول چکے ہوتے ہیں۔

ہمارا جسم ایک مکمل روحانی نظام پر قائم ہے۔اور اُسی نظام کی وجہ سے ہم اِس قابل ہوتے ہیں۔کہ ہماری فزیکل باڈی کھاتی پیتی ہے۔جب روحانی وجود جسم سے الگ ہو جاتا ہے۔تو یہ ہماری ایک طرح کی موت ہوتی ہے۔لیکن یہ موت صرف فزیکل باڈی کی ہوتی ہے۔

سیدنا حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے۔کہ ''انسان مرتا نہیں۔بلکہ زندہ ہوتا ہے۔''

اصل میں انسان عالمِ ناسوت سے ''ظاہراً جسے ہم موت کہتے ہیں'' کے بعد عالمِ اعراف۔۔ کا سفر شروع کرتا ہے۔ہمارا روحانی نظام بدن کے اندر روحِ اعظم سے شروع ہوتا ہے۔جس کی Further Processing (اگلی کاروائی) روحِ انسانی میں چلی جاتی ہے۔ روحِ انسانی Further روحِ حیوانی کی Base رکھ دیتی ہے۔اور روحِ حیوانی کی تمام کاروائی روحِ انسانی سے ہوتی ہے۔ روحِ انسانی ایک نوردرنور Stage ہے۔اور روحِ حیوانی مادیّت یا بشریت ہے۔

عالمِ ناسوت میں Naturelly (فطرتی طور پر) مادیّت یا بشریت، حرص،

لالچ یا دوسری شر کی قوتوں کی آمیزش موجود ہوتی ہے۔جس سے کثافت کا غبار بن جاتا ہے۔اور یہ مقام اسفل یعنی سب نیچوں سے نیچا ہے۔یہ اپنی فطرت کے مطابق اپنی اصل روحِ انسانی کی طرف جائے گا۔

روحِ حیوانی کے اندر جو کثافت اورانت غبار پیدا ہوتا ہے۔اُس کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پیغمبر بھیجے۔اوراُن پر کتابیں نازل فرمائیں۔اِن پیغمبروں نے اپنے عمل اور فعل سے اپنی اپنی اُمتوں کو سب کچھ سکھایا۔تاکہ روحِ حیوانی کے اندر کثافت اورغبار پیدا نہ ہو۔اور انسان اپنے آپ کو کنٹرول کرسکے۔اورشر کی قوت کو دبا سکے۔لیکن بعض لوگوں نے کثافت اور عالمِ ناسوت کی رنگینیوں کو اپنایا۔اورغلط راستہ اختیار کیا۔اور اپنی کثافت کو روحِ انسانی کی طرف Feed کیا۔اپنی دنیا تباہ کی اورروحانی دنیا سے کٹ آف ہو گئے۔روحِ انسانی کا Base جو نوردرنور تھا۔اُس سے استفادہ نہیں کیا۔اُلٹا اُس میں اپنی کثافت Feed کردی۔جو کہ Stage2 ہو گئی۔جو کثافت رکھتی ہے۔اور وہی روحِ حیوانی ایک پیٹرن روحِ انسانی کے اندر Stage2 کی صورت میں ہے۔

جس کی وجہ سے روحِ انسانی کو اپنی اصل سے کٹ آف کردیا۔یہاں پھر امید کی سب کوششیں ناکام ہوجاتی ہیں۔

انسان مرنے کے بعد اپاہج ہوگا۔لاتعداد Suffering (دُکھ) کے اندر پھنس جائے گا۔جس کو دوزخ کی زندگی کہا جاتا ہے۔

75۔توجہ انعکاسی

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو کا قول ہے کہ

''نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھو''

آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ مجھے کاملِ مرشد نے رہنمائی دی تو میں نے حقیقت کو پا لیا۔ تمام قسم کے علوم کا منبع انسان خود ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے اندر علوم روح کی صورت میں ودیعت کر دیئے ہیں۔ اور علم سکھانے کا کام اولیاء اللہ، رسولِ پاک ﷺ اور بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔ ودیعت کئے ہوئے علوم کا سیکھنا بھی پراپر چینل (Proper Channel) (واسطے سے ہو کر) کے ذریعے ہوتا ہے۔ روحانی علوم کے سیکھنے کو دوسرے لفظوں میں اِنعکاسی بھی بولتے ہیں۔ اِنعکاس ہی دراصل سیکھنا ہے۔

باقی یہ کہنا کہ فلاں کے اندر یہ چیز تھی۔ اور میرے اندر یہ چیز نہیں ہے۔ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اں یہ بات ضرور ہے۔ کہ کسی نے اپنے اندر موجود علوم کو تلاش کر لیا ہے۔ تو وہ آپ کے اند . وجود علوم کو تلاش کرنے میں آپ کی راہنمائی کر سکتا ہے۔ اور یہ راہنمائی ہی اِنعکاس یا ... ائی ہے۔

اگر اِنعکاس سے ہی کام چلتا ہوتا۔ تو پھر ہر کوئی پیر بن جاتا۔ انعکاس کے لئے تربیت درکار ہے۔ اور اِس میں کوئی ہی پڑتا ہے۔ اور Training بھی Long & Hard (لمبی اور سخت) ہے۔ اور یہی استفادہ کی قوت پیدا کرتی ہے۔ جس طرح سکول کے اندر بچے علم سیکھتے ہیں۔ اِسی طرح روحانی علوم بھی سیکھنے پڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم جاری ہے۔ کہ وہ کسی پر بھی اپنا کرم کر سکتا ہے۔ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم اصل میں ذہنی اور دِلی آسودگی ہوتی ہے۔ اگر ایک

غریب ذہنی آسودگی رکھتا ہے۔تو وہ اُس امیر سے بہتر ہے۔جس کو ذہنی آسودگی میسر نہیں ہے۔اور ذہنی آسودگی خدمت خلق سے پیدا ہوتی ہے۔کیونکہ خدمت نہ کرنے سے امیر لوگ غموں اور بیماریوں سے پاک نہیں ہوتے۔جبکہ کچھ غریب صرف دال چپاتی کھا کر حقیقی صحت سے لطف اندوز ہورہے ہوتے ہیں۔جنت میں بھی لوگ ذہنی آسودگی کی وجہ سے ہی خوش ہونگے۔

76۔خیال کا منبع

قرآن پاک میں ارشاد ہے:اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ہ

ترجمہ:سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے۔(سورہ السجدہ54)

اللہ تعالیٰ کا محیط ہونے کا عکس انسانی روح میں پایا جاتا ہے۔یہ خیال یا تجسس کی قوت اتنی طاقتور ہوتی ہے۔کہ اِس کے نزدیک پنہائی اور گہرائی کی کوئی حقیقت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا عرش پر استوا ہونا یا دوسری جگہ پر ہونا ایک ہی پوائنٹ ہے۔یعنی دونوں Point ایک ہی ہیں۔یہ تجسس اور ادراک کے جو اندازے ہیں۔سب ایک پوائنٹ پر Accountable (شمار ہیں) ہیں۔اللہ تعالیٰ کے محیط ہونے کی قوت میں بلندی اور پستی ایک ہی ہے۔یہ سب اِدراک کے پیمانے ہیں۔باقی سب جو کچھ ہم دیکھتے ہیں۔سب فریب نظر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اُس وقت ممکن ہوگا۔جب بندے کی اپنی ذات فنا ہو جائے گی۔اور پھر بندہ اپنی حقیقت پالیتا ہے۔

طاقت کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔کُلّی اور جُزوی سب کی ابتداء اُسی سے ہوتی ہے۔اور ہر چیز ختم بھی وہاں ہی ہوتی ہے۔اِس لئے خیال وہاں سے آیااور وہاں سے نہیں آیا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ہمارا دیکھنا، پڑھنا،لکھنا،روشنی،اندھیرا،سیاہ وسفید سب کا مرکز ایک ہی ہے۔اور وہ مرکز بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اِسکے لئے کوئی اور Source ہے یہ بات درست نہیں۔

خیال منفی اور مثبت ہوتے ہیں۔اِن کی تقسیم انسانی معیار پر کی جاتی ہے۔اِس میں کئی ایجنسیاں زیرِ بحث آسکتی ہیں۔

77۔تلاوت روحانی نقطۂ نگاہ سے

قرآن کی ہر آیتِ مبارکہ میں ایک ظاہر ہے۔اور ایک باطن چُھپا ہوا ہے۔ہر لفظ ایک قوت رکھتا ہے۔ہر آیت ایک فارمولا ہے۔اور اگر اِن فارمولوں کو بار بار دہرایا جائے۔تو اِن آیات کا نور اکٹھا ہو جاتا ہے۔اور یہی نور ہمارے جسم میں منفی قوت کو مٹاتا ہے۔اور یہی قوت اللہ تعالیٰ کے جلال کی خبر دینے کے لئے ہمارے ذہن کو آئینہ بنا دیتی ہے۔اور پھر آہستہ آہستہ باطنی روشنیاں ظاہری آنکھ سے بھی نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اور بے پناہ قوت ہماری باڈی میں ڈھل جاتی ہے۔

مراقبہ اِس کارِ خیر میں ہمیں Facilitate (سہولت دیتا ہے) کرتا ہے۔ہر لفظ کا ایک جسمِ مثالی ہوتا ہے۔اور یہ قوت رکھتا ہے۔ہماری یہی بے خبری جہالت پیدا کرتی ہے۔کیونکہ ہم اصل حقیقت سے واقف نہیں اور صرف مادیّت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

ہمارے عالم لوگوں کو بھی حقیقت کا اِدارک کرنا چاہیے۔مادیّت میں بھی ترقی

کرنی ہے۔لیکن اِس کے ساتھ ساتھ روحانیت بھی مقصود ہے ۔ یہ لازم وملزوم ہیں۔آج کل روحانی ترقی بالکل Zero نظر آرہی ہے۔قوّت کو Access (رسائی) کر کے پڑھائی کرنی ہوگی ۔ورنہ منفی اثرات ظاہر ہوسکتے ہیں۔جو Serious (نہ ختم ہونے والی مرض) قسم کی بیماریوں کی صورت میں ظاہر ہونگے ۔اوراُن کا علاج ناممکن کی حد تک مشکل ہے۔

79۔غیب کا علم کیا ہے؟ کیا سیدنا حضور اکرم ﷺ کو غیب کا علم حاصل تھا؟

غیب کے علم پر بڑی کُتب ملتی ہیں۔جن میں بحث ومباحثے ملتے ہیں۔لیکن شاید ہی اُن کو پڑھ کر یہ اندازہ ہو کہ حقیقت کیا ہے۔زیادہ تر یہ بے علمی کی داستانیں ہیں۔قرآنِ پاک میں پُر اسرار آیات ہیں۔لیکن وہ پُر اسرار ہی رہ جاتی ہیں۔بات کوئی لمبی چوڑی نہیں۔لیکن ہمارے معاشرے میں ایسے علوم کی ڈور اُن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔جنہوں نے دماغ کو استعمال ہی نہیں کرنا ہوتا۔صرف طاقت کے زور پر بات کو منوانا ہوتا ہے۔

بات درحقیقت یہ ہے۔کہ انسانی دماغ کبھی شعور کے اندر رہ کر کام کرتا ہے۔اور کبھی لاشعور کے اندر رہ کر کام کرتا ہے۔لیکن عام طور پر ہر کوئی شعور کے اندر پیدا ہوتا ہے۔اور مادیّت سے وابستہ ہوجاتا ہے۔لیکن بعض دفعہ انسان لاشعوری دماغ لے کر پیدا ہوتا ہے۔اصل میں لاشعور ہی غیب ہے۔ایسا انسان زیادہ تر لاشعور کے اندر رہتا ہے۔اور وہ غیب کی باتیں کرتا ہے۔لیکن وہ زیادہ شعوری علم نہیں رکھتا۔اِس لئے اُس کی بات ہمیں

بے ربط معلوم ہوتی ہے یہ کوئی بچہ بھی ہوسکتا ہے اور بڑا بھی ہوسکتا ہے۔لیکن اُس کی اکثر باتیں درست ثابت ہوتی ہیں۔ ہر دور میں ایسا کوئی نہ کوئی انسان ضرور ملتا ہے اور وہ غیب کی باتیں کرتا ہے۔جیسا کہ حضرت خضرؑ ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کبھی کبھی بڑے راہنماؤں کے ساتھ وابستہ ہوکر اپنے علم کا مظاہرہ کرتے ہیں۔لیکن کوئی پیغمبروں کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔پیغمبر لاشعور کے اُستاد ہوتے ہیں۔انہوں نے اِس دنیا میں رہ کر شعور کے بعد لاشعور حاصل کیا ہوتا ہے۔وہ کائنات کے غیب کو جانتے ہیں۔لیکن اُن کے سامنے ایک اُمت کی تعمیر ہوتی تھی۔وہ بہت کم ایسے غیب میں پڑتے تھے۔

اور اِس غیب میں سیدنا حضور اکرم ﷺ کا سب سے بلند مقام ہے۔کیونکہ ساری کائنات آپ ﷺ کے نور سے تخلیق ہوئی ہے۔اور ہو رہی ہے۔اور ہوتی رہے گی۔ باقی کوئی انسان جو لاشعور حاصل کر لیتا ہے۔تو غیب سے اُس کا واسطہ ہو جاتا ہے۔یہ غیب صرف کائنات کی حد تک ہے۔اللہ تعالیٰ کے علوم پر کسی کو عبور نہیں ہوسکتا۔

اِس کائنات کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے۔وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔وہ سب کچھ ہے۔ہم کچھ بھی نہیں۔ ہمارا دماغ ایک محدود لیول (Level) رکھتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ لامحدود کے اندر رہتا ہے۔

علم لدنی وہ علم ہے۔جب شعور کا مسکن لبریز ہو جاتا ہے۔تو اُبال کی صورت پیدا ہوتی ہے۔اُس اُبال کا شعور کے اندر آنا علمِ لدنی ہے۔یعنی غیب کی اعلیٰ صورت پیدا ہونا ہے۔حضور ﷺ شعوروں کے بادشاہ ہیں۔کائنات کا غیب یعنی ماضی، حال، مستقبل پر آپ ﷺ کو احسن طریقے سے دسترس حاصل تھی۔باقی اُمتی محدود حد تک یہ عروج رکھتے تھے۔

80۔ ہماری قسمت

قسمت کیا ہے؟ کیا یہ ازل سے پہلے ہی لکھی جاچکی ہے۔ اگر ایسا ہے۔ تو پھر بندے کو قصوروار کیوں ٹھہرایا جاتا ہے۔ ازل سے قسمت ہرگز نہیں لکھی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے کائناتی نقطہ یعنی لوحِ محفوظ پر جو کچھ ہونا تھا۔ اُس کو لکھ دیا۔ اور بندے کو ایک ایسی قوت عطا کی جو اُس کا ارادہ ہے۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے۔ یہ لوح دوئم یعنی دوسری لوحِ محفوظ اِسی سے ہمارا واسطہ ہے۔ جس میں انسانی ارادہ شامل ہے۔ انسان اپنے ارادے سے لوحِ اوّل کو تبدیل کرتا ہے۔ تو Action اور Reaction (عمل اور ردِعمل) کی زد میں آتا ہے۔

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کی عمر 50 سال Adjust کی۔ اور بندے نے اُس کو خود بدل دیا یعنی 50 سال سے 40 سال بنالی وہ کیسے یعنی اُس نے مادیّت کا غلط استعمال کیا۔ مثلاً شراب کا بے دریغ استعمال کیا۔ یا کسی اور ذریعہ سے مادیّت میں خود کو Misuse کیا۔ قسمت جو اللہ تعالیٰ نے بنائی۔ بندے نے اُس میں اپنے ارادے سے خود اپنی قسمت بنالی۔ تو یہ ہے قسمت کا Rule and Law (قانون و قاعدے)۔ باقی سب بحث و مباحثے کوئی Value نہیں رکھتے۔ اچھے کام پر مامور رہنے سے عمر زیادہ بھی ہو جاتی ہے۔

فلسفیوں کا یہ مسئلہ نہیں یہ مسئلہ روحانی سائنسدانوں کا ہے۔ بات کو اگر سمجھ لیا ہے۔ تو باقی سب خیر ہے۔ انسان کے پاس ارادے کی قوّت ہے۔ یہ قوّت جاہل اور ظالم بھی بنا دیتی ہے۔ اور قابلِ رشک بھی بنا دیتی ہے۔

81۔ یوگا اور نماز

آج کل یوگا کا بڑا چرچہ ہے۔ عام طور پر یوگا ہندوؤں سے ماخوذ کیا جاتا ہے۔ اگر یہ ہندوٗ جوگیوں کی ایجاد ہے۔ تو ہم انہیں Appreciate کرتے ہیں۔ دوسری طرف دیکھو ہمارا وضو اور نماز کی حرکات۔

اگر خون رُک جائے اور جسم میں خرابیاں پیدا ہونی شروع ہو جائیں۔ تو یوگا کی مختلف ورزشیں کرنے سے یہ تمام خرابیاں دور ہو جاتی ہیں۔ کوئی شک نہیں ایسا ہی ہے۔

جبکہ ہماری نماز اور وضو میں جو حرکات سموئی ہوئی ہیں۔ وہ باڈی کے بجلی کے سرکٹ کو ڈیل کرتی ہیں۔ روحانی خوشحالی کے علاوہ بجلی کا سرکٹ جو کہ پوری باڈی کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہ سرکٹ ہماری باڈی کو بالکل فریش کر دیتا ہے۔ جو ہماری بیماری کا ازالہ کر دیتا ہے۔ اور Blood circuit جو کہ بجلی کے سرکٹ کے کنٹرول میں ہے۔ وہ بھی اِس کے کنٹرول میں ہوتا ہے۔

بجلی کا سرکٹ Blood circuit کے کنٹرول پر کئی گُنا فوقیت رکھتا ہے۔ روحانی اور جسمانی کنٹرول مکمل نماز اور وضو کی Exercise (ورزش) کے کنٹرول میں ہے۔ اور سب So far ایجادات جو کہ جسمانی صحت کے لئے ہیں۔ اُن پر حاوی ہے۔ اور وہ بھی کسی مالی خرچ کے بغیر۔

81۔قربِ نوافل اور قربِ فرائض

تصوّف کی دو اہم Term s (قسمیں) ہیں۔ایک قربِ فرائض ہے۔جس میں روح سے پردہ ہٹادیا جاتا ہے۔اور یہ پردہ کیوں اور کیسے ہٹتا ہے۔یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔اِس Term میں اللہ کے مخصوص بندوں کو عالمِ اعراف سے پاک روحیں Inspire کرتی ہیں۔اعلیٰ فرشتے اور پیغمبر بھی Inspire کرتے ہیں۔اور یہی Inspiration (تخلیقی تحریک) بندے کو اللہ تعالیٰ کا دوست بنادیتی ہے۔ایسا شخص عام طور پر نارمل حالت میں ہوتا ہے۔اُس کو پرکھنا بھی مشکل ہوتا ہے۔وہ نارمل حالت میں ملتے ہیں۔اُن کا دِل اللہ تعالیٰ سے جُوا ہوتا ہے۔

دوسرا قربِ نوافل ہے۔یہ بڑا محنت طلب ہے۔اِس میں بندہ نفلی عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوجاتا ہے۔اِن کے پاس ظاہری اور باطنی علوم کے خزانے ہوتے ہیں۔جس کی وہ تقسیم کرتے رہتے ہیں۔اور دنیا کو سیدھے راستے پر چلارہے ہیں۔ دونوں گروپ رسولِ مقبول ﷺ کے سچے خادم ہیں۔

82۔ظاہر سے وابستہ رہنا اور باطن سے بے خبر رہنا بے کار زُہد اور ریا کاری ہے

جولوگ مادیّت سے وابستہ رہتے ہیں۔اور باطن کو نظرانداز کر چکے ہیں۔اُن کا سالوں عبادت سے بھی عالمِ نور سے ربط قائم نہیں ہوتا۔کیونکہ یہ بے کار زہد اور ریا کاری ہے۔عالمِ نور کیا ہے۔کافی جگہ ذِکر کیا گیا ہے۔عالمِ نور سے ربط کے طریقے وضع کئے گئے ہیں۔یادرہے کہ اپنی چندروزہ زندگی کو برباد مت کرو۔جولوگ اپاہج ہو چکے ہیں۔اب بھی

وقت ہے۔ اصل کی طرف لوٹیں۔ ریا کاری کی عبادت کسی کام نہیں آئے گی۔ وہ عبادت جو عالمِ نور سے ربط پیدا نہیں کرتی ریا کاری ہے۔ نہ کہ عبادت۔ پس وہ تمہارے کسی کام کی نہیں۔ نماز مومن کی معراج ہے۔ تو کیا یہ ریا کاری معراج کی صورت پیدا کر رہی ہے۔ ہرگز نہیں کر رہی۔ ایسی نماز کی کھوج لگاؤ۔ جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حائل پردے ہٹا دے۔

83۔ تلاوت

قرآن کی ہر آیتِ مبارکہ میں جو ظاہر ہے۔ اُس کے اندر ایک باطن چھپا ہوا ہے۔ ہر لفظ ایک قوت رکھتا ہے۔ ہر آیت ایک فارمولا ہے۔ اور اگر اِن فارمولوں کو دُہرایا جائے۔ تو اُس آیت کا نور ہمارے جسم میں جمع ہو کر منفی اثرات کو مٹاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے جلال کی خبر دینے کے لئے ہمارے ذہن کو آئینہ بناتا ہے۔ اور اِس طرح آہستہ آہستہ باطنی روشنیاں ظاہری آنکھ سے نظر آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور بے پناہ قوت ہماری باڈی میں ڈھل جاتی ہے۔ اور مراقبہ اِس کارِ خیر کو Facilitate کرتا ہے۔

ہر لفظ کا جسمِ مثالی ہوتا ہے۔ اور اُس کے اندر بے پناہ قوت ہے۔ اور ہماری بے خبری جہالت پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ ہم اصل سے واقف نہیں۔ اور جہالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہمارے عالم لوگ بھی اِس حقیقت کا ادراک کریں۔ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی بھی مقصود ہے۔

84۔ حقیقتِ محمدی ﷺ

کُن کے ایکشن کے بعد "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" میں حرکت پیدا ہوئی۔ رحمان اور رحیم کی تجلّی اور اللہ تعالیٰ کا اِرادہ "بسم" شامل ہوا۔ایک جمال کی بنیاد پڑی۔اور کائنات کی روحِ اعظم کی تشکیل ہوئی۔جس کا ادراک رسولِ پاک ﷺ نے کیا۔ اور رسولِ پاک ﷺ کا نور تخلیق ہوا۔یعنی احد سے احمد کی تشکیل ہوئی۔اس نور سے باقی کائنات تشکیل پا گئی۔کیونکہ یہی اصل مقصود تھا۔حجابِ محمود کا سیکریٹ عمل میں آیا۔رسول پاک ﷺ کا تربیت یافتہ عملہ Action میں آیا۔

احد اور احمد کے درمیان پردہ ہوا۔جس سے تخلیق کی دوسری صورت سامنے آئی۔لیکن اصل تخلیق اللہ تعالیٰ کی تجلّی ہے۔اللہ تعالیٰ کی تجلّی اور حجابِ محمود کی تجلّیات دونوں طرف سے فیڈنگ انسان کے اندر ہو رہی ہے۔

انسانی جسم میں مین روح ہے۔روحِ اعظم،روحِ انسانی،روحِ حیوانی اِس کے حصّے ہیں۔سب کی فنکشن اپنے طور پر جاری ہے۔روحِ حیوانی پر مکمل اپروچ ہونی چاہیے۔تاکہ اصل حقیقت تک انسان پہنچ سکے۔

85۔اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ

ترجمہ:''تحقیق اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا'' (رواہ فی المشکوٰۃ)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ہ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ہ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ہ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ہ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ہ

ترجمہ:''تم فرماو میں اسکی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔اس کی سب مخلوق کے شر سے۔اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں۔اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے''

مندرجہ بالا آیات کی وضاحت میں کچھ اِس طرح کرونگا۔پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا اَمر یہ ہے۔کہ انسان کو میں نے اپنی صورت میں پیدا کیا۔تو کیا اِنسان شر اور خیر کا مجموعہ یا Collection نہیں۔تو پھر انسان اللہ تعالیٰ کی صورت پر ہے۔تو پھر کیا یہ تصور کیا جائے۔کہ شَر اللہ تعالیٰ Adjust کرتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمایا۔کہ شَر کو میں تخلیق کرنے والا ہوں۔تو جب شَر کو تخلیق کیا گیا۔مزید یہ کہ شَر کی قوت فرشتوں میں نہیں اور انسان میں موجود ہے۔کیا انسان فرشتوں سے بالاتر نہیں۔پھر شَر کو بُرا کیسے کہا جائے گا۔بلکہ اِس کو Carry کرنا خراب نہیں۔اِس کا اِدارک کر کے درست استعمال ضروری ہے۔

86۔مشرقین اور مغربین

1.اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ط(سورہ النور35)

ترجمہ:''اللہ نور ہے۔آسمانوں اور زمین کا۔اِس نور کی مثال طاق کی مانند ہے۔جس میں چراغ رکھا ہو۔اور وہ چراغ شیشے کی قندیل میں ہے۔''

2.رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ (سورہ رحمٰن17)

ترجمہ:''رب دو مشرقوں کا اور رب دو مغربوں کا''

3.اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ہ

ترجمہ:سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے۔(سورہ السجدہ54)

4. ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ(سورہ یونس3)

ترجمہ:''پھر عرش پر جلوہ افروز ہوا۔اور ہر امر کو تدبیر کرتا ہے۔''

5.لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ

ترجمہ:''نہ پورب کا نہ پچھم کا(سورہ النور)''

اللہ تعالیٰ کا نور جو Time & Space کا Base ہے۔وہ اپنی Base سے حرکت میں آتا ہے۔اُس کی صورتحال ایسی بنتی ہے۔جو کہ ہر طرف پھیلتا ہے۔تو اُس کی صورت گلوب سی بنتی ہے۔اور Stepping down پر کئی گلوبوں کی صورت اختیار کرتا ہے۔یہ تمام Area کو ہر سُو Cover کرتا ہے۔اور Base سے نزول اور صعود کر کے Base پر ہی آتا رہتا ہے۔اور کوئی مشرق اور مغرب نہیں بناتا۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ دو مشرقوں اور دو مغربوں کا مالک

ہے۔اِسکا مفہوم کچھ اِس طرح ہے۔

درحقیقت مغرب اور مشرق دو شعور زیر بحث ہیں۔ایک کائنات جو دنیا ہمارے سامنے ہے۔ دوسری روحانی دنیا جو ہماری نظر سے اوجھل ہے۔ یعنی Time & space کو Discuss کیا گیا ہے۔اگر اطراف کا ذکر مقصود ہوتا تو جنوب، شمال کی طرف بھی اشارہ ہوتا۔ بہرحال جغرافیہ دانوں نے کئی اطراف بنائی ہیں۔ جو زمینی حساب میں درکار ہیں۔کائنات چاہے مادی ہے چاہے روحانی اُسکے اندر اطراف نہیں بلکہ گلوب کی صورت ہے۔

سورج کے لحاظ سے مشرق اور مغرب دو نہیں بہت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ سورج تو ہر روز ایک مشرق بناتا ہے۔اور ایک مغرب بناتا ہے۔قرآنِ پاک کی ذیلیہ تشریح جو ملتی ہے۔وہ دیکھا دیکھی والا سلسلہ ہے۔اصل میں یہ آیات Time & Space کو واضح کررہی ہیں۔مشرق اور مغرب سے مراد مادی اور روحانی دنیا ہے۔ Time & Space میں کوئی اطراف نہیں یہ گول شکل میں ہے۔اور Time & Space میں بہت سے میکنزم کام کررہے ہیں۔ جو لوگ اِس پر غور وفکر کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے تدبر کے آگے بے بس ہو جاتے ہیں۔ بہرحال غور وفکر کرنے والے اللہ تعالیٰ کے تدبر کو Enjoy (استفائدہ کرنا) کرتے ہیں۔

87۔وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِہ (سورہ ق 16)

ترجمہ:''اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں''

جب سالک آیتِ بالا کی حقیقت کو پالیتا ہے۔تو وہ ایک ہی بیٹھک میں فنا اور بقا سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔

یہ غلط ہے۔کہ اِنسان کلی طور پر ایسا فنا ہوگا۔کہ بشریت کا وجود ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔انسان کی اصل پہچان انسان سے ہی ہوگی۔باقی جو رنگ کسی نے پیش کیا ہے۔اُس سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

میں نے اصل صورتِ حال پیش کردی ہے۔اِنسان کی حقیقت بقاء انسانی ہی ہے۔اور یہی حقیقت درکار ہے۔خدائی رنگ کو قبول کرنا۔اور''بقا''انسانی صورت میں ضروری اَمر ہے۔کیونکہ ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں۔فنا لمحہ بھر کیلئے بھی فنا ہے۔مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔اِنسان کوئی کم تر چیز نہیں۔اِس کی اپنی پہچان ہے۔یہ اپنے Inner میں اللہ تعالیٰ کا ہی نور Carry کررہا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو اَحسن طریقہ پر Established کیا ہوا ہے۔یہ ہر چیز کا رُخ موڑ سکتا ہے۔جس چیز کا کوئی گمان نہیں کرسکتا۔وہ انسان ہی تو ہے جو کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی صورت کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فخر کیا اور اِس کی وکالت بھی کی۔اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ بھی بتادیا کہ تم پروں کے ساتھ پرواز کرتے ہو۔اور انسان بغیر پروں کے پرواز کرے گا۔انسان پوری کائنات میں لمحہ کے اندر سفر کرتا ہے۔اور اپنی Base پر بھی رہتا ہے۔

88۔ مُوْتُوْ قَبْلِ اَنْتَ مُوْتُوْ: ''مرنے سے پہلے مرجاؤ''

(شعور کی ارتقاء کے زاویے سے)

مرنے سے پہلے ہمارا شعور اگر لاشعور میں تبدیل نہیں ہوتا تو عالمِ اعراف میں ہماری زندگی اپاہج ہو کر رہ جائے گی۔ عالمِ اعراف میں انسان مقید ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر وہ آگے جنت کا شعور حاصل کرنے میں ناکام ہو جائے گا۔ اور آہستہ آہستہ اپنا راستہ دوزخ کی طرف بڑھائے گا۔ اور اِس لئے ہمیں مرنے سے پہلے مرنا ہوگا۔ یعنی لاشعور حاصل کرنا ہوگا۔ تاکہ ہم عالمِ اعراف میں گونگے بہرے ہونے سے بچ سکیں۔ روح کا سفر جاری و ساری رہے گا۔ اِس کے راستے میں پڑاؤ ہیں۔ ہر پڑاؤ کے لئے کوڈ موجود ہیں۔ اور کوڈ کو نظر انداز کرنا غفلت ہے۔ اور غفلت وبالِ جان ثابت ہوگی۔

89. اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ سورہ بقرہ 156

ترجمہ: ''ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مکمل خزانہ ہے۔ اِس خزانے کے اندر ہی ہر چیز اصل حالت میں موجود ہے۔ اِنسان بھی اُسی خزانے میں سے ایک نقطہ ہے۔ ہر چیز کو اصل سے سفر کرتے ہوئے دوبارہ اصل ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اَزل سے اِس کی Processing شروع ہوتی ہے۔ اور ابد تک جاری ہے۔ اور اَزل سے اَبد تک جو کچھ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ہی Plan ہے۔ ہر چیز مختلف ڈائیوں سے گزرتی ہوئی اپنی اصل کی طرف جاری ہے۔ اور اِس دوران اِنسان کو کئی جہانوں سے گزرنا پڑے گا۔ یعنی جو کچھ بھی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ اُسکی ذات کے علاوہ باقی کچھ بھی نہیں۔

اِس لئے ہمارا یہ کہنا کہ اِنسان آدم اور حوّا کا جایا ہوا ہے۔ کچھ معنی نہیں رکھتا۔ یہ تو صرف ڈائیاں ہیں۔ جو اپنی اصل کی طرف جانے کے لئے مختلف زمانوں کے مختلف لباس ہیں۔ اور اِن کی آلائشیں اصل تک پہنچتے ہوئے ختم ہو جائیں گی۔ چاہے اِنہیں آگ میں جلا کر ہی صاف کیوں نہ کرنا پڑے جو کہ دوزخ کی آگ ہے۔ اور ہر چیز اپنی اصل تک پہنچتے ہوئے اصل ہی کی مانند صاف ہو جائے گی۔ اور یہی قرآن وحدیث کا فیصلہ ہے۔ یہ غور وفکر کرنا ہمارا کام ہے۔ اور اِدارک کی قوت ہمارے پاس موجود ہے۔

90۔ نظریہء ارتقاء

ڈارون نے جب نظریہ ارتقاء پیش کیا۔ تو میرے خیال میں اِس کے متبادل اور کوئی نظریہ نہیں تھا۔ لوگوں نے مان بھی لیا اور بڑی تحویلیں کیں۔ مغرب اور مشرق میں خوب چرچا ہوا۔ اور آج بھی کچھ تھکے ماندے لوگ اسے مان ہی رہے ہیں۔ بہرحال یہ نظریہ مٹ ہی چکا ہے۔ کیونکہ لوگ دیکھ چکے ہیں۔ کہ ارتقاء شعور کے اندر ہی ہے۔ مسلم دنیا کے بعض بزرگ بھی متاثر ہوئے۔ اِسے پورا نہیں مانا مگر نزدیک نزدیک باتیں کرتے رہے۔

اللہ کے کُن کہنے سے ہی سب مکمل ہو گیا۔ عالمِ بالا میں انسان مکمل صورت میں پیدا ہوا (Direct)۔ پھر اِسکی Steping down کر کے زمین میں بھیجا گیا۔ اِس کے بعد زمین پر اِس کی پیدائش Indirect ہو رہی ہے۔ کُن کہنے سے ہی سب کچھ بن گیا۔ اور بن رہا ہے۔ اور اِس کا Action جاری ہے۔ اور جاننے والی بات یہ ہے۔ کہ ارتقاء اصل میں شعور کے اندر ہے۔ نہ کہ مادی جسم یا Body کے اندر۔ یعنی عالمِ ارواح کا شعور، عالمِ ناسوت کا شعور، عالمِ اعراف کا شعور اور عالمِ جنت ودوزخ کا شعور۔ اور انہیں شعوروں کے اندر انسان کی ذات اور صفات کی مکمل تفصیل موجود ہے۔

عالمِ بالا میں کُن کے Direct Action سے تخلیق ہوئی اور عالمِ ناسوت میں یہ Indirect ،Action چل رہا ہے۔عالمِ بالا سے شعورارتقاء کرتا ہواعالمِ ناسوت تک پہنچا۔اور پھر یہاں سے ارتقاء کرتا ہوادوبارہ عالمِ بالا کی طرف جارہا ہے۔ ہر عالم کا شعور اپنا ہے۔اور اِسی شعور کے اندر ہی ارتقاء ہورہی ہے۔

91۔وَھُوَمَعَکم اَینَ مَا کُنتُم ٥

ترجمہ:''تم جہاں کہیں بھی ہو۔اللہ تمہارے ساتھ ہے۔''

کیا ایسا ہی ہورہا ہے۔کیا ہم اپنے رب کی نزدیکی کومحسوس کررہے ہیں؟

اکثر عام طور پر ایسانہیں ہوتا ہے۔صرف پڑھنے پڑھانے کی ایک عادت ہی رہ جاتی ہے۔ بندے اوراللہ تعالیٰ کے درمیان ایک ربط ہے۔جب تک ہم اِس ربط کونہیں پہچانتے ۔اُس وقت تک ہمیں حقیقی مقصد حاصل نہیں ہوگا۔اللہ تعالیٰ کا ربط بندے کے ساتھ Up ، Down اور پھر Down سے Up ہرلمحہ چل رہا ہے۔جب تک اِس سرکٹ سے تفیت حاصل نہیں ہوتی۔اور بندہ اِس کونہیں دیکھتا۔اُس وقت تک حقیقت سامنےنہیں آتی۔کیونکہ مشاہدہ سے ہی یقین کا Pattern پیدا ہوتا ہے۔

اب جبکہ حقیقت تک پہنچنے کی کوشش ہی معدوم ہے۔تو پھر حقیقت کیسے نظر آئے گی۔دنیا کی زندگی تو خسارے میں چلی جائے گی۔اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان موجود اِس ربط کو سمجھنا ضروری ہے۔ہر چیز کی گہرائی ہوتی ہے۔سطحی علم مادی علم ہوتا ہے۔اور روحانی علوم گہرائی میں ہوتے ہیں۔اِن کو سمجھنا ضروری ہے۔ورنہ دنیا کا علم دنیا میں ہی رہ جائے گا۔ Next دنیا میں یہ Pattern بالکل نہیں جاسکتا۔Next دنیا میں صرف گہرائی کے علوم کا Pattern ہی جاسکتا ہے۔

92۔بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہ

شعور اور لاشعور یعنی نفی اثبات کا سرچشمہ ہے۔ عام شعوری حواس جو کہ فکشن (Fiction) حواس ہیں۔ اِن میں سے نکلنا مقصود ہے۔اور لاشعوری حواس پر گرفت کرنا ضروری ہے۔جن کے اندر حقیقت چھپی ہوئی ہے۔شعوری حواس سطحی علم ہے۔اس میں مادیّت اور بشریّت کے علوم ہیں۔جو ہمیں گمراہی سے دوچار کرتے ہیں۔اِسی لئے ہمیں نفی اثبات کی تلقین کی جاتی ہے۔

لاشعوری حواس حاصل کرنے کیلئے ہمیں کئی ایک Practices سے گزرنا ہو گا۔اور یہ Long & Hard process ہے۔بہرحال اِس Stage کو حاصل کرنا ہی نجات ہے۔دھیان اور گیان سے یہ Stage حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ اِس لئے ازحد ضروری ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم لاشعور سے حاصل ہوتا ہے۔شعوری حواس سطحی علم ہے۔گہرائی کا علم لاشعور کے اندر ہے۔جب اِنسان لاشعوری حواس حاصل کر لیتا ہے۔تو Time & Space سے نکل جاتا ہے۔اور روح کی حقیقت کو پا لیتا ہے۔اور اسماء کا علم حاصل کر لیتا ہے۔Time & Space کے اندر اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک ﷺ کا ربط انسانی شعور کے اندر بھی داخل ہو جاتا ہے۔

مادیّت اور روحانیت کے اندر جو تبدیلیاں ہوتی ہیں۔اُن کے ہم عارف ہو جاتے ہیں۔اور ہم صراطِ مستقیم پر چل رہے ہوتے ہیں۔

شعوری حواس سے اللہ تعالیٰ کی پرکھ نہیں ہوتی۔صرف لاشعوری حواس سے اللہ تعالیٰ کی پرکھ ہوتی ہے۔

93۔صوفی اِزم اور مولوی اِزم کا اختلاف کیوں؟

یہ سمجھنا چاہیے ۔کہ علوم مادیّت کے اندر بھی ہیں۔اور روحانی علوم بھی ہیں۔شعوری حواس کے علوم صرف مادیّت کو Deal کرتے ہیں۔اور لاشعوری حواس کے علوم روحانیت کو Deal کرتے ہیں۔یاد رکھنے کی بات یہ ہے۔کہ شعوری حواس کے علوم اِس ظاہری دنیا میں کام کرتے ہیں۔جن کا سیکھنا ضروری ہے۔تاکہ اِس دنیا میں آدمی اچھے طریقے سے زندگی گزار سکے۔لیکن اِن کے اندر مادیّت اور بشریّت ہے۔جو فنا ہونے والی ہے۔یہ روحانی علوم جاننے کے لئے Base کا کام دیتے ہیں۔اگلی دنیاؤں میں روحانی علوم جو لاشعور کے اندر ہیں۔اُن کو حاصل کرنا ہوگا۔اِس مادی دنیا کے علاوہ سب دنیائیں روحانی ہیں۔اور یہاں سے Travel کر کے اُن کے اندر داخل ہونا ہے۔اور وہاں پر صرف روحانی علوم پر چلنا ہوگا۔

مولوی اِزم صرف مادیّت کے علوم پر بسیرا کر رہا ہے۔جو عارضی ہیں۔جبکہ صوفی اِزم مادیّت سے نکل کر روحانی علوم کی طرف جاتا ہے۔جو اصل علوم ہیں۔مادیّت کے علوم پر Stay کر جانا دنیا کا عروج ہے۔مرنے کے بعد آدمی یہ عروج Carry on نہیں کر سکتا۔اور خسارے میں جا چکا ہوتا ہے۔

صوفی اِزم ظاہری علوم سے آگے ہے۔مولوی اِزم کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی۔یہاں تک کہ وہ صوفی اِزم سے دُور ہی رہتا ہے۔مولوی اِزم میں اِنسان اپنی پہچان نہیں کر سکتا۔اور نہ ہی خدا کو پہچان سکتا ہے۔جو ہمارا مقصود ہے۔جو حقیقت کو پالیتا ہے۔ وہ ظاہریّت سے بیزاری کا اظہار بھی کرتا ہے۔

حضرت بلھے شاہؒ، حضرت سلطان العارفین سلطان باھوؒ، حضرت غوث الاعظمؒ اور باقی بہت سے صوفیوں نے ظاہریّت کو پہلا قدم اور دوسرا قدم طریقت کو تصور کیا۔

دوسرا قدم لاشعور ہے۔اور وہاں پر پہلے قدم کی فوقیت کم سے کم تر ہوگی۔

94۔ازل اور ابد

اے انسان تجھے بتانا چاہتا ہوں۔کہ تمہارا ازل وہ مقام ہے۔جہاں پر تمہاری بے حد کہانیاں ملتی ہیں۔جن میں ایک یہ بھی ہے۔کہ تیرے خمیر میں کیا کچھ نہیں بھرا گیا۔ اِس حقیقت کو شاید تم نہیں سمجھ سکے۔کیونکہ تم نے وہ کچھ کیا جو تم چاہتے ہو۔اور ازل کو بھول چکے ہو۔اِس لئے تم ابد کو بھی بھول گئے۔پھر تمہارا وجود کہاں Adjust ہوگا۔تمہیں کچھ پتہ نہیں ہے۔تم اِس دنیا کو صرف کھیل تماشا ہی سمجھ رہے ہو۔جبکہ ایسا نہیں ہے۔

تمہارا ازل اور ابد ایک ہی مقام ہے۔ازل کے اندر اُس کو تلاش کرو۔یہ ازل تمہارے اندر ہے۔لیکن اگر تم سب کچھ بھول گئے ہو تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو نہ بھولو۔وہی تمہارے کام آئے گی۔کیونکہ تمہارا نفس تو پارہ پارہ ہو چکا ہے۔اور تمہیں اُس کی خبر ہی نہیں۔یہاں تک کہ تم تو اپنے نفس سے نفرت کر رہے ہو۔کیونکہ تم خیال کرتے ہو کہ تم نفس کے آگے مجبور ہو۔اور اپنے آپ کو ناتواں خیال کرتے ہو۔یہ اس وجہ سے ہے۔کہ تم اپنے آپ کو نہیں پہچانتے تو پھر اللہ تعالیٰ سے بے خبری یقیناً ہے۔ہماری ہمت کیوں ہار گئی ہے۔اپنی حقیقت کو پہچان کر سیدھا راستہ اختیار کرو۔

95۔عشق نماز کیا ہے؟

جب کوئی Universal Energy سے جاملتا ہے۔یہاں زندگی بدل جائے گی۔عبادت،فطرت،حرکت،جذبات اور تمام چیزیں جو دنیا میں واقع ہو رہی ہیں نئے معنیٰ ظاہر کریں گی۔تو یہاں سے عشق نماز کا آغاز ہوگا۔کشف اور الہام سے آدمی نوازا جاتا ہے۔راہنمائی اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے۔انسان اللہ تعالیٰ سے ملنے کو اب دور نہیں ہوتا۔ اب کوئی محرومی نہیں رہے گی۔

بندے کا تمام انحصار اللہ تعالیٰ پر ہوگا۔بندے کی خواہش اللہ کی رضا کے مطابق ہوگی۔فضل و کرم کی بارش جاری ہوجائے گی۔تو یہ ہے عشق نماز۔جو ہر وقت جاری و ساری رہتی ہے۔وقت کی کوئی پابندی نہیں رہتی۔

96۔عشق مجازی اور عشق حقیقی

دونوں کا تعلق ایک دوسرے سے بنتا ہے۔عشق مجازی ظاہر کی حد تک ہے۔مجاز فنا کی منزل ہے۔یعنی فنا ہوجانے والی حقیقت ہے۔اصل میں مجاز کو تباہ کرنا ہی حقیقت ہے۔مجاز مادیّت ہے۔مجاز کی فنا کے بعد عشق حقیقی کی منزل آجاتی ہے۔جب تک مجاز فنا نہیں ہوتا۔حقیقت نظر نہیں آتی۔یہ کوئی عشق مجازی اور عشق حقیقی کی بات نہیں۔مجاز مادیّت ہے۔عارضی ہے۔مادیّت نے فنا ہونا ہے۔یہ دنیا فنا اور بقا کے فارمولے سے چل رہی ہے۔اور یہی فارمولا عشق مجازی اور عشق حقیقی کا ہوا۔اور ہر کسی نے فنا اور بقا سے گزرنا ہے۔اور یہ Process (کاروائی) اگرچہ نظر نہیں آتی۔لیکن ایسا ہو رہا ہے۔اور ہوتا رہے گا۔

ہماری سوچ مجاز یا مادیّت سے آگے نہیں جاتی۔ جب کوئی خوبصورتی سامنے آ گئی۔تو ہم اُس سے عشق کرنے لگتے ہیں۔اور سمجھ لیتے ہیں۔کہ یہ ہی ہماری منزل ہے۔ حالانکہ یہ تو مجاز ہے۔ مادیّت ہے۔حقیقت تو اِس مجاز کے پیچھے چُھپی ہوئی ہے۔جب وہ نظر آتی ہے۔تو مجاز کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی۔حقیقت ہر چیز کی اللہ تعالیٰ ہے۔اور سب خوبیاں وہاں چُھپی ہوئی ہیں۔انسان نے اُسی کو تلاش کرنا ہے۔

97۔عبادت کی حقیقت

رسولِ پاک ﷺ کا دور تھا۔رسولِ پاک ﷺ ایک جماعت کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ایک صاحب سفر کے دوران قرآنِ پاک کی تلاوت کرتا رہا۔ایک منزل پر پڑاؤ ہوا۔ تلاوت میں مصروف آدمی نے نوافل شروع کر دیئے۔باقی آدمیوں نے کھانا تیار کرنے کیلئے لکڑیاں اور پانی جمع کیا۔بہر حال سب نے مل کر کھانا تیار کر لیا۔نوافل پڑھنے والا بھی آیا اور اُس نے بھی کھانا کھایا۔

رسولِ پاک ﷺ سے تجزیہ کرایا گیا۔کہ اُس شخص کے کمال کی کیا حد ہے۔جو قرآنِ پاک کی تلاوت کرتا رہا اور نوافل پڑھتا رہا۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔باقی سب لوگ اِس آدمی سے افضل ہیں۔اور اِس نوافل پڑھنے والے کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں کم ہے۔اگر ایک شخص عبادت کرتا رہا۔لیکن اپنے بال بچوں کی روزی کا انتظام نہیں کرتا۔تو Guilty (قصوروار) ہے۔

اگر کوئی شخص نماز پڑھتا ہے۔اور اِس کی حقیقت کو سمجھتا ہے۔تو نماز ہی اُس کے لئے بہت بڑی عبادت ہے۔اور کسی عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔نماز کے اندر عظیم

روحانی قوت ہے۔نماز پڑھنی چاہیے ۔اِس کے اندر بے شمار حقیقتیں پوشیدہ ہیں۔اِن کو سمجھو۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کیلئے پیدا کیا۔

لیکن روٹی ،کپڑا اور باقی ضروریات بھی اِسی طرح کا فرض ہے۔اور عبادت کا متبادل ہے۔یادر ہے ۔کہ عبادت ایک عظیم قوت ہے۔لیکن وہاں تک رہو جہاں تک اُس کو کنٹرول کر سکو۔ ورنہ (ورد،وظائف) پڑھنے والے اور اُس کے اِردگرد کے رہنے والے لوگوں پر بھی منفی اثرات جائیں گئے۔منفی اثرات کا مطلب بیماریاں ،معاشی ابتری اور ایسے بہت سے کام ہیں۔مقدّس کتاب کی تلاوت سمجھ کر کرنی چاہیے۔ یہ ہمارا آئین ہے۔

اُس سے زیادہ Overflow (ضرورت سے بڑھ جانا) کی صورت پیدا ہوتی ہے۔اور کنٹرول کی حد پار نہ کرو۔

98۔ادیب اور فلسفی

ہمارے ملک کے اندر ہر مکتبہ فکر کے ذہین سکالر موجود ہیں۔مختلف زبانوں کے ماہرین نے قرآن کی تفسیریں لکھیں۔مذہبی تقابلی جائزے لکھے۔بہر حال وہ ظاہری علم میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔لیکن وہ روحانیت سے بالکل بے خبر ہیں۔ بلکہ وہ تصوّف کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔اور عوام الناس کو گمراہ کرتے رہے ہیں۔اتنی محنت کے بعد انہوں نے کچھ نہ پایا۔

تصوّف کا علم ایک Practical work ہے۔روحانی علوم Must ہیں۔ تصوّف کو تسلیم کرنا پڑے گا۔اللہ تعالیٰ کو جاننے اور پہچاننے کے لئے Practical work کی ضرورت ہے۔نہ کہ فلسفیوں کے فلسفے کی۔

فلسفی اللہ تعالیٰ کے وجود کو ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔نئی نئی تحویلیں وجود میں لائیں گے۔وقت کے ساتھ اُن کی تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود کے دلائل انسان کے Inner میں ہیں۔جو اپنے آپ کو پہچاننے کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔اِس لئے Inner کا علم چاہیے۔اور وَفِيٓ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ ۔ترجمہ:"اور خود تم میں۔تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں۔"(سورہ ذاریات 21)

کا مطلب یہی ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اندر تلاش کرو۔فلسفی اور ادیب اللہ تعالیٰ کو مادیت کے اندر تلاش کرتے ہیں۔مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

99۔تخلیق کی ابتداء

کائنات کی تخلیق بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے فارمولے سے ہو رہی ہے۔رحمٰن اور رحیم کا جوہر یہ Powerful تجلّیاں ہیں۔اور جب اللہ کا اِرادہ "بسم" اِس میں شامل ہوا۔تو کائنات کی تخلیق ہوئی۔اِس کو روحِ اعظم کہتے ہیں۔یہ رسولِ پاک ﷺ کا نور ہے۔جسے نورِ محمدی ﷺ کہتے ہیں۔اور پھر ساری کائنات رسولِ پاک ﷺ کے نور سے تخلیق ہو رہی ہے۔رسولِ پاک ﷺ خود بھی دنیا میں آئے۔جو ایک Additional setup ہے۔چونکہ ساری کائنات رسولِ پاک ﷺ کے نور سے تخلیق ہو رہی ہے۔اِس لئے وہ ہر جگہ موجود ہیں۔

احد سے احمد کی تخلیق کا سبب بشری تقاضوں کو پورا کرنا تھا۔اور اِسکی اصل عالمِ بالا میں ہے۔اور ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ رہی ہے۔یعنی ہر چیز نے پھر احمد سے احد میں لوٹ جانا ہے۔

آج کل ہمارا زیادہ زوراُن علوم پر ہے۔جو مادیّت کی حد تک مددگار ہیں۔ روحانی علوم بہت کم پڑھائے جاتے ہیں۔ہماری سوچ مادیّت کی حد تک رہ جاتی ہے۔ روحانی علوم ہم نہیں جانتے۔اِس لئے رسولِ مقبول ﷺ کا اصل Role جو ہے۔اُس سے ہم بے خبررہ جاتے ہیں۔ اِسی وجہ سے ہماری سوچ اللہ تعالیٰ سے دوررہ جاتی ہے۔ بشری تقاضے اگرروحانیت کے کنٹرول میں نہ ہوں۔توحدّت اورآگ کی صورت اختیار کرتے ہیں۔

Time & Space کی افادیّت ہم نہیں سمجھ رہے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر جگہ موجود ہے۔کہہ دینے کی حدتک رہ جاتا ہے۔یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ہر جگہ موجود ہے۔اصل حقیقت سے ہٹ کر ہماری سوچ محدود سے محدودتر رہ جاتی ہے۔زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کے ذہن زیادہ اُلجھاؤ میں پڑ جاتے ہیں۔اوراُن کی لکھی ہوئی کتابیں ہمارے کسی کام نہیں آتیں۔ بلکہ انتشار کا سبب بنتی ہیں۔اورمذہب اسلام گروپوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔جونہایت تکلیف دہ صورت ہے۔

100۔رسولِ پاک ﷺ کی زیارت

رسولِ پاک ﷺ کی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات کا جلال ہے۔لہٰذا آپ ﷺ کی اصل صورت کی زیارت محدود سے محدودتر ہے۔آپ ﷺ کی زیارت ناممکن تونہیں لیکن ناممکن کی حدتک جاتی ہے۔

کئی عظیم صحابہ جن میں حضرت ابوہریرہؓ بھی ہیں۔کیونکہ حدیث پاک کا علم آپؓ کے اندررچابسا ہے۔یا کوئی آپ ﷺ کا اہل خانہ یا کوئی آپ ﷺ کا خدمت

گارکوشاید آپ ﷺ نے ممکن بنایا ہو۔

آپ ﷺ کے جسم کے کئی پرت ہیں۔ آپ ﷺ عظیم اولیاء اللہ سے ملتے رہتے ہیں۔ اوراُن کی راہنمائی کرتے رہتے ہیں۔ تا کہ دنیا والوں کو بھولے ہوئے علم سے آگاہ کرتے رہیں۔

زیارت بالمشافہ اورخواب میں بھی ہوتی ہے۔ جو ہماری زندگی کو Enrich (پاکیزہ بنانا) کرتی ہے۔ آپ ﷺ کا مقام حجابِ محمود ہے۔ جوایک پراسرار حقیقت ہے۔ اس کا خوگر ہونا مشکل تر بات ہے۔

101۔ دُعا کی قبولیت کب اور کیسے ہوتی ہے

دُعا عبادت کا مغز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ مجھ سے دُعا کی جائے۔ میں قبول کرنے والا ہوں۔ لیکن دُعا کرنے سے پہلے انسان کو مادی تقاضے پورے کرنے ہونگے۔ ورنہ انسان کے اِنر (Inner) کا میکنزم دُعا کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچاتا۔ دُعا اِنسانی میکنزم میں (Feed) پیوست ہی نہیں ہوتی۔ اوراُس کی قبولیت میں انسان خود ہی دیوار بن جاتا ہے۔ یعنی ہماری 95% سے زیادہ دُعائیں ایسی ہوتی ہیں۔ سُو اِن پر Action رُک جاتا ہے۔ اور ہم ناکام رہتے ہیں۔ بہت کم دُعائیں فیڈ ہوتی ہیں۔ جن پر کاروائی ہو جاتی ہے۔ لیکن مظلوم کی دُعا تمام طریقوں کو Cut off کر کے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتی ہے۔ اور قبول ہو جاتی ہے۔ جو ظالم کو ایسے گرفت کرتی ہے۔ جو مثال بن جاتی ہے۔ ہمیں دُعا کا حکم ہے۔ لیکن تمام Sources کا استعمال کرنا ہوگا۔ اگر نیت میں فتور نہیں۔ تو وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرتا ہے۔

سورۃ الرحمٰن کی آیت نمبر 13 اور 14 کی تلاوت دُعا کی فیڈنگ میں برکت کا باعث ہوگی۔

102۔تصرّف

ہرانسان اپنے گرد ایک حلقہء اثر رکھتا ہے۔ یہ اُس کا میگنیٹک فیلڈ ہے۔ اِسے مادہ بنانے والی مشین بھی کہا جاسکتا ہے۔ اِس کو Aura بھی کہا جاتا ہے۔ ایک آدمی کا میگنیٹک فیلڈ دوسرے آدمی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ طاقتور Aura ''اُورا'' کمزور ''اُورا'' پر فوقیت رکھتا ہے۔ تصوّف کی اصطلاحات میں یہ تصرّف کہلاتا ہے۔

103۔یقین کا پیٹرن

جب پیرومرشد کی نظر کسی پر ہوتی ہے۔ اُسکی سوچ وچار بلندی پر آجاتی ہے۔ انسان جو کہ ایک مکمل مشین ہے۔ اِس کی Function بہتر سے بہتر ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان اپنی مشین کا Function روح کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مشاہدہ ہوتا ہے۔ جس سے یقین کی قوت ایک اعلیٰ سوچ بنتی ہے۔ یہ یقین کی قوت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اِس کا Next step (اگلا قدم) بصیرت ہوتا ہے۔ جب کسی انسان پر یہ چیز گرفت کرتی ہے۔ تو وہ آدمی صاحبِ ولایت ہو جاتا ہے۔ کشف والہام سے اِس کو نوازا جاتا ہے۔ ایسے اِنسان سے لوگ بھی فیض حاصل کرتے ہیں۔

104۔لیلۃالقدر(Headquarters)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ترجمہ:''بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اُتارا۔اورتو کیا جانے کیا ہے۔ شب قدر۔شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر۔اُترتے ہیں فرشتے اورروح اس میں۔اپنے رب کے حکم سے ہر کام کیلئے۔وہ سلامتی ہے صبح کے چمکنے تک''(سورہ قدر)

لیلۃ القدر ایک پُراسرار نقطہ ہے۔اِسکی وسعتیں زمین وآسمانوں کے اندر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں۔کیا ہے لیلۃ القدر۔کیا آپ اس کا ادراک رکھتے ہیں۔بات مشکل تھی۔پھر خود بتایا کہ یہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

یعنی اِس کا شعور عام شعور سے ہزار گُنا زیادہ Forward ہے۔اور اِس میں فرشتوں کے فنکشن Function سے آگاہی ہوتی ہے۔اُس وقت تک جب تم پہلے شعور میں نہیں آجاتے۔اِس کے اندر تمام علوم وفنون، ظاہر و باطن کا خزانہ ہے۔اِس کے اندر اَن گنت پردے ہیں۔اور ہر پردے پر نئے انکشافات ہوتے رہتے ہیں۔یعنی دنیا، جہانوں کی دولت اِس میں بند ہے۔سیاہ نقطے کی طرح ہوتا ہے۔لیکن جگہ گھیرتا ہے۔

105۔وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی ہ (سورہ الضُّحیٰ 7):

ترجمہ:''۔اورتمھیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''

جب رسولِ پاک ﷺ کو کائنات میں مبعوث کیا گیا۔آپ ﷺ کی ذاتِ پاک کا Structure بشری بھی تھا۔اورتمام بشری تقاضے موجود تھے۔جن کو آپ ﷺ نے اَحسن طریقے سے پورا کیا۔راہِ حق میں دوسروں کے لئے مثال بنے۔اوراللہ تعالیٰ کا فضل

وکرم بھی تلاش کیا۔ مادیّت کے تمام تقاضے بھی پورے کئے۔اور حق کی بحیثیت بشر تلاش کی۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے تخلیق ہوئے۔پھر حق کی تلاش میں نکلنا اور راہنمائی ملنے سے کیا حقیقت ہے۔

اللہ تعالیٰ خاصوں کو بھی عام سطح سے گزارتا ہے۔تا کہ ہر کوئی بڑی سے بڑی ہستی بھی بشری تقاضوں کے Experiments خود کرے۔

بشری تقاضے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے دوسرے Task بھی بیک وقت جاری رہے۔اوراب بھی جاری ہیں۔ آپ ﷺ نے بَشر کا خلا جو اُن کے اندر موجود تھا۔اُسے اَحسن طریقے سے پورا کیا۔جو کچھ ہم نے کرنا ہے۔آپ ﷺ نے بحیثیت بَشر خود کر کے دیکھایا۔اسفل سے نکل کر حجابِ محمود اپنے مسکن تک رسائی کر کے دیکھائی۔ جس کے لئے بے حد محنت درکار تھی۔ وہ آپ ﷺ نے کی۔ بشریت کے عنصر کو Control کرنے میں آپ ﷺ کو بھی سب واسطوں سے گزرنا پڑا۔جسطرح کوئی دوسرا Hard & long Training سے گزرتا ہے۔اور آپ ﷺ نے کوئی رعایت اپنے لئے روانہ رکھی۔اِسطرح جو حق کی تلاش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اُسکی راہنمائی کرتا ہے۔ اِس طرح رسولِ مقبول ﷺ کو بھی Facilitate کیا گیا۔جو کچھ ہم نے کرنا ہے۔وہ آپ ﷺ نے بحیثیت بَشر خود کر کے دکھایا۔اسفل سے نکل کر حجابِ محمود اپنے مسکن تک رسائی کر کے دکھائی۔جس کے لئے بے حد محنت درکار تھی۔وہ آپ ﷺ نے کی۔

106۔کائناتی میکنزم اور ہم

تمام علوم کا Source (ذریعہ) ہمارا اپنا وجود ہے۔اِس کے اندر تمام علوم پوشیدہ ہیں۔

وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝

ترجمہ: اور خود تم میں۔تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں۔(سورہ ذاریات 21)

یعنی اللہ کے وجود کے دلائل ہمارے اندر موجود ہیں۔کیا تم نہیں دیکھتے۔

دیکھنے کا طریقہ یہ ہے۔کہ نماز، روزہ، کلمہ پاک کی حقیقتیں سامنے آئیں۔یہ سب نور در نور اور مجسم حقیقتیں ہیں۔اِن کے اندر چُھپے ہوئے خزانے سامنے آنے سے تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک ﷺ کی ذات بہت قریب ہے۔لیکن حقیقت سے بے خبری دوری کا باعث ہے۔اور حقیقت مظاہر کے اندر چُھپی ہوئی ہے۔

قرآنِ پاک کی آیات جو ظاہری طور پر بڑی خوشنما نظر آتی ہیں۔حقیقت اُن کے اندر ہوتی ہے۔اِن کے اندر نور چُھپا ہوا ہے۔ایک آیت کے پیدا کردہ نور سے پورا قرآن تم پر عیاں ہو جاتا ہے۔ظاہر اور حقیقت کے درمیان پردہ صرف بشریّت کا ہے۔ یعنی ہم خود ہی پردہ بنے ہوئے ہیں۔اِس پردہ کو دور کرنے کے کئی ایک طریقے ہیں۔اور جب پردہ ہٹ جاتا ہے۔تو ہمارے اندر ہی آبِ حیات ہے۔جو روح ہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہے۔جس طرح پاور اسٹیشن سے بجلی ہمارے گھروں تک پہنچتی ہے۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ کا نور روح کے ذریعے ہمارے اندر آ رہا ہے۔اور اِسی کے اندر تمام علوم ہیں۔جو ہمارے اندر پیوست (Feed) ہیں۔

وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا ؕ

ترجمہ: ''اور اپنے رب کا نام یاد کرو۔اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو''

(سورہ المزمل)

اِس آیت کا مطلب شعور سے ہٹ کر لاشعور حاصل کرنے کا ہے۔اور لاشعور کو ہم مراقبہ کے ذریعے حاصل کر سکتے ہیں۔شعور بہت مزاحمت کرتا ہے۔کیونکہ عادت تبدیل کرنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔کچھ دیر کیلئے تمام دنیاوی مشاغل سے کٹ آف (Cut off) ہو کر مراقبہ کے ذریعے ہم آسانی سے مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔

107۔وحدت الوجود اور وحدت الشہود

وحدت الوجود ہرگز اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک نہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات ہر کسی کی سوچ سے بالاتر ہے۔وحدت الوجود ایٹم نما قوت ہے۔جس سے اللہ تعالیٰ نے کائنات کو تشکیل کیا۔

یہ ایٹم نما قوت (تجلی) اللہ تعالیٰ سے ظاہر ہوتی ہے۔اور کائنات کی Base ہے۔جب یہ قوت اپنی Base سے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کی قوت Carry کرتی ہے۔تو اپنی Base سے Stepping down کی صورت میں اپنی طاقت کے مطابق ایک جہان کو تشکیل کرتی ہے۔اور اِس جہان کی Stepping Further سے ایک اور جہان بنتا ہے۔اور اس طرح Stepping down عالمِ ناسوت تک آتی ہے۔Stepping down [illegible] قوت کمزور ہوتی جاتی ہے۔ہر Stepping میں قوت کا معیار کم ہوتا جاتا ہے۔یہاں تک کہ اِس کی آخری حد ایٹم ہے۔جس کا ذکر سائنسدان کرتے ہیں۔اور یہ ایٹم عالمِ ناسوت کی ہر قسم کی چیز کا وجود بنانے میں بنیاد رکھتا ہے۔ہم تجلی کو وحدت الوجود کہہ سکتے ہیں۔باقی سب جو Stepping down

کی صورت میں بن رہا ہے۔اُسے شہود کہہ سکتے ہیں۔لیکن اصل شہود کی صورت اُس وقت پیدا ہوتی ہے۔جب کسی چیز کا مظاہرہ عالمِ ناسوت میں ہوتا ہے۔

عالمِ ناسوت اسفل مقام ہے۔ کیونکہ یہاں شر اور خیر کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ وحدت الوجود کا علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں شہود سے گزرنا پڑتا ہے۔اور عالمِ بالا کا علم حاصل کرنا بھی ضروری عمل ہوتا ہے۔ہماری حیثیت کا تعلق وحدت الوجود کے اندر تمام جہانوں میں پایا جاتا ہے۔ ہم اللہ کی معرفت کو Stepping up اور Stepping down کے عارف ہوکر حاصل کرتے ہیں۔

108۔علم لدُنی

انسان کے اندر روحِ انسانی نور سے بھرپور ہے۔اوراگر روحِ انسانی کا پرت روحِ حیوانی پر قائم ہوجائے۔تو یہ بھی نور در نور میں بدل جاتی ہے۔

روحِ حیوانی اور روحِ انسانی کا Base روحِ اعظم ہے۔اگر روحِ انسانی اپنی اصل سے وابستہ رہے۔اور روحِ حیوانی اور روحِ انسانی مکمل وابستہ رہیں۔تو روحِ اعظم کے علوم روحِ انسانی سے روحِ حیوانی تک چلتے ہیں۔یعنی روحِ اعظم، روحِ انسانی اور روحِ حیوانی ایک لائن میں آجائیں۔تو لاشعور اِس قابل ہو جاتا ہے۔کہ اعلیٰ علوم کا ذخیرہ جو روحِ اعظم اور روحِ انسانی میں ہے۔انسان کی نظر اُسے دیکھ لیتی ہے۔تو پھر انسان ظاہر کے علاوہ باطن کو بھی دیکھ لیتا ہے۔غیب در غیب کا بھی مشاہدہ ہوتا ہے۔یعنی انسان کو آنے والے وقت جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے۔نظر آجاتا ہے۔اِس کو علمِ لدُنی کہتے ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ کے بھید کا جزوی علم حاصل ہوجاتا ہے۔

109۔تیسری آنکھ Third Eye

Third Eye ہماری ناک کے اوپر حصّہ ہے۔یہ Eye brows کا سنٹر ہے۔ یہ لطائف میں اونچا مقام رکھتا ہے۔ ہمارے وجود کے اندر کئی جگہوں کے اندر نور چُھپا ہوا ہے جو لطائف کا چُھپا ہوا نور کہلاتا ہے۔جو Long & Hard ٹریننگ کے بعد نظر آتا ہے۔اگر کسی کا شیخ Powerful ہو تو تصور سے یہ نور مرید کے اندر آتا ہے۔ بہرحال یہ نُور کی اونچی سیڑھی ہے۔ جب یہ حاصل ہو جاتی ہے۔تو بندے کا عالمِ نور سے ربط ہو جاتا ہے۔باقی لطائف اِس سے مستفید ہوتے ہیں۔اور آدمی صراطِ مستقیم پہ چل نکلتا ہے۔اِس کی بصیرت حاصل ہونے پر کسی چیز کا تصور کرنے پر اُس کی صورتحال ظاہر ہو جاتی ہے۔یہ نورِ انسان کے اندر معرفت کے نور کا دروازہ کھولتا ہے۔ اِس دروازے میں داخل ہونے سے اِنسان اپنی ذات کو پہچان لیتا ہے۔اور اِسے ایک Powerful قوت پر عبور ہو جاتا ہے۔جو دماغی قوت کو توازن میں رکھ سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ یک Third Eye دوسری Third Eye پر تصرّف کر سکتی ہے۔جو کہ فلاح کی صورت پیدا کر سکتی ہے۔

110۔ایٹم کا میکنزم

سائنسدانوں کی تحقیق بتاتی ہے۔کہ ایٹم بیک وقت Particle اور Wave ہے۔ایٹم کیا ہے۔یہ ایک تخلیقی جوہر ہے۔

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔کہ ایک ایٹم اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے۔اور اِس کی مزید Stepping down ہوتے ہوئے یہ زمینی ایٹم اُس کی مادی صورت ہے۔جو اُس کی Lowest Stage ہے۔

ایٹم بالا تخلیق کر رہا ہے۔زمینی ایٹم فنا اور بقا سے وابستہ ہے۔اور اِسی طرح یہ کائنات فنا اور بقاء کے میکنزم سے چل رہی ہے۔ہر چیز کے دو وجود ہیں۔جن میں سے ایک نظر آ رہا ہے۔اور دوسرا نظر نہیں آ رہا۔اِسی طرح زمینی ایٹم بھی ذرہ اور لہر کے طور پر موجود ہے۔

جب ایٹم کی مزید تشریح کی جائے تو ایٹم کے اندر بھی مزید تقسیم موجود ہے۔جو الیکٹران، پروٹان اور نیوٹران کی شکل میں ہے۔

لیکن یہ بھی فرض کی ہوئی حد سے آگے کچھ نہیں۔اور یہ دعویٰ کہ ایٹم کو تقسیم کر لیا گیا ہے۔یہ بھی فرض کیا ہوا ہے۔جب ایسا کیا جاتا ہے۔تو پیدا ہونے والی خوفناک طاقت سے بھی اِنکار نہیں کیا جا سکتا۔

ایٹم بطور ذرہ اور لہر موجود ہے۔اِسی طرح ہمارا جسم بھی ذرہ اور لہر کی صورت میں موجود ہے۔اور لہر اصل میں ذرہ بنانے والی مشین ہے۔ذرہ کو توڑ کر اگر سائنسدان بے پناہ طاقت حاصل کر رہے ہیں۔تو وہ دراصل ذرہ نہیں ٹوٹتا۔کیونکہ وہ تو لہر سے وابستہ ہے۔ اور جب یہ کوشش کی جاتی ہے۔تو دراصل یہ Un Natural چیز کو Natural بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔اور یہ تخریب کاری کے زمرے میں آتا ہے۔اور ظاہر ہونے والی

طاقت بھی تخریب کاری کی طاقت ہی ہے۔ذرہ اُس وقت تک نہیں ٹوٹ سکتا۔جب تک لہر نہ ٹوٹ جائے۔اور لہر توڑنے کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔یہ کائنات اللہ کے ہاتھ ہے۔اور تبدیلی کا اختیار بھی اُسی کے ہاتھ ہی ہے۔اگر ایٹم ٹوٹ جائے۔تو کائنات فنا ہو جائے گی۔لیکن ابھی تک ایسا کچھ نہیں ہوا۔

دنیا میں بڑی بڑی فنا کی جو صورتحال پیدا ہوتی ہے۔تو یہ طبعی تبدیلیاں ہیں۔نہ کہ مکمل تباہی۔اِس کائنات کا ہر ذرہ دوسرے ذرے کے ساتھ پیوست ہے۔اور اِس طرح ایک ذرہ ٹوٹنے سے پوری کائنات ٹوٹ جائے گی۔جو کہ ناممکن ہے۔

111۔ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ط

ترجمہ:''پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔کام کی تدبیر فرماتا ہے''۔(سورہ یونس 3)

عرشِ عظیم کا وہ Area ہے۔جہاں اللہ تعالیٰ (جلِ جلالہ) نے استویٰ فرمایا ہے۔یہ مقام ہر ذرہ اور جان کے ساتھ استوٰی ہے۔احد اور رسولِ مقبول ﷺ بھی خفیہ خزانہ ہیں۔جو کہ کائنات کا ظاہر اور باطن ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ کی در پردہ قوت کائنات کے آخری ذرہ تک محیط ہو جاتی ہے۔جس دنیا میں ہم رہتے ہیں۔یہ مقامِ اسفل ہے۔یہاں پر ہم کو قانون اور ضابطوں کے ساتھ استوٰی کیا ہوا ہے۔اور ہم ایک بڑی آزمائش میں پڑے ہوئے ہیں۔ہم نے مادی دنیا میں حقیقت کو تلاش کرنا ہے۔مادیت آگ ہے۔حقیقت نور ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک لامحدود Supreme Power ہے۔وہ ہمارے گمان سے بالاتر ہے۔اور بہت بالاتر ہے۔رسولِ پاک ﷺ کے ظاہری وجود کے اندر بشری تقاضے

موجود تھے۔آپ ﷺ کھانا کھاتے پانی پیتے۔ بلکہ سب کام کرتے۔آپ ﷺ کا روحانی وجود تجلّیات اور انوار کا مجموعہ ہے۔اُن سے استفادہ ممکن ہے۔یہ عشق کی منزلیں ہیں۔کائنات کی روحِ اعظم رسولِ مقبول ﷺ ہیں۔ کائنات کی ہر چیز رسولِ مقبول ﷺ کے نور سے تخلیق ہوتی ہے۔یہ نور ہر چیز کے اندر موجود ہے۔یعنی انسان بھی Seven Star کا نور ہے۔غفلت میں پڑا انسان پھر Zero ہو جاتا ہے۔

Time & Space اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول ﷺ کا مشترکہ میکنزم ہے۔ انسان Practical work میں سب لکھی گئی باتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے۔قرآنِ پاک اور حدیث کے انوار کے اندر سب حکمتیں ہمارے شعور کے اندر Practical work میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔

112۔روحانیت میں Fiction (مفروضہ) کیا ہے؟

انسانی Body ایک مفروضہ کی حیثیت رکھتی ہے۔جب کہ بندہ سمجھتا ہے۔کہ سب کچھ یہ ہی ہے۔زبانی کلام کرتے ہوئے ہم اکثر کہہ دیتے ہیں۔کہ ہمارا جسم Fiction (مفروضہ) ہے۔لیکن اِس حقیقت کے یقین کا Pattern ہمارے ذہن اور دماغ میں نہیں ہوتا۔ Practical work میں جب انسان اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتا ہے۔تو ایک وقت ایسا آتا ہے۔کہ انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے منسلک دیکھتا ہے۔اور روح کی نظر انسانی باڈی کی اُس وقت نفی کر دیتی ہے۔اور انسان کا اپنا آپ اُس وقت نظر سے اُوجھل ہو جاتا ہے۔اُس وقت یہ حقیقت ذہن نشین ہو جاتی ہے۔کہ وہ جسم جس کو ہم سب کچھ سمجھتے ہیں۔وہ غائب ہو گیا ہے۔اوز اصل انسان تو کچھ اور ہی ہے۔پھر

مادی جسم کی افادیت کا نظریہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اِنسان اللہ تعالیٰ کی قربت تو محسوس کرتا ہے۔تجلّی کی قربت اللہ تعالیٰ کی قربت ہوتی ہے۔ ہمارا مادی وجود اللہ تعالیٰ سے نور بن کر قربت محسوس کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ لامحدود قوت ہے۔وہ مادیت سے دُور ہے۔

قُل شریف یہ ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مادیت منسلک نہیں ہوسکتی۔اِس لئے رسولِ مقبول ﷺ Middle man یہ Action پورا کرتے ہیں۔

113۔یومِ حساب

یومِ حساب وہ Functioning Place (چلتا رہنے والا مقام) ہے۔جہاں ہروقت فنکشن ہورہا ہے۔یہاں پرنئی output, Input فیڈ ہورہی ہے۔ یہاں پر پچھلے جہانوں سے Manpower کا پہنچنا لگا رہتا ہے۔ کلاس A لوگ سیدھے جنت میں داخل کردیے جاتے ہیں۔ عالمِ اعراف بھی Manpower کو پاک کرنے کی جگہ ہے۔وہاں پروہ لوگ بھی رُکے ہوئے ہیں۔جن کی ڈیوٹیاں Manpower سپلائی کرنا ہوتا ہے۔اِس طرح ایک بہت بڑا جہان آباد ہے۔ A کلاس میں انتہائی درجے کے نیک لوگ ہیں۔اوراُن سے وابستہ وہ لوگ ہیں۔ جو مرنے کے بعدڈائریکٹ جنت میں داخل ہوتے ہیں۔ باقی وہ لوگ جو عالمِ اعراف سے Clear ہوجاتے ہیں۔وہ بھی جنت میں داخل ہورہے ہیں۔اوروہ لوگ جو عالمِ اعراف سے Chance Avail نہیں کرسکے۔وہ دوزخ میں داخل ہورہے ہیں۔جنتیوں کے ساتھ جنت کا دستورنافذالعمل ہے۔اور دوزخیوں کے ساتھ دوزخ کا دستورنافذالعمل ہے۔جوکچھ میں نے لکھا یہ عام طور پر شاید نہیں سمجھا جارہا ہے۔

اگر اِس میں کچھ Flaw ہے۔تو قرآن اورحدیث کی روشنی میں تنقید میرے سَر آنکھوں پر۔لیکن تنقید صرف قرآن وحدیث کے اندر رہے گی۔جنہوں نے جنت اور دوزخ کی سیر کی ہے۔انہوں نے دیکھا ہوگا۔کہ وہاں Manpower موجود ہے۔ مرنے کے بعد کا سفر عالمِ اعراف سے شروع ہوگا۔پیغمبر اپنے شعور ... جنت میں رہ رہے ہیں۔

114۔کائنات

کائنات وحدت کے نقطہ کے اندر چُھپی ہوئی ہے۔اِس کا پھیلاؤ گلوب ... ہے۔آخری پھیلاؤ مقام اسفل ہے۔یہ حقیقت کا مجاز ہے۔انسان بھی ایسا نقطہ ہے۔جو گلوب وائز ہے۔یہ عالمِ کبیر کا عالمِ صغیر ہے۔باقی سب حقیقتیں اِن کے اندر چُھپی ہوئی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا علم قلم کہلاتا ہے۔جو تجلّی کا علم ہے۔اللہ تعالیٰ کا علم جب تخلیق کرتا ہے۔تخلیقی Area لوح کہلاتا ہے۔تخلیقی Area رسولِ مقبول ﷺ کے واسطے سے ہے۔ ... تجلّی جب حرکت کرتی ہے۔تو لوح پر رسولِ پاک ﷺ ثبت ہوجاتے ہیں۔آدمی ... عالمِ صغیر کی صورت سے قلم اورلوح کا Part ہے۔کائنات لوح کی Space ہے۔ ہر Space کا قانون اورقاعدہ الگ ہوجاتا ہے۔ایک Space کے اندر Sub Spaces بھی ہیں۔ایک جہان دوسرے جہان کا ردِعمل ہے۔اِسی طرح کائنات چل رہی ہے۔

115۔اہرامِ مصر:(روحانی نقطۂ نظر سے)

اہرامِ مصرایک عجوبہ ہے۔اورہماری سوچ مجازی سوچ ہے۔اورحقیقت مجاز کے اندر چُھپی ہوئی ہے۔مجازی سوچ ہمارا شعور ہے۔شعوری حواس یہ مسئلہ حل نہیں کر سکے۔کیونکہ اہرامِ مصر کی تعمیر میں 70 ٹن تک کے پتھر نسب ہیں۔جن کی بلندی سینکڑوں فٹ تک ہے۔اہرامِ مصر میں پتھر 0.001 کی Accuracy سے نصب ہیں۔میرے خیال میں وہ پتھر 0.000 کی Accuracy سے نسب ہیں۔0.001 Measurements کی Mistake ہے۔

اوربھی بہت سی پیچیدگیاں ہیں۔جومسئلہ کےحل میں اثر انداز ہوتی ہیں۔

شعوری سوچ بے شمار Flaws سے بھرپور ہوتی ہے۔اِس لئے صدیوں سے یہ معاملہ حل طلب رہا ہے۔

ہم مسلمانوں کے پاس قرآنِ مجید کی کتاب موجود ہے۔جو بیک وقت مجاز اورحقیقت تک Approach دیتی ہے۔یعنی اِس کے اندر مجازی اورروحانی علوم کے خزانے موجود ہیں۔مجازی علوم سے ہم وابستہ رہتے ہیں۔اور ماورائی علوم ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔

قرآنِ پاک کے اندر لاشعوری علوم کی طرف راہنمائی موجود ہے۔لیکن بہت کم لوگوں کو رسائی حاصل ہے۔Majority بے خبر ہے۔قرآنِ پاک میں ایسے واقعات کا ذکرآیا ہے۔لیکن کسی نے اُن کی گہرائی میں جانے کی کوشش نہیں کی۔ماورائی علوم پر تبصرہ نگار خاموش ہیں قرآنِ پاک کا دعویٰ ہے۔کہ وہ ہرقسم کے علوم سے بھرپور ہے۔

تبصرہ نمبر: 1

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ جس میں آپؑ نے ملکہ بلقیس کا تخت On the spot (موقعہ پر) طلب کیا۔ایک جن نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہا۔لیکن حضرت سلیمانؑ نے اُس کی طاقت کا مظاہرہ رَد کر دیا۔کیونکہ اُس کا Time زیادہ تھا۔

دوسرا مظاہرہ آصف بن برخیاؒ نے کیا۔اور آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت حاضر کر دیا۔

جب جناب آصف بن برخیاؒ کی طاقت کی وجہ پوچھی گئی۔تو آپ نے بتا دیا۔کہ میں کتاب کا علم رکھتا ہوں۔

نوٹ:

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔کہ حضرت سلیمانؑ کیا خود طاقت نہیں رکھتے تھے۔آپؑ اُس سے Super طاقت رکھتے تھے۔کیونکہ آپؑ پیغمبر تھے۔لیکن آپؑ ایک بندے کی طاقت کو آگے لائے۔یہاں انسان کی طاقت کی Approach کو ظاہر کیا گیا۔اور پیغمبر تو وحی کی طاقت رکھتے ہیں۔

نوٹ نمبر 2:

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔کہ کتاب کا علم ہے کیا؟

جس میں اتنی طاقت ہے۔کتاب کے علم کی Definition کیا ہے۔اِس پر بہت کم اور ادھورا علم ملتا ہے۔

کتاب کا علم وہ علم ہے۔جو کہ انسان کے ثابتہ میں ہے۔یہ تجلّی ذات کے علم کا ذخیرہ ہے۔اور انسان کائنات کو ایک ایٹم کی صورت میں دیکھتا ہے۔اِس مقام پر دسترس حاصل ہونے پر کائنات انسان کے قلب میں ڈھل جاتی ہے۔کائنات کا غیب شعور میں ڈھل جاتا ہے۔کُن کی طاقت اُس کی دسترس میں ہوتی ہے۔جہاں اللہ تعالیٰ کے نور کے

وسائل ہوتے ہیں۔کوئی چیز ناممکن نہیں رہ جاتی۔لیکن کائنات کی حد کے اندر رہ کر۔

نوٹ نمبر 3:

دوسرا واقعہ جس میں ایک چیونٹی نے حضرت سلیمانؑ اور اُن کی رعایا کی دعوت کی۔جن میں چرند اور پرند بھی شامل تھے۔حضرت سلیمانؑ نے چیونٹی سے سوال کیا۔کہ تمہاری سلطنت اعلیٰ ہے۔یا میری؟

اِس پر چیونٹی نے حضرت سلیمانؑ کو جواب دیا۔کہ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کہ میری سلطنت اعلیٰ ہے یا آپؑ کی۔ اِس وقت میں تو اتنا جانتی ہوں۔کہ حضرت سلیمانؑ کا ہاتھ میرا تخت ہے۔تو کیا ہم مسلمان بھی اِس بات کو قصہ کہانی کہہ سکتے ہیں۔جیسا کہ کفار نے کہا۔

ایک ایٹم میں یہ Power ہے۔کہ کائنات اُس سے تشکیل ہوگئی۔

اور چیونٹی کا دماغ تو ایٹم سے بڑا ہے۔روشنیوں کے علم میں یہ سب کچھ ممکن ہے۔اور چیونٹی کا کھانا ہمارے کھانوں سے (بہترین)Super تھا۔اور سب نے کھایا۔ بات قرآنِ پاک کے اندر رہ کر کی ہے۔غور وفکر کی قوت ہی تو انسانی اعجاز ہے۔کتاب کا علم اور روشنیوں کے علم ملتے جلتے ہیں۔

تبصرہ نمبر 2:

کتاب کا علم رکھنے والے ایک پاکستانی کی مثال:(سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ) کے چند اشعار جو آپؒ نے ارشاد فرمائے۔

میں شہباز کراں پروازاں، وچ دریا کرم دے ھُو
زبان میری کُن برابر موڑاں کم قلم دے ھُو

افلاطون، ارسطو جیسے میرے کس کم دے ھُو
حاتم جیسے لکھ کروڑاں دَر باھو دے منگدے ھُو

نوٹ:

حضرت سلطان العارفینؒ نے سائنسدانوں، داناؤں اور سرمایہ داروں کی Totally (مکمل طور پر) نفی کردی ہے۔ کیونکہ وہ مجاز میں رہتے ہیں۔ اور کتاب کا علم رکھنے والوں کے سامنے Zero ہیں۔

حضرت سلطان العارفینؒ کُن سے بھی آگے گزر گئے ہیں۔ کتاب کا علم رکھنے والوں کی لسٹ کافی لمبی ہے۔ اِس لئے ابھی اِس کو چھوڑ دیا ہے۔

تبصرہ نمبر 3:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا مکالمہ قرآنِ پاک کے اسلوبِ بیان کی حد ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیچھے رکھ کر ایک بندے کو آگے کر دیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کتاب کا علم رکھتے ہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ کیسے کتاب کے علم کی وضاحت فرما رہے ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کر دیا۔ جو ظاہرا ایک ظلم تھا۔ اب جو مکالمہ ہوا۔ وہ آپ سب جانتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کا سوراخ کرنا درست تھا۔ کتاب کے علم کی وضاحت کی۔

دوسری جگہ دیوار بنادی۔ اُس کی وضاحت بھی سامنے آگئی۔ یہ سب کتاب کے

علم کی وضاحت مطلوب تھی۔ جو حضرت موسیٰ کا Task تھا۔

یہ سب غیب کی باتیں نہیں۔ کائنات کا ظاہر اور باطن غیب نہیں۔ اور کائنات کا ظاہر اور باطن ایک ایٹم ہے۔

اللہ تعالیٰ غیب ہے۔ اُسکی ذات ہماری سوچ وچار سے بالاتر ہے۔ الہامی دوسری جو کتابیں ہیں۔ اُن کے اندر کتاب کے علم کی وضاحتیں ملتی ہیں۔ اُن میں بھی کتاب کا علم رکھنے والے موجود رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ آگ نور میں بدل گئی۔ پیغمبر وحی کی طاقت رکھتے ہیں۔ آگ کا متبادل نور ہے۔ آپؑ وحی کی طاقت سے متبادل صورت میں چلے گئے۔ جو امن کا مقام ہے۔

اہرامِ مصر کی تعمیر کسی روحانی انجینئر نے کسی خاص مقصد کو پورا کرنے کیلئے آنکھ جھپکنے میں قائم کیا ہوا ہے۔ اور یہ روحانی قوت کا کمال ہے۔ کیونکہ ہمالیہ سے 70 ٹن کا پتھر لانا مجازی طاقت کے اندر نہ ہوا ہے۔ اور نہ شاید ہوگا۔ اہرامِ مصر کی ساخت میں بے پناہ علوم چھپے ہوئے ہیں۔ کم وبیش دریافت ہو سکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے علوم کو ظاہر کرتا ہے۔ اپنے بندوں کے ذریعے سے۔ اہرامِ مصر کی طرز لوگ گھروں میں تعمیر کرتے ہیں۔ اور بہت سے فوائد حاصل کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علم دیتا ہے۔ تاکہ ہماری زندگی اچھی گزرے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو علم سے محفوظ کرتا ہے۔ مرغی کا بچہ ایک دن کا ہے۔ اوراگر چیل آجائے تو وہ اپنے تحفظ کیلئے اپنی ماں کے قدموں سے لپٹتا ہے۔ ایک دن کی زندگی میں یہ علم اس کو سکھا دیا۔

تبصرہ نمبر 4:

خیر اور شر دو Forces ہیں۔ دونوں اپنے اندر بے پناہ طاقت رکھتی

ہیں۔ ہمیں اِن کی تمیز کرنا ہوگی۔ سنجیدہ کوشش سے خیر کی قوت اور غیر سنجیدہ کوشش سے شَر کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اِن کو سمجھنے کے لئے ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگروں کی طرز کو سمجھنا ہوگا۔

خیر کی قوت سے موسیٰؑ کا عصاء اژدھا بن گیا۔ اور شَر کی Forces سے جادوگروں کی رسیاں سانپ بن گئیں۔ یعنی خیر اور شَر دونوں طاقتوں کا مظاہرہ ہوا۔ اِن دونوں میں جو فرق ہے۔ وہ میں پہلے تفصیل سے لکھ چکا ہوں ۔ روحانی علوم رکھنے والے اِس پر مزید تبصرہ کریں۔

116۔ شک یا وسوسہ کیا ہے؟

کہا جاتا ہے کہ شک یا وسوسہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اگر شک ختم ہو جائے۔ تو قرآن انسان کی روح میں جذب ہو جاتا ہے۔ پھر سب خیر ہی خیر ہے۔ بے شک ایسا ہی ہے۔ لیکن شک کی Definition (تعریف) وضاحت طلب ہے۔ قرآن کے اندر موجود ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو پہچانے بغیر خُدا کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ انسان کے اندر ایک میکنزم ہے۔ اگر ہم اُس کو نہیں جانتے تو باقی مادیّت شک ہی شک ہے۔ یہ میکنزم روح کے واسطے سے ہمارے جسم میں موجود ہے۔ اُس کو ہم نہیں جانتے۔ یہ روحِ اعظم، روحِ انسانی اور روحِ حیوانی کی صورت میں ہے۔ جو اِس کو سمجھ جاتا ہے۔ پھر کوئی شک نہیں۔ Time & Space کی Reading ہمارے Inner پر گرفت کر لیتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مادیّت سے بالاتر ہے۔ جب تک بندہ مادیّت سے باہر نہیں نکلتا۔ اللہ تعالیٰ کے نور سے دور رہتا ہے۔

117۔کائناتی توانائی کا منبع

کائناتی توانائی کا منبع رسولِ مقبول ﷺ ہیں۔لیکن در پردہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ رسولِ مقبول ﷺ کی تخلیق وہ انرجی ہے۔جس سے کائنات تخلیق ہوتی ہے۔اِس انرجی کا سب سے چھوٹا حصہ ایک چمکدار نقطہ ہے۔جس پر لفظ ''محمد'' ﷺ لکھا ہوا نظر آتا ہے۔اور روح کی نظر اِس کو ممکن بناتی ہے۔کیونکہ ہر چیز کا Base رسولِ مقبول ﷺ کا نور ہے۔اِس لئے ہر چیز میں رسولِ مقبول ﷺ کی شبیہ موجود ہے۔یہ چیز روح کی نظر سے ہی نہیں شعور کی نظر سے بھی نظر آتی ہے۔ یہ دونوں مشاہداتی عمل رسولِ مقبول ﷺ کے نور سے ہر چیز کی تخلیق کے واضح ثبوت ہیں۔ یہ اِس لئے ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو کہ ایک حقیقت ہے۔مجاز میں ہمارے سامنے نہیں آسکتا۔ پس رسولِ مقبول ﷺ کو اِسی مقصد کے لئے Setup کیا گیا۔اِسی وجہ سے رسولِ مقبول ﷺ کے بغیر کائنات زیرِ بحث نہیں آسکتی۔ساری کائنات تجلّی کا Display ہے۔اور وہ خفیہ خزانہ ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتے تھے۔عام لفظوں میں یہ رسولِ مقبول ﷺ کا نور ہے۔جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کردیا۔لیکن یہ بات Majority (اکثریت) مسلمانوں کی نہیں سمجھتی۔دوسرے مذاہب والے جو اپنے پیغمبروں کی برتری ظاہر کرتے ہیں۔تو ہم اِس کا ردِعمل تو ظاہر کرتے ہیں۔لیکن حقیقت کو نہیں سمجھ رہے ہوتے۔کائناتی توانائی کے بڑے Six Point ہیں۔جو ہمارے ظاہری جسم کے اندر ہیں۔جن کو ہم لطائف کہتے ہیں۔یہ لطائف Stepping ہوتے رہتے ہیں۔اور بات اُس وقت بنتی ہے۔جب ظاہر میں نور آجاتا ہے۔یعنی ظاہری قلب بھی روحانی ہو جاتا ہے۔اور ربط عالمِ بالا سے جوڑلیتا ہے۔ظاہری قلب ذہن سے وابستہ ہے۔عالمِ بالا سے ربط پیدا کرتا ہے۔

118۔رسولِ مقبول ﷺ کی عظمت کا تصور محال ہے

اسلام کے اندرایک بہت بڑا Flaw جارہا ہے۔اور یہ قدیم بھی ہے۔اور جدید بھی ہے۔ہمیں عظمتِ رسولِ مقبول ﷺ کو سمجھنا ہوگا۔مثلاً کہا جاتا ہے۔کہ جبرائیلؑ غارِحرا میں آئے اور آپ ﷺ سے مخاطب ہوکر کہا ''اِقراء'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوانہیں ہوں۔یعنی اُمی ہوں۔پھر جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کو گرفت میں لے لیااور دبایا۔تو خیر آپ ﷺ نے پڑھنا شروع کیا۔لیکن آپ ﷺ خوف زدہ ہوگئے۔اور گھر آکر کمبل اوڑھنے کو کہا۔آپ ﷺ پر کپکپی طاری تھی۔نتیجہ کے طور پر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اپنے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔جو تورات اور انجیل کے اور دوسری الہامی کُتب کے عالم تھے۔انہوں نے وحی کی تصدیق کردی وغیرہ وغیرہ۔

ذرا جبرائیلؑ کی تھوڑی حقیقت سنو! کہا جاتا ہے۔کہ جبرائیلؑ بمعہ براق حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ﷺ کو معراج پر جانا ہے۔آپ ﷺ روانہ ہوئے لیکن سدرۃ المنتہیٰ پر جبرائیلؑ رُک گئے۔اور عرض کی کہ میں مزید آگے نہیں جاسکتا۔یعنی Next area میری Approach سے بالاتر ہے۔تو سوال پیدا ہوتا ہے۔کہ رسولِ مقبول ﷺ نے یہ فاصلہ خود طے کیوں نہ کیا۔جب جبرائیلؑ نے خالی ہاتھ واپس ہی آنا تھا۔مزید جب مندرجہ ذیل آیات سامنے آتی ہیں۔اِس سے اللہ تعالیٰ سے دُوری ظاہر نہیں ہوتی۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

ترجمہ:''جہاں کہیں بھی ہو۔اللہ تمہارے ساتھ ہے۔''

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِه (سورہ ق 16)

ترجمہ:''اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔''

اِن آیات کو پڑھ کر خود فیصلہ کریں کہ اللہ کہاں ہے۔آیاتِ بالا سے اللہ تعالیٰ کی ڈوری ثابت نہیں ہو سکتی۔قرآنِ پاک میں دو کمان یا اِس سے کم فاصلہ جو بتایا گیا۔ اُس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ کمان جب مل جاتی ہے۔ تو دائرہ کی صورت بنتی ہے۔جو Zero لائن کہلاتا ہے۔میں نے لکھا بھی ہے۔کہ ہم تجلّی کی حد تک اللہ کی وحدت میں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہاں تک اپنی ذات اور صفات کو ظاہر کیا۔چھپا ہوا خزانہ الحمد شریف بھی ہے۔جو رسولِ مقبول ﷺ ہیں۔اور قرآن الحمد شریف یعنی رسولِ مقبول ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ اگر کسی نے یہ بات نہیں دُہرائی تو کوئی بات نہیں۔ابھی دنیا کا پہلا ہی دن ہے۔قرآنِ پاک کا اسلوبِ بیان تمام وضاحت و بلاغت کی حد سے بالاتر ہے۔آہستہ آہستہ پُراسرار آیات سمجھ میں آئیں گی۔ جب آپ ﷺ نے معراج کا ذکر فرمایا تو علم نہ جاننے والوں نے مخالفت کی۔قرآنِ پاک کی آیات کو سطحی نہیں غور و فکر سے سمجھنا ہوگا۔

کہا جاتا ہے۔کہ خواب نبوت کا 46واں حصّہ ہے۔ہم تو خواب میں خراب کام بھی کرتے ہیں۔کیا اُن کو نبوت کا 46واں حصّہ تصور کریں گے۔آدمی نیم بیدار یعنی مراقبہ میں الہام، کشف سے مستفید ہوتا ہے۔وہ نبوت کا 46واں حصّہ ہوگا۔وہ اچھے خواب ہیں۔جن کو رسولِ مقبول ﷺ نے Appreciate کیا ہوا ہے۔اب یہ مسئلہ کہ رسولِ مقبول ﷺ اقراء ''وحی'' کے الفاظ سُن کر ڈر گئے۔اور کپکپی آپ ﷺ پر کیوں طاری ہوگئی۔یہاں تک کہ آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لایا گیا۔جو تورات اور الہامی کتابوں کے عالم تھے۔تو پھر رسولِ مقبول ﷺ کے اللہ تعالیٰ پر توکل کی حد کیا ہے؟ آپ ﷺ اُمی تھے۔یعنی کائنات کے تمام علوم کو آپ ﷺ جانتے تھے۔جو آپ ﷺ کے اندر ودیعت کئے ہوئے تھے۔پھر آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس شفا کے لئے کیوں لایا گیا۔یہ Flaw ہے۔باقی کچھ نہیں۔رسولِ مقبول ﷺ کا ڈر جانا ممکن نہیں۔ جہاں

تک وحی کا تعلق ہے۔روایات ہیں کہ آپ ﷺ کا رُخ مبارک کچھ سُرخ معلوم ہوتا تھا۔ اور اکثر کسی بھی جگہ وحی نازل ہوتی تھی۔سمجھا یہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دور کسی جگہ ہے۔اِس لئے کوئی پروں والی مخلوق ہے جو اللہ تعالیٰ سے وحی لا کر رسولِ مقبول ﷺ کے حوالے کر دے۔اب قرآنِ پاک کی آیات مبارکہ پڑھ لو جب کہ رسولِ مقبول ﷺ کی تو بڑی بات ہے۔رسولِ مقبول ﷺ کے اُمتی بغیر پروں کے سدرۃ المنتہیٰ سے آنکھ جھپکنے سے گزر جاتے ہیں۔گارڈ پارٹیکل کائنات کے اندر سب سے چھوٹا ذرہ ہے۔جس پر لفظ ''محمدؐ'' ﷺ لکھا ہوا ہے۔اور ہر چیز رسولِ مقبول ﷺ کی ذات سے چارج ہو رہی ہے۔آپ ﷺ کا عکس مبارک کائنات کی ہر چیز پر ثبت ہے۔کائنات کے ہر ذرہ میں اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول ﷺ موجود ہیں۔اِس لئے رسولِ مقبول ﷺ کو کسی کے پاس لے جانا تا کہ شفا ہو۔ چہ معنی دارد۔

اور ایسی روایات سے بچیں۔کہ رسولِ مقبول ﷺ نے دُعا کی کہ اے اللہ اگر ہم جنگِ بدر میں شکست خوردہ ہو گئے۔تو کائنات کے اندر تیرا نام لینے والا کوئی نہ رہ جائے گا۔اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔تو رسولِ مقبول ﷺ ایسی دُعا ہرگز نہیں کر سکتے۔جب آپ ﷺ نے دُعا کی فتح ہو تو حکم یہ ہی ملا تھا۔کہ اپنے آپ کو اُن لوگوں سے بہتر ثابت کریں۔تو آپ ﷺ نے بہتر ثابت کیا۔اور فتح حاصل کی۔اب تورات اور انجیل قرآنِ پاک کے اندر ضم ہیں۔ہم تورات اور انجیل پر ایمان رکھتے ہیں۔کیونکہ رسولِ مقبول ﷺ اِن کتابوں میں Middle man ہیں۔

باقی جن آیات مبارکہ کا میں نے حوالہ دیا ہے۔اِس سے ثابت ہوتا ہے۔کہ اِنسان کی اللہ تعالیٰ سے Approach ہر کسی سے اعلیٰ ہے۔لیکن وحی جبرائیلؑ سے وابستہ ہے۔لیکن مجھے اُس Station کا پتہ نہیں۔البتہ یہ معلوم ہے۔کہ رسولِ

مقبول ﷺ کی نزدیکی حبلِ الورید سے بھی کم ہے۔

119۔رسولِ مقبول ﷺ کی روحانی اور جسمانی ساخت

رسولِ مقبول ﷺ کا پہلا وجود مقامِ احمد ہے۔ جس کو چھپا ہوا خزانہ بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی بغیر جسم کے روح۔رسولِ مقبول ﷺ جب کائنات کو منور کرتے ہیں۔تو ہوا کی مانند ہوتے ہیں۔(مقامِ محمود)

رسولِ مقبول ﷺ جب پیکرِ انسانی میں ہوتے ہیں۔یعنی دنیا میں تو محمد ﷺ اور امی کہلائے (یعنی پیدا ہوتے ہی علم رکھنے والے) جنت میں آپ ﷺ کا وجود نور کی مانند ہے۔آپ ﷺ عظیم ترین ہستی ہیں۔ہم آپ ﷺ کی معرفت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ کوشش ہمیں عظیم بناتی ہے۔آپ ﷺ کی جزوی معرفت کو ہم فنافی الرسول کہتے ہیں۔ہم رسولِ مقبول ﷺ کو خواب کے اندر، مراقبے میں یا دنیا کے اندر جس نے دیکھا وہ کم از کم 70 حجاب... ، نکلی ہوئی صورت دیکھتے ہیں۔

120۔انسانی کہانی

انسان تجلّی ذات یا چُھپے ہوئے خزانے کا ایک نقطہ ہے۔اِس کی کئی Spaces ہیں۔یعنی تجلّی کے اندر وجود ہونا پھر امرِ ربی یا روح کی صورت بنتی ہے۔تو وہ ایک انسانی شکل وصورت اختیار کرتی ہے۔جس کے خدوخال Same ہی ہیں۔جیسا ظاہری بدن لیکن بہت لائٹ صورت ہے۔جس کی پرکھ گہرائی میں جانے سے ہی ہوسکتی ہے۔اسکا حلقہ اثر ایک گلوب کی مانند ہے۔جب یہ حلقہ اثر اپنی حدود سے باہر نکلتا ہے۔ تو دوسرے گلوب کی صورت بنتی ہے۔یہ گلوب جسمِ مثالی کہلاتا ہے۔اور خدوخال وہ ہی رکھتا ہے۔ جو ہم ظاہری جسم میں دیکھتے ہیں۔یہ روشنیوں کا جسم بجلی کی مانند ہوتا ہے۔ تیسرا گلوب ہمارا ظاہری جسم ہے۔کُن کے Action سے تجلّی میں حرکت رہتی ہے۔یہ حرکت گلوب وائز جاری رہتی ہے۔اورازل سے ابد تک ہے۔ہر چیز تجلّی سے پیدا ہوتی ہے۔آخری گلوب سے پھر اصل کی طرف یعنی تجلّی میں اِس نے ضم ہونا ہے۔ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ رہی ہے۔اِس کا Stay مختلف Camps ہیں۔یہ Schedule ہے۔

ارادہ تینوں پر اثر کرتا ہے۔ہمارے ذہن میں ارادہ Enforce ہوتا ہے۔ ذہن سے شعور بھی کارفرما ہے۔ذہن کا اہم جزو قلب ہے۔اگر ارادہ مادیّت کی طرف جاتا ہے۔تو روحانی علوم کے کنٹرول سے وابستہ نہیں رہتا۔تو حدت اور آگ پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر ارادہ روحانی جسم کنٹرول کررہا ہے۔تو قلب کائناتی لامحدود روشنیوں سے مل جاتا ہے۔آدمی سیدھا راستہ اختیار کرچکا ہوتا ہے۔اور اگر من دھن مادیّت ہے۔آدمی اپنی اصل سے غفلت کرگیا۔تو حدت اور آگ اپنی اصل دوزخ کی طرف جائے گی۔آدمی اپنی

اصل حقیقت تک جانے میں اُلجھ گیا۔ آدمی Suffer کریگا۔ اور اصل دُور ہو جائے گی۔ یعنی جسکا وہ عکس ہے۔ اگر کہا جائے کہ آدمی اصل کی طرف کیوں جانے میں گریز کرتا ہے۔ مادیّت ایک ایسا پھندا ہے۔ جس میں بے حد رنگینیاں ہیں۔ وہ دوسری طرف دیکھنے نہیں دیتی۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ آدمی بُرا کام خود کرے اور کہا جائے کہ شیطان کر گیا ہے۔ غور و فکر کی منزل یہ ہے کہ مجاز حقیقت بن کر بالمقابل آجاتی ہے۔

121۔ تصوف

قرآنِ پاک کی آیات بہت ہی پُر اسرار ہیں۔ اِن آیات نے ہر زمانے کے ساتھ چلنا ہے۔ آج کا ہمارا شعور کل کے آنے والے شعور کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا کم از کم چھ، 6 دفعہ تباہ ہو چکی ہے۔ لیکن فنا بقا کو Carry کر رہی ہوتی ہے۔ تباہ ہونے والی دنیا ویسے ہی موجود ہے۔ آج ہمارے پاس طاقت ور ہتھیار ایٹم بم موجود ہیں۔ یہ دنیا تباہ نہیں کر سکتے۔ تباہی جزوی رہتی ہے۔ کرۂ عرض کائنات کا حصہ ہے۔ پھر اِس سے بہتر تعمیر ہو جائے گی۔ قرآنِ پاک کی ظاہر کو یا کچھ روحانی صورت کو ہم سمجھ رہے ہیں۔ یہ ہر دور کے لئے ہے۔ پچھلی صدی میں کوئی نہیں کہتا تھا کہ ایک مزدور کارخانہ کے اندر کام کرنے والا پاکستان سے کئی دفعہ امریکہ کے مزدورں سے بات کریگا۔ جب شعور آگے جاتا ہے۔ تو قرآنِ پاک کا اعجاز ہے۔ جو وہ ہر دور کے لئے مناسب راہنمائی دے گا۔ اصل علم تصوف ہے۔ جو علوم سے بھرپور ہے۔ لیکن ہماری محدود سوچ ہے۔ جب ذرا کوئی آگے بڑھتا ہے۔ تو اُس کو محدود کر دیا جاتا ہے۔ جو لوگ آگے آتے ہیں۔ اُن کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی بلکہ مخالفت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تصور زبان کی حد تک ہے۔ رسول مقبول ﷺ کی حقیقت کو بہت کم سمجھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کے ربط کی

بہت کم وضاحت ملتی ہے۔روحانی دنیائیں جو ہیں اُن کی وضاحت بہت کم کی گئی ہے۔

مثلاً کہا جاتا ہے۔کہ جنت میں ہر قسم کا کھانا ملے گا۔بس خواہش کرنے پر مرغ وغیرہ تیار ملیں گے۔جو انسان دنیا میں رہتا ہے۔اِس کے ساتھ تو بے شمار کثافتیں ہیں۔ مرغ وغیرہ تو یہ کھاتا ہے۔جنت والے بندے کے خدوخال اِس جسم سے نہیں ملتے۔مرغ تو اُس کی Demand ہو ہی نہیں سکتا۔جنت تو اعلیٰ مقام ہے۔اور ہم اسفل میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔اسفل کی کوئی چیز ہم اُٹھا کر وہاں نہیں لے جاسکتے۔یہ اسفل والوں کے لئے ہے۔یعنی دنیا والوں کیلئے۔اور اِن غیر ضروری چیزوں کو ثابت کرنے کے لئے عظیم ہستیوں کے فرمان اور قول پیش کر دیئے جاتے ہیں۔جب آدمی مرجاتا ہے۔تو عالمِ اعراف میں تو برقی جسم ہوتا ہے۔وہاں اُس کے کھانے پینے کا بندوبست اور ہے۔ جنت بہت اعلیٰ Area ہے۔وہاں پر فضا نور سے بھرپور ہے۔اِس لئے مادی چیزوں کا وہاں کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔

روح تجلّی کا ایک Point یعنی اَمرِ ربی ہے۔اِس کے اندر دِل اور دماغ ہے۔ جو ہمارے ظاہری جسم سے اعلیٰ ہے۔وہی ہمارے اِس جسم کا مالک ہے۔تجلّی کی Feeding روح میں ہے۔روح کی فیڈنگ جسمِ مثالی میں ہے۔اور جسمِ مثالی کی Feeding ہمارا مادی جسم ہے۔یہ ایک تسلسل ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے ظاہری وجود کے اندر روحانی وجود کو بھرنا ہے۔تاکہ اِس کا مادی کھیل اور رنگ رلیاں ختم ہوجائیں۔جس روحانی وجود نے ہم کو یہاں سے اُڑا کر لے جانا ہے۔یہ اِس وقت ممکن ہوگا جب ہم قرآن اور حدیث کے ظاہری اور روحانی فیض سے مستفید ہونگے۔انسان مجاز کے اندر رہتا ہے۔اگر اِس مجاز کو توڑ دیا جائے تو نگاہِ آئینہ ساز میں عزیز تر ہوجاتا ہے۔کیوں کہ مجاز کو توڑ کر حقیقت کو پانا مقصود ہے۔

ہمارا ذہن اور قلب جو Super جُزو ہیں۔ جسمِ مثالی کا ذہن اور قلب ظاہری وجود سے وابستہ کرنا ہوگا۔ اور ایسی وابستگی ہو کہ دونوں حدت، آگ اور ظلمت سے پاک ہو جائیں۔ تاکہ ہم اپنے آپ کو پہچان لیں۔

122۔ پارسائی کیا ہے

اِس سوال کا جواب میری سوچ کے اندر قدرِ مختلف ہو جاتا ہے۔ اِس کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اور یہ سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کی Planning ہے۔ Planning کا اظہار اِس طرح ہوا کہ زماں اور لامکاں سے کُن کے لفظ کی تجلی سے اِس میں حرکت پیدا کر دی گئی۔ یہ Planning ذات کی صورت میں اپنے Base پر آ گئی۔ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہُ کی یہ Planning خفیہ خزانے کے طور پر جانی جاتی ہے۔

یہ حقیقتِ محمدی ﷺ بھی کہلاتی ہے۔ یعنی رسولِ مقبول ﷺ کا نور بحیثیت احمد سامنے آیا۔ یہ روحِ اعظم بھی کہلاتا ہے۔ یہ لفظ اللہ سے نکلی ہوئی ایک Force ہے۔ اِس فورس کے اندر اسماء کا علم ہے۔ جو ہماری روح کے اندر بھی ودیعت کیا ہوا ملتا ہے۔ وہ علم ہمارا لاشعور ہے۔ جو روح کی زبان کہلاتا ہے۔ تمام کائنات رسولِ مقبول ﷺ کے نور سے بنتی ہے۔ سارے کا سارا System اللہ تعالیٰ کے حکم کُن سے چل رہا ہے۔ اِنسان سارے کا سارا روح کا کھیل ہے۔ روح کا ایک نہایت جدید میکنزم ہے۔ جو اِنسان یہ فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ وہ فنافی العبد ہے۔ فنافی الرسول اور فنافی اللہ اِس سے وابستہ ہیں۔ فنافی العبد پارسائی کا جوہر ہے۔ روح کے اِس میکنزم کو Time and Space سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اب کائنات کے Base کی سمجھ آ گئی ہو گی۔ دنیا مجاز ہے۔ یعنی یہ مادیّت کا خمیر بن جاتا ہے۔ جو بالکل حقیقت نہیں۔ اِس مجاز کے اندر حقیقت چھپی ہوئی

ہے۔ہم مجاز کو حقیقت سمجھتے ہیں۔ ہمارا علم محدود رہ جاتا ہے۔مجاز کے اندر شر ہے۔روح کا میکنزم ظاہر کی حد تک ہمارے سامنے ہے۔روح کا باطن جو کہ ایک حقیقت ہے۔وہ ہمارے شعور یعنی مجاز کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔

جس کی تلاش ہی ہماری زندگی ہے۔جب تک یہ تلاش نہیں ہوتا ہم پارسائی کا جوہر حاصل نہیں کر سکتے۔مجاز سے حقیقت تلاش نہ کر پانا اور پارسائی کا دعویٰ کرنا فریب ہے۔نہ کہ پارسائی۔روح کا میکنزم حاصل کرنے کے بعد ہی پارسائی حاصل ہو سکتی ہے۔ باقی حدت اور آگ ہے۔جو اپنی اصل کی طرف لوٹ رہی ہے۔اور وہ دوزخ کی آگ ہے۔عبادت وہ ہے جو ہمارے قلب کو بینا کر دے۔اور وہ کائناتی لامحدود روشنیوں سے مل جائے۔یعنی عالمِ نور سے مل جائے۔قلب کا مرکز عالمِ نور ہے۔لیکن ہم کو اِس کی مجازی رنگینیاں لے ڈوبتی ہیں۔

کتاب من ویزداں کے اندر میں نے بے شمار میکنزم کا ذکر کیا ہے۔میرے یہ مضامین پیرانِ طریقت سے ملتے ہیں۔جن سب کے سربراہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔جن کی عظمت میں اللہ تعالیٰ جلّ جلالہُ نے فرمایا ہے۔

وَتَرٰھُمْ یَنظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لاَ یُبْصِرُوْنَ ٥.(سورہ الاعراف 198)

ترجمہ:''اور تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں۔اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا''

رسولِ مقبول ﷺ کو دیکھ لینا عظمت تو ہے۔لیکن آپ ﷺ کی اصل ہم سے پوشیدہ ہے۔جس کو ہم نہیں دیکھ سکتے۔آپ ﷺ کو جو ہم میں سے کسی نے دیکھا وہ ستر حجاب سے نکلی ہوئی صورت ہے۔جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔کہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول ﷺ کی اصل حالت ایسی Supreme power ہیں۔جن کو دیکھنا ممکن

نہیں۔صرف حجاب کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔اور گہرائی میں جانے سے حقیقت واضح ہوتی ہے۔

123۔خفیہ خزانہ

اللہ تعالیٰ نے لازماں اور لامکاں سے کُن کی تجلّی سے خفیہ خزانے کو ظاہر میں آنے کا حکم فرمادیا۔اِسم ذات کی Forces پھیل گئیں۔اسمِ ذات اللہ تعالیٰ کی تجلّیات کی صفات اسمائے الٰہیہ ہیں۔اور کائنات کی ہر چیز کی رگِ جان بن گئیں۔اللہ تعالیٰ کا امر روح کی صورت میں ہر چیز کا Base بن جاتا ہے۔اب روح وہ علم ہے۔جس کے اندر تمام حقیقتیں چُھپی ہوئی ہیں۔اور یہ ہمارا Base ہے۔جب ہمارا روح سے ربط قائم ہو جاتا ہے۔تو روح کا نور لاشعور کی صورت میں ہمارے شعور میں داخل ہو جاتا ہے۔روح کی حقیقت جب سامنے آتی ہے۔تو وحی اور الہام کی قوت پیدا ہوتی ہے۔اور شعور پسِ پردہ ہو جاتا ہے۔روحانی علوم ازل سے ابد تک کا احاطہ کرتے ہیں۔ہم اپنی Base کو کیوں نہیں حاصل کررہے۔آدم مٹی کا پُتلا روح کا جسم ہے۔مٹی کے جسم پر نسمہ یا عالمِ ناسوت کی روشنیاں غلاف کی صورت میں مسلّط ہیں۔جو ہم کو روح کی روشنیاں نہیں دیکھنے دیتیں۔ہمارا علم محدود رہ جاتا ہے۔نہ ہم اپنے آپ کو پہچان سکتے ہیں۔نہ خُدا کو پہچان سکتے ہیں۔یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا قلب وہ ذہن ہے۔جس کا واسطہ Direct عالمِ نور سے ہے۔اِس پر کاربن جم جاتی ہے۔یہ دنیاوی معاملات کی وجہ سے ہے۔کیونکہ ان میں ہمارا توازن نہیں رہتا۔توازن کو برقرار رکھتے ہوئے کاربن سیاہی کو دِل پر سے ہٹانا ہوگا۔دِل کو بینا بنانا ہوگا۔عالمِ نور لامحدود روشنیوں کا عالم ہے۔دِل بھی اُن کا حصّہ ہے۔لیکن غافل ہے۔

124۔ہمزاد

روح کی فورس جسمِ مثالی کو Construct کرتی ہے۔اور جسمِ مثالی کی فورس ہمزاد کو Construct کرتی ہے۔ہمزاد جسمِ مثالی کا عکس ہے۔روح کی قوت جسمِ مثالی میں Enter ہوتی ہے۔اور جب جسمِ مثالی اِسے ہمزاد میں Enter کرتا ہے۔تو وہ دو حصّوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔یعنی خیر اور شر میں۔

ہمارے ظاہری جسم کا ارادہ ہمزاد تک جاتا ہے۔اگر ہمارے ظاہری جسم اور ہمزاد کا رشتہ آپس میں مضبوط ہو جائے۔تو یہ دونوں جسمِ مثالی کی خیر کی قوت پر Reaction (ردِعمل) کرتے ہیں۔جو ہماری خود پیدا کی ہوئی خرابی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔جس وقت انسان خواب کی حالت میں ہوتا ہے۔اُس وقت ہمزاد عالمِ اعراف کی سیر کر رہا ہوتا ہے۔جب کہ جسمِ مثالی ظاہری جسم پر کنٹرول رکھتا ہے۔

ہمزاد لاشعور کو پڑھ سکتا ہے۔جو خواب کی صورت ہمارے اندر پیدا کرتا ہے۔وہ جھوٹے خواب ہوتے ہیں۔بہر حال یہ جسمِ مثالی سے بھی وابستہ رہتا ہے۔

ماضی، حال اور مستقبل کی خبریں جسمِ مثالی سے اخذ کر لیتا ہے۔جن لوگوں کی اِس پر گرفت ہوتی ہے۔اُن کو پوشیدہ باتیں بتاتا رہتا ہے۔جو اِن لوگوں کی معرفت نہیں۔بلکہ اِسے چور کا Secret plan تصوّر کیا جائے۔ایسے لوگ غیب دان بن کر لوگوں سے مالی امداد حاصل کرتے رہتے ہیں۔اور اپنے آپ کو برگزیدہ ظاہر کرتے ہیں۔

ہمزاد Time and Space سے باہر ہوتا ہے۔ظاہری جسم اور جسمِ مثالی کے اندر اس کی Adjustment (قائم کیا ہوا) پائی جاتی ہے۔ہمارا اِس سے واسطہ دِل کی دھڑکن سے ہے۔

125۔لاشعور کی طرزیں

No.1 لاشعور:

قربِ نوافل یا قربِ فرائض سے حاصل ہوتا ہے۔ جو کچھ ایسے بندے کے منہ سے نکلتا ہے۔ پورا ہو جاتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

No.2 لاشعور:

دجّالی قوتیں کسی کمزور ذہن کو گرفت کر لیتی ہیں۔ اور اُس کا لاشعور Open کر لیتی ہیں۔ ان کو معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ ادھوری غیب بینی ان سے ہوتی ہے۔

No.3 لاشعور:

ایسے بندہ کو معرفت حاصل ہوتی ہے۔ کائناتی فارمولے اُس کے اندر بھرے ہوتے ہیں۔ یہ آدمی بے پناہ قوت کا حامل ہوتا ہے۔ اپنی طرز پر چلتا ہے۔

Superman جیسی طاقت رکھتا ہے۔ خلقِ خدا سے پیار کرتا ہے۔ خلقِ خدا کی مشکلات کو حل کرنے میں لگا رہتا ہے۔

No.4 لاشعور:

کسی غیر معمولی واقعہ سے اِس کا لاشعور Open ہو جاتا ہے۔ معرفت نہیں رکھتا۔ پوشیدہ کیس اس کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ پولیس اور سراغ رساں محکمے اُس سے قتل اور چوری کے کیس Trace کرنے میں مدد لیتے ہیں۔ اُن میں بعض ہوا میں اُڑتے ہیں۔ اس لاشعور کے اندر اور بھی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔

126۔علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین

یہ تینوں ہمارے یقین کے پیٹرن ہیں۔ہمارے جسم کے تین حصے ہیں۔
نمبر 1 پر ظاہری جسم ہے۔نمبر 2 پر جسمِ مثالی ہے۔اور نمبر 3 پر روح ہے۔
ان تینوں کی معرفت ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہے۔یہ تینوں جسم Time & Space سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔اس Time & Space کے لنک (Link) کو شعوری حد تک سمجھ لینا علم الیقین ہے۔یہ معرفت جب جسمِ مثالی میں داخل ہو جاتی ہے۔تو یہ عین الیقین کی Stage ہے۔جب یہ معرفت روح کی حد میں داخل ہوتی ہے۔تو حق الیقین کا Pattern بن جاتا ہے۔حق الیقین ہماری روح کی زبان ہے۔تمام علوم خواہ مادی ہیں یا روحانی ہیں۔ان کا یہی Structure ہے۔ جب ہم حق الیقین کی بات کرتے ہیں۔تو ہمیں روح کی زبان یا علم کو Discuss کرنا ہوگا۔اُس کی وضاحت عین الیقین اور علم الیقین میں جا سکتی ہے۔ Over all یہ ہمارا مادی اور روحانی Structure ہے۔یہی ہماری زندگی ہے۔یہ ایک علم کا نقطہ ہے۔جس کی ہمیں تلاش ہے۔

127۔تجلّی

تجلّی اللہ (جلِ جلالہ) کے نور سے چارج ہوا ایک ایٹم ہے۔اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے لفظ کُن سے جب اِس کی Function ہوتی ہے۔تو بے شمار Spaces کے اندر نوع Wise اور اُس کی متعلقات کا اجراء ہوتا ہے۔جو موجودہ ہماری کائنات ہے۔یہ ایٹم کہاں سے آیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ تدبر یا سوچ ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر چُھپا ہوا خزانہ فرمایا۔انسان کی سوچ اِس ایٹم کے اندر ہے۔اور یہی ہماری خدائی ہے۔ہمارا تمام عروج اِس ایٹم کے اندر ہے۔اِس کے علاوہ اللہ تعالیٰ لا محدود Supreme Force ہے۔ہماری سوچ و چار کا اِس میں کوئی دخل نہیں۔

128۔فنافی اللہ اور فنافی الرسول ﷺ

فنافی اللہ اور فنافی الرسول ﷺ کی اصطلاح جو بعض جگہوں پر استعمال کی ہوئی ہے۔وہ محدود علم کی وجہ سے ہے۔کوئی چیز اللہ اور رسولِ مقبول ﷺ میں فنا نہیں ہوسکتی۔وہ بہت ہائی چارج ہے۔سوچ تجلّی کی حد سے آگے نہیں نکل سکتی۔ہم جو اللہ تعالیٰ کی قربت محسوس کرتے ہیں۔وہ تجلّی کی حد تک ہوتی ہے۔جو کہ انسانی عروج کی انتہا ہے۔

129۔ علمِ قلم

اللہ تعالیٰ کی سوچ کو علمِ قلم کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو چُھپا ہوا خزانہ بھی فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ کے علمِ قلم کی کوئی حد نہیں۔لیکن ہمارا حصّہ چُھپا ہوا خزانہ ہے۔جو تجلّی ذات کہلاتی ہے۔تجلّی ذات کے بے شمار شعبے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات فرماتی ہے۔کہ میں نے انسان کو علم سکھایا قلم سے۔

یہ قلم کا علم ہمارے اندر اَخفیٰ میں آتا ہے۔اَخفیٰ ہمارے دماغ کو Construct کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے۔کہ میں نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔یعنی حواسِ خمسہ کا علم عطا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے انسان کو علمِ سکھایا قلم سے۔قلم سے مراد کوئی جدید Pen یا سرکنڈے کی قلم نہیں۔یہ قرآن کے اسلوب بیان کی حد ہے۔قلم سے مراد انسان کا دماغ ہے۔انسان دماغ سے علم حاصل کرتا ہے۔علمِ قلم اللہ تعالیٰ کا دماغ ہے۔پھر اُسی سے ہمارے علم کی نسبت ہو جاتی ہے۔

دنیا میں سارے چکر چلا کر مقامِ خفی پر Mini فلم بنتی ہے۔یعنی یہ ہمارا نامہ اعمال ہوتا ہے۔جس پر تبصرے ہوں گے۔اور ہمارے مقدر کے فیصلے ہوں گے۔

130۔ عالمِ کبیر اور عالمِ صغیر

سورۃ نور ۔ آیت نمبر 35

ترجمہ:۔اللہ ہی آسمان اور زمین کا نور ہے۔ عالمِ کائنات کو اسی کے نورِ وجود اسی کے فیضانِ نور سے ایک وجود ملا ہے اِس کا نور ایک ایسے طاق جیسا ہے۔جس میں ایک چراغ ہے۔ وہ چراغ فانوس میں ہے۔ وہ فانوس ایسا (صاف وشفاف) ہے۔گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے۔اور وہ چراغ شجر مبارکہ یعنی زیتون (کے تیل) سے روشن رہتا ہے۔ایسا شجرِ زیتون جو نہ مشرق کے رخ واقع اور نہ مغرب کے رخ ہے۔ اُس کا تیل اِس قدر لطیف اور صاف ہے۔ کہ اگر اسے آگ نہ بھی چھوئے۔تو بھی وہ خود بخود بھڑک اُٹھے گا۔ (پھر اِن منور فضاؤں میں نور در نور کا عالم ہے۔اللہ جس کو چاہتا ہے۔اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے۔اپنی روشنی میں کھینچ لیتا ہے۔اور لوگوں کو سمجھانے کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔اور اللہ کو ہر چیز کا (پورا پورا) علم ہے۔ (وہ جانتا ہے۔کہ کس قلب میں قبولیتِ انوارِ الٰہی کی کس حد تک صلاحیت ہے۔)

سورۃ قدر:

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ اور تم نے کیا جانا، کیا ہے۔شب قدر۔شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔اِس میں فرشتے اور جبرائیل اترتے ہیں۔اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے۔وہ سلامتی ہے۔صبح چمکنے تک۔

حدیثِ پاک:

ترجمہ:۔انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے۔اور لوتھڑے میں فؤاد، فؤاد میں قلب، قلب میں روح، روح میں سِرّ، سِرّ میں خفی، خفی میں اخفیٰ ہے، اور اخفیٰ میں نفس۔

حدیثِ پاک:

میں اللہ کے نور سے ہوں۔ باقی ساری کائنات میرے نور سے تخلیق ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا چھپا ہوا خزانہ جو نور محمدی ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ عالمِ کبیر ہے۔ یعنی ازل سے ابد تک جو Display ہے۔ اُس کو عالمِ کبیر کہتے ہیں۔ یہی ہماری کائنات ہے۔ کائنات اپنا ظاہر اور باطن رکھتی ہے۔ باطن اپنا گلوب وائز Display رکھتا ہے۔ اِس لئے عالمِ ناسوت تک تین باطن رکھتا ہے۔ ہر باطن اپنے گرد حلقہء اثر رکھتا ہے۔ زمین پر تمام اشکال نسمہ کی Force سے بنتی ہیں۔ یعنی نسمہ مادہ بنانے کی مشین ہے۔ باطن کا خمیر اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ یہ نور، نورِ محمدی ﷺ کی صورت اختیار کرتا ہے۔ ساری کائنات رسولِ مقبول ﷺ کے نور سے عمل میں آتی ہے۔ اور در پردہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

حدیثِ پاک ہے۔ کہ کائنات رسولِ مقبول ﷺ کے نور سے تخلیق ہوتی ہے۔ اِس طرح کائنات کو ہم دو صورتوں میں دیکھتے ہیں ایک عالمِ کبیر اور دوسرا عالمِ صغیر، سورۃ قدر بمعہ ترجمہ اوپر درج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مثال سے واضح کر دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی تجلّی ہے۔ تجلّی کے 2 میجر شعبے ہیں۔

اخفیٰ اور خفی:

یعنی اللہ تعالیٰ کا نور ایک ایسے طاق جیسا ہے۔ جس میں ایک چراغ ہو۔ اور چراغ یعنی دل (زجاج) میں ہے۔ اور زجاج موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے۔

یہ زجاج دِل کے اندر ایک اور دِل ہے۔ یہ انسان کے اندر چھپا ہوا خزانہ

ہے۔ یہ تجلی کا عکس ہے۔ جب یہ چمکتا ہے۔ تو اپنے گرد ایک کائنات بناتا ہے۔ جس کو ہم جسم مثالی اور روح کے روپ میں دیکھتے ہیں۔ زجاج زیتون کے تیل سے نہیں۔ بلکہ Automatic اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہوتا ہے۔

اگر قلب اللہ تعالیٰ کے انوار کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تو یہ مقام نورٌ علیٰ نور مقام ہے۔ جب یہ System اللہ تعالیٰ انسان میں Active کر دیتا ہے۔ تو انسان اپنے اندر چھپے ہوئے خزانے کو پا لیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پہچان سے Related ہے۔

کیونکہ عالمِ صغیر کے اندر جو خزانہ چھپا دیا گیا تھا۔ اُس کے بندے نے پا لیا۔

اپنے Inner جو کہ نورِ اعلیٰ نور Place ہے۔ اس کو پا لیا۔ پس وہ نور میں ڈوب گیا۔

لیکن اِس نور کو دیکھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے دو دماغ ہیں۔ ایک عالمِ ناسوت کا یعنی ہماری مادی دنیا کا۔ دوسرا دماغ باطن کی دنیا کو دیکھتا ہے۔

باطنی دماغ، ظاہری دماغ سے ہزاروں گنا Powerful ہے۔ یہ اپنے آپ کو پے در پے Concentrate رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ لاشعور دماغ زجاج، چمکتے ہوئے موتی کو دیکھ لیتا ہے۔ جو عالمِ صغیر ہے۔ ہمارا غیب مشاہدے میں داخل ہو جاتا ہے۔

کیونکہ اصل میں انسان کائنات کے اندر ایک Super Force ہے۔ جو ہر جگہ اپنا مقام رکھتا ہے۔

ظاہری اور باطنی دنیا میں ہر چیز وسائل سے وجود میں آتی ہے۔ زجاج یعنی دل کے اندر دل نورٌ علیٰ نور مقام ہے۔ جو اِس کو دیکھ لیتا ہے۔ وہ بھی نور ہو جاتا ہے۔

باطنی دماغ کا عروج Concentration سے ہوتا ہے۔

131۔دماغ اور قلب

دماغ اور قلب نہایت اہم جز ہیں۔ جو انسانی باڈی پر کنٹرول کرتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ دماغ اہم ہے۔ بعض کے خیال میں قلب اہم ہے۔

دماغ انسان کو فلسفی بناتا ہے۔ قلب انسان کو روحانی بناتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ قلب عالمِ نور سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ جبکہ دماغ مادیت میں کامیابی اور ناکامی سے ہمکنار رہتا ہے۔

حقیقت کی تلاش قلب سے ہے۔

جب یہ سطحی سوچ سے نکلتا ہیں۔ تو اِن کا وجود ایک ہو جاتا ہے۔ اور دماغ قلب کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قلب مشاہدہ کر کے حق الیقین میں بدل جاتا ہے۔ دماغ کیونکہ مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے قلب Super ہو جاتا ہے اور دماغ کی فلسفی سوچ محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ دماغ کا تدبّر بھی قلب کا مشاہدہ ہے۔

Submissive Lot-132

Submissive Lot کا پھیلایا ہوا علم اتنا بدتر ہو چکا ہے۔ کہ ہمارے قانون دان حضرات بھی اُس سے نہیں بچ سکے۔ پس ہمارا آئین بھی اُن طرزوں پر چل رہا ہے۔ ہم یہ تو کہتے ہیں کہ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن ہمارا قلب اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ قلب بغیر مشاہدے کے کسی چیز کو تسلیم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی موجودگی کو ہم فلسفیانہ طور طریقے میں جانچ پڑتال کرتے ہیں پھر ہر کوئی فلسفی ہوتا ہے۔ سوچ مختلف ہو جاتی ہے۔ ہر کوئی اپنی سوچ کو حاوی کرنے لگ جاتا ہے۔ اور اجارہ داری کی سوچ پیدا ہوتی ہے۔ جب تک انسان کے اندر باطنی سوچ پیدا نہیں ہوتی۔ یعنی لاشعور کی قوت والی سوچ تو اندھا کیا قرآن پاک کی تفسیر کرے گا۔

یہود اور انصار کی کتابوں کے قصے کہانیاں ہماری تفاسیر قرآن کے اندر موجود ہیں۔ ہمارے پاس Volume در Volume کتب کا ذخیرہ ہے۔

جن کو پڑھ کر ہم عالم کہلاتے ہیں۔ یاد رہے علم ایک ہی نقطہ ہے۔

اس موتی کی چمک جیسے ستارہ ہے۔ وہ انسان کے پاس ہے۔ یہ چھپا ہوا خزانہ ہے۔ یہ ہماری اور خدا کی پہچان ہے۔

سورہ نور آیت 35 اور سورہ قدر کو سمجھنا ہوگا۔ جس سے میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ باطنی نگاہ کا یہ علم حاصل کرنا ہوگا۔ یہ سبق Submissive Lot کے سبق میں نہیں ملتا۔

133۔ بے راہ روی

اکثر دیکھا جاتا ہے۔ کہ نہ صرف ہماری Young Generation بلکہ دوسرے لوگ بھی بے راہ روی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ یعنی کئی مرد اور عورت اپنی مرضی کرتے ہیں۔ جبکہ اُن کو عزت و ناموس اور مذہبی پاسداری کا خیال تک نہیں ہوتا۔ کیا مرد اور عورت کے درمیان کوئی ایسی کشش ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مجبور ہیں۔ ہر کسی کی اپنی ہی Choice ہوتی ہے۔

پہلی بات جو اِس کی بابت ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ ہمارے نفس کی وجہ سے ہے۔ اور نفس کی بھی کئی قسمیں گن دی جاتی ہیں۔ مذہب تو پھر یہی کہتا ہے۔ کہ نفس کے خلاف جہاد کرو۔ مجھے کوئی بھی جہاد کامیاب ہوتا نظر نہیں آیا۔ ماوی دنیا اور روحانی دنیا ہمیں ایسے جہاد میں لگاتی ہے۔ جس کا ہم مقابلہ نہیں کر پا رہے۔ یورپ اور باقی دنیا میں نئے نئے قانون بنے۔ لیکن سب ہی ناکام ہیں۔ اور ہر قانون سے اِس بے راہ روی میں اضافہ ہوتا نظر آتا ہے۔ اور یہ بات پیغمبروں تک بھی جاتی ہے۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام 99 بیویوں کے باوجود ایک اور بیوی کی خواہش ظاہر کرتے ہیں۔ کوئی عبادت، کوئی مراقبہ کوئی جسم پر تشدد اِس چیز کو روک نہیں سکا۔ ضبطِ نفس ممکن نہیں ہو سکا۔

ہمارے دِل کے اندر بے شک اِس راہ روی کا کنٹرول موجود ہے۔ انسان کے دل کے اندر ایک چمکتا ہوا موتی ہے۔ جیسے ستارہ، اِس کا ہمیں علم حاصل کرنا ہوگا۔ جب آدمی اپنی حقیقت کو سمجھ لیتا ہے۔ تو اِس حقیقت کی لذت آپ کو ایسا بنا دے گی۔ کہ آپ کو ایسی دنیاوی لذتوں سے ہزار گنا وہ لذت بہتر ہو گی۔ لیکن افسوس مسلمان بھی اِس کھوج سے غافل ہیں۔ Onepercent نمونے کے طور پر ہیں۔ میری اِس کتاب من ویزداں میں اِسی کا کھوج موجود ہے۔

134۔ وحدت الوجود

اللہ تعالیٰ ایک لامحدود سپریم پاور ہے۔ جس کو ہم اپنے دل اور دماغ میں Fully Established نہیں کر سکتے۔ ہم حدیث پاک کے حوالے سے کہتے ہیں۔ کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ رسول مقبول ﷺ کے تدبّر کی تشریح یہ ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی پہچان کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اپنے آپ کو پہچاننا کیا ہے۔

جب ہم اپنے قلب کے واسطے سے اپنی پہچان جان لیتے ہیں۔ تو ہمارا واسطہ عالمِ نور سے ممکن ہو جاتا ہے۔ اور یہ Stage انسان پر اپنی گرفت کر لیتی ہے۔ اور وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ Final Stage مرنے سے پہلے مر جاؤ میں انسان گم ہو جاتا ہے۔ باہر نہیں نکل سکتا۔ گونگا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔ اور تجلّی کے علوم سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ اصل میں یہی اپنے آپ کو پہچاننا ہے۔ اور خدا کو پہچاننا کہلاتا ہے۔

کائنات کی ہر چیز نسمہ کی گرفت میں ہے۔ جس کو گارڈ پارٹیکل بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ مادہ بناتا ہے۔ جس سے مادی شکلیں بنتی ہیں۔ یہ مادیت اللہ تعالیٰ سے نسمہ کی صورت میں وابستہ ہے۔ ہم مادی چیزوں سے ہوائی جہاز بناتے ہیں۔ بت بنا لیتے ہیں۔ اور اُن کی پوجا تک کرتے ہیں جیسے ہندو لوگ۔ یہ جہاز اور بت خدا نہیں ہیں۔ یہ ہماری یعنی انسان کی تخلیق ہے۔ لیکن جو چیزیں انسان بناتا ہے۔ وہ گارڈ پارٹیکل سے بنتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ زمین و آسمان اور جو کچھ اِس میں موجودات ہیں سب کا خالق و مالک ہے۔ وہ انسان کے بنائے ہوئے بتوں میں نہیں رہتا۔ سو ہر چیز نسمہ سے بنتی ہے۔ نسمہ سے مخلوق کی تخلیق ہوتی ہے۔ اور گارڈ پارٹیکل مادہ بناتا ہے۔ لیکن خود مادہ نہیں ہے۔ اب حقیقت سامنے آ چکی ہے۔ باقی فلسفی اور غیر فلسفی

سوچ محدود تھی۔ جواَب لاحاصل ہے۔

انسان کا عروج مادیّت سے نکلتا ہے۔ جو اسفل سے اوپر جاتا ہے۔ اِس کا اصل مقام تجلّی سے منسلک ہوتا ہے۔ اور اُس انسان کے لئے جنت اور دوزخ ایک ایڈیشنل مرتبہ ہوتی ہیں۔ انسان کو اپنی پہچان کرنی ہوگی۔ مرنے کے بعد انسان اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے۔ جب شعور پس پردہ ہو جاتا ہے۔ تو انسان اپنے آپ کو پہچان چکا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کے دلائل پھر سامنے آنے لگتے ہیں۔ ہم روحانی دنیا میں سفر کر کے اس دنیا میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جو ایک سمندر ہے۔ جبکہ یہ دنیا ایک قطرہ ہے۔ جیسا کہ اِس حدیث پاک سے واضح ہے۔

''دنیا کی مثال آخرت کے سامنے اس طرح ہے۔ کہ کوئی آدمی اپنی انگلی سمندر میں ڈال دے۔ اور پھر نکال کر دیکھے۔ کہ وہ کتنا پانی اپنے ساتھ لاتی ہے۔

135۔روحانیت میں پیش رفت

1-القرآن۔وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ہ۔(سورہ ذاریات 21)

ترجمہ:''اورخودتم میں۔تو کیاتمھیں سوجھتانہیں۔''

2- حدیث پاک:

دنیا کی مثال آخرت کے سامنے اس طرح ہے۔جیسے کوئی آدمی اپنی انگلی سمندر میں ڈال دے۔اور پھر نکال کر دیکھے۔کہ وہ کتنا پانی اپنے ساتھ لاتی ہے۔

-3 علموں بس کریں اور یار

علم نہ آوے وچ شمار

اِکوالف تیرے درکار (حضرت بابا بلھے شاہؒ صاحب)

میں نے دواہلِ قلم حضرات جناب غلام جیلانی برق کی کچھ کتب اور نیاز فتحپوری صاحب کی کتاب من ویزداں کا مطالعہ کیا۔یہ دونوں حضرات قرآن وحدیث کے عالم تھے۔انہوں نے نہایت ہی بصیرت افروز تبصرے کئے ہیں۔اُن کا علمی معیار بہت اعلیٰ تھا۔وہ اپنے تبصروں میں اعلیٰ معیار رکھتے ہیں۔یعنی نہائت اعلیٰ میعار کے فلسفی اور ادیب تھے۔لیکن اپنی فلسفیانہ سوچ کوانہوں نے روحانیت سے دور ہی رکھا۔بلکہ مسلمانوں کی روحانیت کی طرز کورد کردیا۔اور صرف اپنی سوچ کو Promote کرتے رہے۔اور قرآنِ پاک کی آیات مبارکہ اور حدیثِ مبارکہ اور ایک صوفی کی سوچ کو نظر انداز کردیا۔

قرآنِ پاک کی یہ سوچ آیات بالا کے حوالہ سے ظاہر کرتی ہے۔کہ انسان عالمِ صغیر ہے۔یہ نوردرنور مقام انسان کے Inner میں ہے۔یعنی ساری کائنات انسان کے اندر ہے۔جس کا انسان مشاہدہ کرسکتا ہے۔انسان کے دل کے اندر وہ خفیہ خزانہ چھپا

ہوا ہے۔ جو کائنات ہے۔ یعنی کائنات کے خدوخال انسان کے دل میں ہیں۔ اِن کو تلاش کرنا، اللہ تعالیٰ کا نائب بننا ہے۔ ہماری دنیا تو ایک ذرّے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یعنی ایک Drop کے برابر بھی نہیں۔ باقی سمندر آخرت ہے۔ اور یہ سب کچھ ہمارے Inner میں چھپا ہوا ہے۔

اور جو ذخیرۂ علم غلام جیلانی برق صاحب اور نیاز فتحپوری صاحب کی قدرت میں ہے۔ وہ تو جناب بلّھے شاہ صاحب نے ایک الف کے برابر بھی نہیں سمجھا۔ سو جب تک ہم روحانیت جو ہمارے Inner میں چھپی ہوئی ہے۔ اُس کی بندش نہیں کی۔ تو باقی علوم مادیّت کے زمرے میں آتے ہیں۔ ایک Drop میں چھلانگیں لگانا جب کہ علم کے اصل منبع کا پتہ ہی نہیں۔ کیا حاصل ہوگا۔

یہ منبع علم کدھر ہے۔ سورۃ قدر ایسے ہی اوراک پر معلومات دیتی ہے۔ اور سورۃ نور آیت نمبر 35 منبع نور جو انسان کے اندر ہے۔ اُس پر تبصرہ کر رہی ہے۔

ہمارے روحانی لوگ Short Cut صورت میں یہ شیڈول پیش کریں۔ تا کہ تھوڑے علم والا آدمی بھی اسلام کی عظمت سے واقف ہو جائے۔ من و یزداں ایسی چیزیں سامنے لانے کی ایک کڑی ہے۔ میں نے اُن روحانی تبصروں کی غیر ضروری Terms جو انہوں نے بند کمروں میں بیٹھ کر لکھی ہیں۔ ان کو نظر انداز کیا ہے۔ میں صاف بات کرتا ہوں۔ تا کہ لوگوں کی سمجھ میں کوئی بات آئے۔

ہمارے پاس روحانیت کا Clear Cut کوئی سلیبس نہیں۔ اور روحانیت کو حاصل کرنے والے Non Progressive پریکٹس میں پڑے رہتے ہیں۔ نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلتا۔ نہ کوئی بلّھے شاہؒ، نہ کوئی سلطان العارفینؒ آئے۔ اور نہ پیر مہر علی شاہؒ ملتے ہیں۔ لیکن اجارہ دار بہت ہیں۔

اور تصرّف جو حضرت مجدد الف ثانیؒ، ابنِ عربیؒ اور امام غزالیؒ نے پیش کیا۔ وہ فلسفیوں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اور نہ آ سکتا تھا۔ کیونکہ اِس میں حقیقت تک رسائی کے لئے کوئی تسلسل نہیں۔

اِس لئے اپنے بزرگوں پر اعتراض ہے۔ کہ انہوں نے ہمیں کوئی اتا پتہ نہیں دیا۔ باقی ہماری مذہبی جماعتیں اگر شامل حال ہو جاتی ہیں۔ تو بہت بہتر ہے۔ تا کہ ہم کم علم والے آدمی بھی اسلام کو سمجھ سکیں۔

136۔قرآن پاک اور دوسری الہامی کُتب

ہم صدیوں سے یہ حقیقت نہ سمجھ سکے۔ کہ خدا ہے۔ یا نہیں۔ بے شک بغیر دیکھے ہم یہ دعویٰ تو کرتے ہیں۔ کہ خدا ہے۔ لیکن حقیقت سے بے خبری کے ساتھ۔ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُرسل آئے۔ تو انہوں نے اللہ اور بندے کے درمیان جو پردہ تھا۔ اسے ہٹانے کی کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے وجود اور قدرت کے دلائل کی واضح صورت سامنے نہ آئی۔ خدا خدا کہنے والے موجود تو ہو گئے۔ لیکن صورت حال مبہم رہی۔ آخر پر کائنات کا خمیر رکھنے والی ہستی حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ تو آپ کا اعلان یہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ وہ فورس ہے۔ جو انسان ہی کیا بلکہ ہر چیز کے قریب تر ہے۔ اور آپ ﷺ نے شعور اوّل کی وہ روشنی دکھائی۔ جو اللہ تعالیٰ کی قربت دیکھ لیتی ہے۔

اور یہ شعور اوّل روحِ اعظم ہے۔ یہ روحِ اعظم کیا ہے۔ یہ کائنات کا Base ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ خفیہ خزانہ ہے۔ جو انسان کے اندر ودیعت کر دیا گیا۔ لیکن شعور اول کے بغیر جو ممکن نہیں ہوا۔ رسول مقبول ﷺ کے نزول سے Open ہو گیا۔ جب شعور اوّل کی روشنی جو قلب میں ودیعت ہے۔ ظاہر ہوتی ہے۔ تو قلب اپنی اصل سے واقف ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بیسویں صدی کے اندر شعور اوّل کی پے در پے وضاحت کی۔ تا کہ مسلمان جو سو چکے ہیں۔ باخبر ہو جائیں۔ لیکن یہ شعور اوّل اور علامہ اقبالؒ کی بصیرت بھری آواز کم ہی لوگوں کو سنائی دی۔

مذہب اسلام کو چند رسومات اور توہم پرستی کا مرکز بنا دیا گیا ہے۔ جس سے شفا دور تک نظر نہیں آتی۔ مذہب اسلام Submissive Lot کا دل پسند مذہب تو ہے۔ اور مادیت ہی کو اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ روحِ اعظم کا علم ہی حقیقت تک رسائی دے

سکتا ہے۔اور یہ حقیقت روحانی علوم کے اندر چھپی ہوئی ہے۔

احد سے احمد کی میکنزم میں شعور اول، روحِ اعظم کے سبق موجود ہیں۔ہمیں شعور اوّل کا علم حاصل کرنا ہو گا۔ جب تک ہمارا قلب بینا نہیں ہوتا۔ ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔نماز اور روزہ کے ساتھ وابستگی ضروری ہے۔ بے شک دِل بینا کے بغیر سب مادہ پرستی ہی رہ جاتی ہے۔تورات، انجیل، زبور یا کوئی اور الہامی کتب بے شک وحی پیغمبروں کی ہے۔لیکن قرآنِ پاک محض وہ الہامی کتاب ہے۔ جس کے اندر شعور اوّل کی روشنی ہے۔ اِس لئے یہ باقی الہام و وحی سے Super ہے۔قرآن پاک کے علاوہ کوئی وحی، الہام شعور اوّل تک راہنمائی نہیں کرتا۔اس ہی لئے قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل کرنا فرض عین ہے۔

قرآنِ پاک کی آیات کے اندر 3 کوڈ ہیں۔باقی کسی الہامی کتاب کے اندر 3 کوڈ نہیں۔ یہ کوڈ روشنیوں کا علم ہے۔ جو خدائی Force کو ظاہر کرتا ہے۔روحانی لوگ جو روشنیوں کا علم جانتے ہیں۔وہ ہی دیکھ سکتے ہیں۔ جو انسان روشنیوں کا علم نہیں جانتا۔ وہ روحانی آدمی نہیں ہوتا۔

عام طور پر کہا جاتا ہے۔کہ رسولِ مقبول ﷺ اُمّی تھے۔اور سمجھا یہ جاتا ہے۔کہ آپ ﷺ نے حروف ابجد سے واقفیت حاصل نہ کی۔تو کیا الحمد شریف ابجد حروف سے باہر ہے۔ وحی کا تعلق قلب سے ہے۔ اور قلب روشنیوں کا مرکز ہے۔ اور وحی کی Engagement وہاں ہوتی ہے۔سارا قرآن رسولِ مقبول ﷺ کے قلب پر عیاں ہے۔آپ ﷺ وہاں سے استفادہ کرتے تھے۔کاغذ پر پڑھنا اُن کے لئے ہے۔ جو قلب سے استفادہ نہیں کر سکتے۔سو اُمّی کا مطلب ہے۔جن کا ربط قلب سے ہے۔نہ کہ کاغذ پر لکھا ہوا پڑھنا۔ اور قلب ہی وہ راستہ ہے۔ جس سے ہم جزوی اللہ تعالیٰ کی معرفت

حاصل کرتے ہیں۔ پیغمبر کتابوں سے نہیں پڑھتے۔ بلکہ قلب پر لکھا ہوا پڑھتے ہیں۔ اور احد اور احمد ہی تو تمام علوم کا منبع ہیں۔ سوامّی کا مطلب ہے۔ پہلے سے جاننے والا۔ (لی مع اللہ وقت) یہاں پر سب کچھ واضح ہے۔

انسان تین پہلو رکھتا ہے۔ مقام A روح ہے۔ جو تجلی ذات سے منسلک ہے۔ B پوائنٹ جسم مثالی ہے۔ جو A پوائنٹ کا پیدا کردہ ہے۔ B پوائنٹ، C پوائنٹ سے وابستہ ہے۔ جو ہمارا ظاہری جسم ہے۔ یہ قوت متخیلہ کی Force سے وابستہ رہتے ہیں۔ A پوائنٹ، C پوائنٹ تک جاتا ہے۔ اور C پوائنٹ سے Reversion A پوائنٹ تک ہے۔ قوتِ متخیلہ وہ Force ہے۔ یا وہ پرواز ہے۔ جو تینوں پہلوؤں کو آپس میں جوڑ کر رکھتی ہے۔ اِس کو سمجھنا ہی روحانیت ہے۔

137۔کائنات Time and Space

اللہ تعالیٰ ایک لامحدود Supreme Pover ہے۔ Time and Space کو کنٹرول کرنے والی طاقت بھی لامحدود Supreme Power سے ہی ہے۔ لی مع اللہ وقت، جو کہ تجلی کی Field ہے۔ لاتعداد Spaces اِس کے نیچے کام کرتی ہیں۔ اِس Time کا دائرہ ازل اور ابد ہے۔ یہ ازل سے ابد تک چل رہا ہے۔ اس لئے ایک بکری چیتے سے کم عمر رکھتی ہے۔ کیونکہ دونوں کی Space ہر نوع کے لئے علیحدہ ہے۔ Main قوت لامحدود Supreme Power ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تجلی کا علم ہونا ہی خدا کی پہچان ہے۔ اللہ تعالیٰ جو لامحدود Supreme Power ہے۔ اس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات تک ہے۔

ہم دنیا میں رہتے ہیں۔ اِس کے ساتھ لاکھوں Spaces ہو سکتی ہیں۔ جن کو ہم سمجھ ہی نہیں سکتے۔ یعنی ہماری کائنات کے اندر اور باہر لاکھوں کائنات ہو سکتی ہیں۔ ہم صرف ایک تجلی یا لفظ علم تک ہی محدود ہونگے۔ عالمِ لاہوت اور عالمِ جبروت میں ابھی ہزاروں نقوش کا دنیا میں اپنے مقام پر آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ جنت اور دوزخ میں رسائی کے بعد Time کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ یہ Time چاہے۔ کتنا بھی ہو۔ ہم محسوس نہیں کرتے۔ جیسے قبر کا وقفہ لمحہ بھر ہی ہے۔ سو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ٹائم کی کئی اقسام ہیں۔ جو کسی مقام کی وابستگی سے ظاہر ہوتا ہے۔ سب کچھ اس کے اندر چلتا ہے۔ Time کے اندر بھی بہت زیادہ طاقتیں ابھرتی ہیں۔ مثلاً خیر اور شر، موت اور زندگی، یہ سب Pairs ہیں۔

(لی مع اللہ وقت) سیدنا حضور ﷺ کی modification عجیب طرز پر ہے۔ پہلی صورت احمد ہے۔ پیر بھلے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ احد اور احمد میں کوئی فرق

نہیں۔

آپ ﷺ کی دوسری صورت حجاب محمود ہے۔آپ ﷺ کائنات کے مختارِ کُل ہیں۔

آپ ﷺ کے نور سے ساری کائنات تخلیق ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کی تیسری صورت، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہزاروں پردوں سے گزار کر دنیا میں ظاہر فرمایا۔

ہم اللہ تعالیٰ اور سیدنا حضور ﷺ کی ذات کے عاشق نہیں بن سکتے۔ سچی عقیدت ہی ہمارے لئے سب کچھ ہے۔رسولِ پاک ﷺ کی تیسری صورت جو ہم نے دیکھی ہے۔یا سُنی ہے۔

قرآن پاک کی ہر آیت بھی تین Field رکھتی ہے۔اُن کی پرکھ ہمارا دین ہے۔

حرفِ آخر

اسلام کا نصابِ تعلیم ہماری مذہبی درسگاہوں میں پڑھایا جاتا ہے۔جن کی Output (کارکردگی) زیرو ہے۔اِن درسگاہوں میں ریسرچ کا نام بھی لینا گناہِ عظیم تصور کیا جاتا ہے۔اِس لئے زمانے کے ساتھ چلنے کے لئے ہمیں یورپ یا دیگر ممالک میں جا کر علم حاصل کرنا پڑتا ہے۔علامہ محمد اقبالؒ، قائداعظم محمد علی جناح اور ڈاکٹر عبدالقدیر جیسے لوگوں نے بھی بیرونِ ملک جا کر تعلیم حاصل کی۔ ہماری مذہبی درسگاہوں میں ایسا کوئی نصابِ تعلیم موجود نہیں۔ جو ہر دور کی Requirements کو پورا کرے۔عام طور پر کہا جاتا ہے۔کہ قرآنِ پاک کے اندر تو سائنس کا علم موجود نہیں۔جبکہ قرآنِ پاک کا دعویٰ ہے۔کہ وہ ہر قسم کے علوم سے بھرپور ہے۔ بیشک ایسا ہی ہے۔ہمارے ملک کو ایٹم بم کی ضرورت پڑی۔تو ڈاکٹر عبدالقدیر نے کسی طرح یہ تعلیم بیرونِ ملک جا کر حاصل کی۔ اور پاکستان کیلئے ایٹم بم بنایا۔تو کیا قرآنِ پاک کے اندر تمہیں ایٹم بم بنانے کا فارمولا نہیں ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔کہ ہم قرآنِ پاک کی آیاتِ مبارکہ کے اندر ریسرچ نہیں کرتے۔قرآنِ پاک ہر دور کا رہبر ہے۔اِس کے اندر ہر قسم کے فارمولے موجود ہیں۔ مثال کے طور پر قرآنِ پاک میں بانجھ ہوا کا ذکر ہے۔جس کو ایک روحانی آدمی کنٹرول کر سکتا ہے۔اور یہ بانجھ ہوا ایٹم سے بھی زیادہ Serious ہے۔کسی بھی بستی، شہر یا ملک کو

منٹوں میں Sequare کر دیتی ہے۔ کُن کے ایکشن سے پہاڑ اور سمندر ایک جگہ سے دوسری جگہ اُلٹ پلٹ کئے جا سکتے ہیں۔ کیا یہ قرآنِ پاک میں لکھا ہوا نہیں ہے۔ آج سے ہزاروں سال پہلے ایک آدمی ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہے۔ تو پھر موجودہ دور میں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم لوگ قرآنِ پاک کی آیات پر ریسرچ ورک نہیں کرتے۔

مذہبی درسگاہوں میں ہمارے بچے جو کہ Submissive lot (نادار لوگ) ہیں۔ اُن کو اور بھی یتیم بنا دیا جاتا ہے۔ اور ان درسگاہوں کے حاکمِ اعلیٰ خیرات کے پیسے پر Administrative (انتظامی بادشاہ) کنگ بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور پڑھنے والا بچہ جس طرح یتیم جاتا ہے۔ اُسی طرح کا یتیم واپس آ جاتا ہے۔ کیا عربی زبان کو چند سال پڑھ لینا عالم بنا دیتا ہے؟ اور سب سے زیادہ ظلم کی بات یہ ہے۔ کہ اِن بچوں کو دہشت گرد بنا کر مساجد اور اعلیٰ اداروں کو اِن کے ہاتھوں سے خودکش حملوں میں تباہ کروایا جاتا ہے۔ اتنی انسانی جانوں کو ضائع کرنا اور زخمی کرنا اور کھربوں کی پراپرٹی کو تباہ کر کے جنت میں جانے کی خواہش رکھنا۔ اِن درسگاہوں کا کیسا عجیب نصابِ تعلیم ہے۔ اور وہ بھی اِسلام کے نام پر۔ کیا اِن مذہبی درسگاہوں کے اندر اپنے آپ کی پہچان ہوتی ہے؟ یا خدا کی پہچان ہوتی ہے؟

اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر ان مذہبی درسگاہوں میں کیا تعلیم دی جاتی ہے؟۔
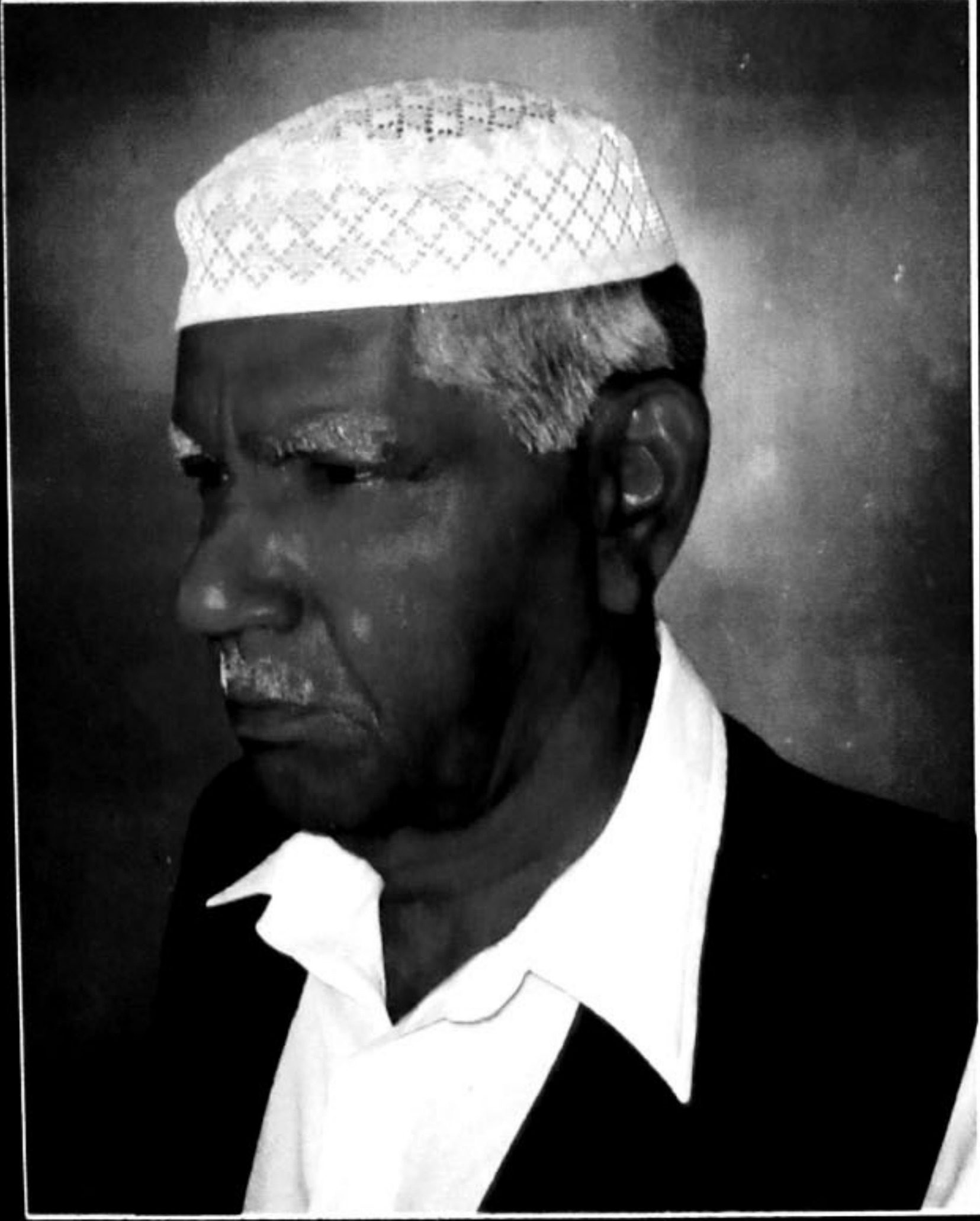
زیراہتمام: (نورِ علیٰ نور فاؤنڈیشن)

فضل پلازہ بالمقابل مسجد گلزار مدینہ رام تلائی روڈ، گجرات

موبائل: 0322-6414463